سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق عورتین کے لئے دلچسپ سلسلہ کا پہلا نمبر

سلک مروارید

یعنی مقبولوں کی لڑی

نمبر اول

جسکو خاکسار شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم نے عورتوں کے فائدہ کیلئے تالیف کرکے اپنے مطبع

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان دارالامان مین چھپوا کر شایع کیا

بار سوم

تعداد ۱۰۰۰ . قیمت علاوہ محصول ۴؎

۱۹۰۸

No.

عرضِ حال

یہ مختصر سا رسالہ بظاہر ایک قصہ کے طرز اور پیرایہ میں لکھا گیا ہے۔ لیکن
اس میں حقایق اور صحیح واقعات کا تذکرہ ہے۔ اسلئے مینے ہرگز پسند نہیں کیا۔ کہ اس
ناولوں اور قصوں کا رنگ چڑھاؤں۔ علاوہ بریں یہ رسالہ عورتوں کے لئے لکھا
ہے۔ اس لئے یہ اور بھی ضروری امر تھا۔ کہ میں تمام امور سے جو آج کل کے بیہودہ
لغو قصوں کے لوازمات میں سے ہیں۔ اسکو پاک صاف رکھوں۔ پس خیالی اور فر
کا تذکرہ اس میں ہرگز نہیں ہے۔ اسی وجہ سے اگر کچھ پھیکا بھی ہو۔ تو اعتراض کی
نہیں ہے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی۔ اور یہ رسالہ
ہوا۔ تو میں اس سلسلہ میں ایسے ہی قصوں کے پیرایہ مین تربیت۔ اولاد۔ امور خانہ
زنانہ مشنریوں کے ہتھکنڈوں سے آگاہ کرنے کے لئے انشاء اللہ تعالے
رسایل قوم کی خدمت کے لئے پیش کرسکونگا۔ میں اعتراف کرتا ہوں۔ کہ بہمہ وجوہ یہ
کامل نہ کہا جائیگا۔ لیکن مجھکو حد سے زیادہ خوشی ہے۔ کہ مین نے اپنے سید و مولیٰ حضرت مسیح
کی پاک خواہش کے پورا کرنے میں اپنی استعداد کے موافق قدم مارنیکی کوشش کی ہے اور خدا
کہ اسی پاک خواہش کے نتیجہ میں یہ مختصر رسالہ طیار ہوگیا جسکو مین قوم کے سامنے پیش کر
اسکے بعد مجھکو دوسرے اڈیشن کے متعلق کہنا ہے جیسے کہ مجھکو امید تھی۔ یہ رسالہ حد سے
مقبول اور نہایت عزت کی نظر سے دیکھا گیا۔ اور مفید ثابت ہوا اسلئے قوم کے اصرار سے اسکو دوبار
ضروری سمجھا۔ اور اس مرتبہ عبارۃ کو کسی قدر سلیس کرنے اور عورتوں کے لب و لہجہ میں ادا کرنیکی
مکرمی صاحبزادہ سراج الحق صاحب نعمانی نے بھی میری مدد کی جس کے لئے مین انکو جز
کہتا ہوں۔ اسکے بعد مین انشاء اللہ اس سلسلہ مین دوسرا نمبر لکھنے کے لئے سعی کر رہا ہو
مجھکو توفیق دے۔ آمین۔

یعقوب علی ایڈیٹر الحکم

یہ خوشی کی بات کان میں پڑتے ہی کہ جو پہلے دادی جان کے پاس جائے گا وہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

نئی گنتی

جاڑے کا موسم ہے بی بی علم النسا بیگم ابھی مغرب کی نماز پڑھ کر وظیفہ کر رہی ہیں۔ ان کے بیٹے مرزا دانش دورے پر تھے مثل مشہور ہے "مول سے بیاج پیارا" اس لئے پنے ننھے منے پوتے اصغر کو بہت چاہتی تھیں اصغر کی ایک بہن بھی تھی جس کا نام کلثوم ا بہن بھائی کا کوئی ڈیڑھ برس کا فرق تھا یعنی اصغر ابھی کوئی پونے پانچ برس کا ہوگا اور م کوئی سوا چھ آیـ ـ کی۔

کلثوم تو دادی سے ذرا ڈرا بھی کرتی تھی کیوں کہ ان سے ہی قرآن شریف پڑھا کرتی میاں مٹھو جس کو مدرسہ میں داخل کیا گیا تھا جب کبھی اُن کے پاس آ بیٹھتا تو کیا ـسـھ کے لئے چُپ رہے۔

لنساء بیگم کو د

ی بات

ا دانش

بہشت سے نکلنے کا قصہ حضرت نوحؑ کے طوفان کا حال۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کی مہمان نوازی۔ حضرت سمٰعیلؑ کی قربانی کی کہانی حضرت یونسؑ کی داستان حضرت
یوسفؑ کا قصہ۔ حضرت موسیٰؑ کا ذکر حضرت عیسیٰؑ کا واقعہ حضرت محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری اور اخلاق فاضلہ اماموں کی سرگذشت اور جس قدر
عمدہ اور مشہور باتیں تھیں کہانیوں کے پیرایہ میں دونوں بچوں کو یاد کرا رکھی تھیں ؂

آج جس وقت دادی نماز مغرب سے فارغ ہو کر وظیفہ میں مشغول تھیں اور اصغر
کلثوم کی ماں فہمیدہ بیگم ان بچوں کو کھانا کھلا رہی تھیں تو اصغر نے کھانا کھاتے کھاتے
کلثوم سے کہا کہ آپا ہم نے مدرسہ میں جاکر سو تک گنتی بھی سیکھ لی اور یہ کہتے ہی لگاتار
ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ چھ۔ سات کہہ کے سو تک پورا گن بھی دیا ؂

ماں نے اپنے ننھے منے بچہ کے پیارے چاند سے منہ سے فرفر گنتی سن کر اس کا
منہ چوم لیا اور بلائیں لیکر دل ہی دل میں بہت خوش ہوئی ؂

کلثوم نے جب یہ دیکھا تو اس نے بھی جھٹ پٹ گننا شروع کر دیا اور پورا سو تک
گن کر بتا دیا کہ وہ اپنے بھائی اصغر سے کم نہیں ہے۔ ماں نے یہ سمجھکر کہ کلثوم بھی مجھ سے
وہی سلوک چاہتی ہے اُسے بھی پیار کیا۔ غرض یہ دونوں بہن بھائی کھانا بھی کھاتے جاتے
تھے اور اپنی سمجھ بوجھ اور عقل کے موافق کچھ کچھ باتیں بھی کرتے جاتے تھے آخر ماں نے کہا
بیٹا! کھانا کھا لو پھر دادی جان وظیفہ سے فارغ ہو کر تمھیں کوئی نئی کہانی سنائیں گی
کہانی کا نام سنتے ہی دونوں خوشی سے اچھلنے کودنے لگے اور جلد جلد کھانا ختم کر کے
ہو بیٹھے اور منتظر تھے کہ دادی جان وظیفہ سے کب فارغ ہوں اور یہ ان سے [illegible]
دادی اگرچہ وظیفہ میں مشغول تھیں مگر اس کے کان بھی ادھر ہی [illegible]
سے فارغ ہوئیں تو کلثوم چلا کر بولی "بھائی اصغر جو دادی [illegible]
جائے گا وہ بادشاہ [illegible]

[illegible] اسکے بعد میں انشاء اللہ اس سلسلہ میں دوسرا نمبر لکھنے کے [illegible]
مجھکو توفیق دے۔ آمین،

یعقوب علی ایڈیٹر الحکم

یہ خوشی کی بات کان میں پڑتے ہی کہ جو پہلے دادی جان کے پاس جائے گا وہ بادشاہ ہوگا دونوں اوپر تلے آگے پیچھے ہوتے ہوئے دوڑے۔ کلثوم جھٹ دادی کے پاس دوڑ کر جا پہنچی۔ اصغر جو دوڑنے لگا تو پاؤں پھسل گیا اور گر پڑا پھر سنبھل کر اٹھا اور کھسیانا ہو کر ہولے ہولے چلنے لگا۔

کلثوم نے جب دیکھا کہ اصغر گر پڑا ہے اور لنگڑاتا ہوا چلا آتا ہے تو چلّا کر بولی اصغر غلام! اہا جی اصغر غلام!

اصغر بیچارہ کو پہلے ہی چوٹ لگ چکی تھی سُنتے ہی رونے لگا۔

ماں سے بیٹے کی یہ حالت نہ دیکھی گئی وہ بیتاب ہو کر دوڑی آئی اور گود میں اُٹھا لیا چھوٹے چھوٹے ہاتھ اور چاند سا مُنہ چوم کر کہا آہا بیٹا چیونٹی مر گئی اور اُسے دادی کے پاس بٹھا گئی اور کلثوم کو مخاطب کر کے کہا۔

ماں۔ بیٹا کلثوم! یہ بات اچھی نہیں کسی کی تکلیف پر ہنسنا نہیں چاہئے تم بھی تو ایک وقت تھا اسی طرح گرا کرتی تھیں وہ دیکھو تمھاری بائیں کُہنی پر تو اب تک چوٹ کا نشان باقی ہے۔ تمھیں تو چاہئے تھا کہ دوڑ کر بھائی کو اُٹھا لیتیں اور پیار کر کے اُس کے دل سے تکلیف کا خیال مٹا دیتیں۔ تم ہمیشہ یاد رکھو کہ کبھی کسی کی کمزوری پر مت ہنسو بلکہ خدا کا شکر کرو کہ تم میں وہ کمزوری نہیں۔

اتنے میں اصغر کے دل سے بھی گرنے کا خیال اور پہلے پہنچ کر بادشاہ بننے کا وہم دور ہو چکا تھا اُس نے دادی کو سلام کیا اور کہا۔

اصغر۔ دادی جان! آج تم کوئی اچھی سی کہانی سُناؤ گی نا! دیکھو اماں جان تو جب کوئی کہانی سُنانے بیٹھتی ہیں تو بس چڑے اور چڑیا کی کہانی سُناتی ہیں کوئی اور اُن کو آتی ہی نہیں اور دو چار باتوں میں ختم ہو جاتی ہے۔ مگر آپ تو اچھی اچھی اور لمبی کہانیاں سُنایا کرتی ہیں کیوں آپا جان! سچ ہے نا!!

دادی نے جواب میں اشارہ سے ہوں کہہ دیا۔ اور دعا مانگنی شروع کی اس سے پہلے کہ وہ دعا کو ختم کرتیں اصغر نے جو اپنا جواب صرف اشارہ سے پایا بولا کہ دادی اماں کوئی

اچھی سی بات سناؤ۔ کیوں خفا ہو گئیں اور اس کے منہ کو پکڑ کر ہلایا اور کہا بولتی کیوں نہیں اور یہ کہہ کر رونے اور سسکنے لگا۔

خدا جانے بچوں کے واسطے ہنسنا اور رونا کوئی بڑی بات نہیں ہوتی ذرا سی بات پر رونے لگ جاتے ہیں اور ذرا سی بات پر کھلکھلا کر ہنس پڑتے ہیں دادی کے جواب میں جو ذرا سی دیر ہوئی آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور چلا کر رونا شروع کر دیا ❖

علم النساء نے دیکھا کہ ننھا مچل پڑا ہے جھٹ پٹ دعا ختم کی اور بچہ کو گلے لگا کر پہلے دم کیا پھر پیار کیا اور مکہ شریف کی کھجوریں جو کسی حجن نے تحفہ بھیجی تھیں نکالیں ایک کھجور توڑی کچھ اصغر کو دی کچھ کلثوم اور تھوڑی سی فہمیدہ اُن کی ماں کو اور جو باقی بچی اس میں سے کچھ ماما کو دی اور کچھ اپنے مُنہ میں ڈالی۔

کلثوم۔ دادی اماں! یہ بہت جلد رونے لگ جاتا ہے۔ پھر گورے گورے نرم نرم ننھے مُنّے ہاتھوں سے گود میں لیکر پیار سے دلاسا دیا۔ علم النسا نے کہا ننھے تم کیا کہتے تھے کہ مدرسہ میں گنتی سیکھی ہے؟ وہ کیا چیز ہے بھلا بیٹا ہم بھی تو سُنیں ❖

اصغر۔ سُناؤں۔ ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ چھ۔ سات۔ آٹھ۔ نو۔ دس۔ اور جلد جلد سو تک گن گیا ❖

جب سو کہہ چکا تو دادی نے پیار کیا اور کہا بیٹا یہ گنتی تو مدرسہ سے سیکھ کر آئے ہو تو ہم تمھیں نئی گنتی سکھائیں بھولنا مت! ہاں ایک ایک تم بولو ایک ایک میں کہونگی پھر جو میں کہوں اُسے سن کر تم یاد کرنے کے لیے کہہ لینا۔

کلثوم جو اس وقت تک خاموش بیٹھی تھی دادی سے نئی گنتی کا نام سُن کر اُچھل پڑی اہا جی ہم بھی سُنیں گے۔ اہا جی نئی گنتی اہا جی نئی گنتی!!

اصغر۔ ایک۔

دادی۔ اللہ تعالےٰ ایک۔ بسم اللہ ایک آیت ہے ❖

اصغر۔ دو۔

دادی۔ دو ارکان ایمان۔ زبان سے اقرار۔ اور دل سے تصدیق۔ دو کراماً کاتبین

دو منکر نکیر۔ دو گواہ شرعی۔ دو دوونی کی ایک چوّنی۔ دو چوّنی کی ایک اٹھنی۔ دو اٹھنی کا ایک روپیہ۔ دو دو ونی چار ✤

اصغر۔ تین۔

دادی۔ تین وتر۔ تین طلاق شرعی۔ تین دن کفارہ روزے۔ انّا اعطینا کی تین آیتیں سورۂ والعصر اور اذا جاء کی تین تین آیتیں۔ پانی پت کی تین لڑائیاں۔ مغرب کی نماز کے تین فرض۔ تین پائی کا ایک پیسہ۔ تین فیٹ کا ایک گز۔ تین خدا کہنے والے جھوٹے دجال ۳ × ۳ = ۹ ✤

اصغر۔ چار۔

دادی۔ لایلاف اور قل ھو اللہ میں سے ہر ایک کی چار چار آیتیں۔ حضرت کے چار یار ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان غنی۔ علی مرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت کی چار کرسی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن عبد مناف بن ھاشم۔ چار مشہور کتابیں توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن۔ دن اور رات کے چار پہر۔ چار طبیعتیں۔ خونی۔ بادی سودائی۔ صفراوی۔ چار طرف۔ مسیح موعود کا چوتھا بیٹا ایک نشان ہے۔ ظہر۔ عصر عشا کی نمازیں چار فرض۔ چار قل۔ چار مقرب فرشتے۔ جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرافیل عزرائیل۔ چار چھٹانک کا ایک پاؤ۔ چار پاؤ کا ایک سیر۔ چار چوّنی کا ایک روپیہ۔ ۴ × ۴ = ۱۶ ✤

اصغر۔ پانچ۔

دادی۔ انا انزلنا۔ تبت یدا۔ الم ترکیف میں سے ہر ایک کی پانچ پانچ آیتیں۔ پانچ نمازیں۔ فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب عشاء پانچ تولہ کی ایک چھٹانک۔ ۵ × ۵ = ۲۵ ✤

اصغر۔ چھ۔

دادی۔ پہلے اور چوتھے قل کی چھ چھ آیتیں۔ حدیث کی چھ معتبر کتابیں۔

صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ ترمذی۔ نسائی۔ چھ کلمے۔ شہادت۔ تمجید۔ توحید۔ استغفار۔ ردّ شرک۔ امام مہدی کی چھ سال والی پیشگوئی جو چھٹے دن کے چھٹے گھنٹہ میں پوری ہوئی ۶×۶=۳۶ ✤

اصغر۔ سات۔

دادی۔ سات منزلیں قرآن شریف کی۔ ہفتہ کے سات دن۔ سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں۔ مسیح موعود کے ثبوت دعوے کے لئے۔ سات آسمان۔ سات زمین۔ سات سمندر۔ سات برّ اعظم۔ دوزخ کے سات طبقے۔ سات مشہور ستارے سات ارکان نماز۔ نیت۔ تکبیر اول یعنی تکبیر تحریمہ۔ قیام۔ قراءت۔ رکوع۔ سجدہ۔ قعدۂ آخر۔ ساتواں ہزار سال دنیا کا مبارک جس میں امام مہدی اور حضرت عیسےٰ آئے ۷×۷=۴۹ ✤

اصغر۔ ۸

دادی۔ الم نشرح۔ والتین اور الھٰکم التکاثر میں سے ہر ایک سورۃ کی آٹھ آٹھ آیتیں۔ آٹھ خشخاش کا ایک چاول۔ آٹھ چاول کی ایک رتی۔ ۸ رتی کا ایک ماشہ۔ ۸ پیسوں کی ایک دونی۔ ۸ دونی کا ایک روپیہ۔ ۸×۸=۶۴ ✤

اصغر نو۔

دادی سورۂ زلزال کی ۹ آیتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نو حرم۔ اکبر کے نو رتن مشہور۔ امام مہدی کے نو سال میں ایک موعود لڑکے کی پیشگوئی ۹ مربع فیٹ کا ایک گز۔ ۹×۹=۸۱ ✤

اصغر۔ دس۔

دادی القارعہ کی دس آیتیں۔ قرآن شریف کی دس قراءتیں۔ دس دن اعتکاف کے۔ دس یار بہشتی جن کو عشرہ مبشّرہ کہتے ہیں ۱۰×۱۰=۱۰۰ ✤

اصغر۔ گیارہ۔

دادی والعادیات اور والضحٰے کی گیارہ گیارہ آیتیں۔ حضرت

یوسف کے گیارہ بھائی ۔ گیارہ درہم حضرت یوسف کی قیمت میں دیئے گئے ۔

۱۱ + ۱۱ = ۱۲۱ ✤

دادی اماں سے ایسی دلچسپ گنتی سننے میں دونوں بہن بھائی ایسے محو ہوئے کہ دادی کے آگے کہنے پر جھٹ دونوں ہی اگلا عدد بولتے تھے آخر اصغر سے نہ رہا گیا اور منہ بنا کر دادی سے کہنے لگا دادی جان کلثوم مجھے نہیں کہنے دیتی ۔

دادی ۔ بیٹا تیری بہن جو ہوئی ۔ اچھا ایک تم کہا کرو ۔ اور ایک کلثوم ✤

کلثوم ۔ بارہ ۔

دادی ۔ حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے ۔ بارہ دن وفات کے ۔ بارہ مہینے کا ایک سال ۔ بارہ برج ۔ بارہ ماشہ کا ایک تولہ ۔ بارہ انچ کا ایک فیٹ ۔ بارہ پائی کا ایک آنہ ۔ بارہ پنس کا ایک شلنگ ۔ ۱۲ × ۱۲ = ۱۴۴ ✤

اصغر ۱۳ تیرہ ۔

دادی ۔ قاعدہ میں ۱۳ حرف بے نقط ۔ نماز کے تیرہ فرض ۔ یعنی تکبیر اولیٰ[۱] ۔ قیام[۲] ۔ قراءت[۳] ۔ رکوع[۴] ۔ سجود[۵] ۔ قعدہ آخر[۶] ۔ جامہ پاک[۷] ۔ جگہ پاک[۸] ۔ جسم پاک[۹] ۔ ستر[۱۰] ۔ قبلہ رو کھڑا ہونا[۱۱] ۔ نماز سے باہر آنا[۱۲] ۔ تیرھویں صدی سے بھیڑیوں نے بھی پناہ مانگی ۔ سارے فتنے اسی صدی میں جمع ہوئے ۔ رمضان کی تیرھویں کو چاند گرہن ہونا امام مہدی کی بعثت کا نشان ۔ اُسی رمضان کی ستائیسویں کو سورج گرہن بھی ہوا ۱۳ × ۱۳ = ۱۶۹ ✤

کلثوم ۔ چودہ ۔

دادی ۔ چودہ طبق ۔ چودہ دن چاند کے کمال کے ۔ قرآن شریف میں چودہ سجدے ۔ چودھویں صدی مبارک جس میں خدا تعالیٰ نے اپنا امام مہدی اور حضرت عیسیٰ کو بھیجا ۔ ۱۴ + ۱۴ = ۱۹۶ ✤

اصغر کو یہاں پہنچتے ہی اونگھ آ گئی تھی اس لئے وہ اپنی باری پر بول نہ سکا تو کلثوم کو اچھا موقع مل گیا اور وہ چلا کر بولی ۔

کلثوم - واہ اصغر تو سو گیا -

کلثوم کچھ ایسے زور سے چیخ کر بولی تھی کہ اصغر کو ذرا ہوش سا آ گیا اور ہلکی آواز سے آنکھیں ٹمٹما کر کہنے لگا میں تو آپا جاگتا ہوں -

کلثوم - اچھا جاگتے ہو تو اب بتاؤ - اب دادی اماں نے کیا کہا -

اصغر - خاموش -

آخر دادی نے بھی دیکھا کہ اصغر کو اب نیند آنے لگی ہے اُس نے کہا بس آج اتنا ہی رہنے دو - کل اگر یہ یاد کر کے سُنا دو گے تو پھر تمہیں اور سُناؤں گی ÷

اصغر کو ہلا کر پھر کلثوم نے کہا واہ جی واہ پہلے ہی سو گئے -

اصغر دادی اماں! میں نے تو اپنی گنتی سُنا دی - بھلا کلثوم نے کیا سنایا اس کو کچھ آتا نہیں صرف مُنہ بنانا ہی آتا ہے ÷

دادی - واہ - میری پیاری بچی ماشاء اللہ کلثوم تو ایسی ایسی باتوں کی پٹاری ہے کہ چاہے تو ابھی مجھے قرآن شریف کے تیسوں پاروں کے نام سُنا دے ÷

کلثوم نے جونہی دادی کے مُنہ سے اپنی تعریف سُنی اُس نے جھٹ پٹ الٓمٓ - سیقول - تلک الرسل کہہ کر تیس کے تیس پاروں کے نام گِن کر سُنا دئے ÷

دادی - شاباش شاباش!! خدا تم دونوں کی عمر میں برکت دے -

بیٹا اصغر! تم کو نیند آئی ہے آؤ اب مل کر دعا مانگیں پھر آرام کرنا - یہ سُن کر دونوں بہن بھائی بڑے شوق سے آگے بڑھے - دادی نے دونوں کو گود میں لیا اور رو بقبلہ ہو کر اُن کے ننھے ننھے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر یوں دعا مانگنی شروع کی ÷

خدایا

ہم سب تیرے بندے ہیں - تیرے غلام ہیں - تیرے محتاج ہیں - تو نے ہی ہم کو پیدا کیا ہے - تو ہی ہم کو کھلاتا پلاتا ہے - تو ہی ہم کو کپڑے دیتا ہے - تو جس کو

چاہے بادشاہ بنادے۔ تو جس کو چاہے فقیر کردے۔ تو اکیلا اور کوئی دوسرا تجھ سا نہیں
ہے۔ ہم تیرے ہی آگے سر جھکاتے ہیں۔ اور تجھ سے ہی مرادیں مانگتے ہیں تو ہی
بیماروں کو تندرست کرتا ہے۔ تو ہی ہماری مرادیں پوری کرتا ہے۔ خدایا ہم نے تیرا
سچا مذہب اسلام قبول کیا ہے تو ہم کو اس میں مضبوط رکھ۔ ہم تیرے پیارے پیغمبر
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اسی ایمان پر ہمیں زندہ رکھ اور اسی
ایمان پر ہمیں مار۔ ہم کو برے کاموں سے بچا اور نیک کاموں کی توفیق دے۔ سب
لوگوں کو بھی صراط مستقیم بخش اور توفیق عنایت کر کہ وہ اس سچے مذہب میں داخل
ہوں اور گمراہی سے نجات پاویں۔ الٰہی تو نے بڑا فضل کیا ہے کہ ہمیں اس امام کا بابرکت
زمانہ دکھایا جس کے دیکھنے کو لاکھوں کروڑوں خدا کے بندے ترستے ہوئے اس
جہان سے چل بسے۔ جس کو تیرے پاک رسول نے سلام کہا جس کو تو نے بھی فرمایا
سلامت بر تو اے مرد سلامت جس کے امت کے سارے بزرگ مشتاق تھے۔
الٰہی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی حفاظت کے لئے آخری سپر ہے
خدایا پھر تو نے اس کے دیکھنے اور پہچاننے کی توفیق دی۔ الٰہی قیامت کو اسی کے
ساتھ اٹھائیو۔ الٰہی حشر کو اسی کے جھنڈے کے نیچے کھڑا کیجیو۔ الٰہی اس کی برکت و
توجہ سے اسلام کا بول بالا کر۔ اپنی توحید کا پھریرہ اڑا۔ اپنی رحمت اور مہربانیوں
کی بارشیں اس پر برسا۔ اس کے مقصدوں اس کی مرادوں امیدوں کو پورا کر جنکے
لئے یہ امام آخر الزمان مبعوث ہوا اس کو ہر میدان میں فتح عظیم عنایت فرما اور اسکے
موئے بدخواہوں بداندیشوں کو ہزیمت اور شکست دے اور اس کے دشمنوں کا
منہ کالا ہو اور ہر جگہ نامراد رہیں۔ الٰہی میرے ننھے منے اصغر اور بھولی بھالی کلثوم کی
عمر دراز کر ان کو نیک کاموں کی ہدایت فرما۔ ان کو دین کا خادم بنا۔ ان کے ماں باپ کو انکے
سر پر سلامت رکھ۔ اور ان کو دنیا کی مصیبتوں سے بچا۔ دین کی نعمتوں سے مالامال کر
اور سب مسلمانوں کو نیکی کی توفیق دے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ
حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ آمین۔

دوسرا باب

دونوں بہنوں کی بات چیت

سلیمہ یہ کہہ کر اپنی بہن فہمیدہ کے پاس ایک کوٹھری میں چلی گئی اور دونو بہنوں میں یہ باتیں ہونے لگیں۔

سلیمہ ۔ اچھی بہن! بھائی دانش مظفر گڈھ کے ضلع میں کتنا عرصہ رہے ہیں

فہمیدہ ۔ یہی کوئی تین برس اور کچھ مہینے رہے ہونگے۔ وہ روزوں میں گئے تھے روزے ہی روزے تین برس ہوئے۔ آگے عید ایک خالی دو بقرہ عید تین دے چار تیرہ تیزی پانچ وفات چھ بس پورے تین برس اور پانچ مہینے ہو گئے۔ (انگلیوں پر گن کر)

سلیمہ اب تو تمہارے گھر میں چاندنا معلوم ہوتا ہے اور کچھ کایا سی پلٹی ہوئی نظر آتی ہے۔ میں جب پچھلی مرتبہ آئی تھی جس کو ابھی کوئی ماہ رجب سے صفر تک آٹھ شعبان نو رمضان دس عید گیارہ۔ گیارہ مہینے ہوئے تو اچھی خاصی سیدھی سادھی مسلمانی تھی۔ تمہاری ساس ایسی باتیں تو کبھی نہیں کیا کرتی تھیں جو اب کرتی ہیں اور بچوں کو بھی سکھانے لگی ہیں۔

فہمیدہ ۔ اچھی بہن! کیسی باتیں! میں نے تو کوئی نئی بات نہیں دیکھی اور نہ سنی ہاں اتنا ضرور ہوا کہ جب سے تم خیر سے یہاں سے گئی ہو اُس کے کوئی دو مہینے بعد سے اصغر کے ابا نے اپنا مزاج بدل لیا اور جو آئے دن مجھ سے سختی کا برتاؤ

ہوتا تھا وہ دور ہوتا گیا یہاں تک کہ اب وہ ایسے ہو گئے ہیں کہ میرے دل سے تو لاکھوں
دعائیں نکلتی ہیں کہ الٰہی تو اس پیر کا بھلا کر اللہ اُس کی عمر میں برکت دے۔ اللہ
اُس کی اولاد اور کنبے پر سدا رحمت کے مینہ برسا جس کے دم قدم کی برکت سے
میرا اُجڑا ہوا گھر آباد ہو گیا۔ سلیمہ تمہیں معلوم نہیں۔ میری تو اس گھر میں دو کوڑی کی
عزت نہ تھی۔ ذرا ذرا سی بات پر بگڑے جاتے تھے۔ اور اُن کے دیکھا دیکھی یا خوش
رکھنے کو یہ بڑی بی بھی میرے سر ہو جایا کرتی تھیں۔ مگر اب اُن کا وہ حال ہوا ہے
کہ کھانے میں نمک زیادہ ہو جائے تو کچھ خبر ہی نہیں کہ ایسا کیوں ہوا پھیکا ہو جائے
تو تب کوئی پروا نہیں کوئی اور غلطی یا خطا بھول چوک سے ہو جاوے تو جھڑکنا کیسا
ترچھی ٹیڑھی نظر سے بھی نہیں دیکھتے۔ بلکہ اب تو میں دیکھتی ہوں کہ نمازوں میں
لگے رہتے ہیں اور جب کبھی آتے ہیں تو میرے لیے کوئی نہ کوئی تحفہ لے کر آتے
ہیں۔ اور نماز کی تاکید کرتے رہتے ہیں۔ خود قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ عجیب عجیب
کتابیں لا کر دیتے ہیں۔ میں تمہیں ان شاء اللہ کل دکھاؤں گی۔ ان کتابوں نے
ہی کچھ اُن پر اثر کیا ورنہ میں تو ہزاروں ٹونے ٹوٹکے بھی کر چکی۔ تعویذ اور گنڈے۔
افسون۔ نقش۔ عزیمتیں۔ حُب کے عمل بہت کرائے پر وہ درست ہونے میں
نہ آتے تھے۔ اُس پیر مرد نے خدا کی قسم کچھ ایسا پھونکا کہ میں کیا کہوں۔ میرا کلیجہ تو
خدا جانتا ہے ایسا ٹھنڈا ہے کہ دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ اللہ جس نے میرا گھر بسایا
اُس کے گھر پر برکت نازل کر۔ ہاں اُن کی تبدیلی سے گھر میں البتہ تبدیلی ہی ہو گئی
ہے۔ اب وہ شرک کی باتیں نہیں۔ وہ بُری رسمیں نہیں۔ خالہ جان بھی اب بہت ہی
پیار کرنے لگی ہیں۔ اور بہن سلیمہ اُنھوں نے اپنی ماں کو ایسا وعظ کیا کہ بس اُسکی ساری
بد مزاجی جاتی رہی۔ اب تو نماز روزہ ہی میں لگی رہتی اور روتی رہتی ہیں۔ یا قرآن
پڑھتی رہتی ہیں یا وہ کتابیں بہت کچھ ہوا تو رات کو ان بچوں کو کوئی نئی بات سُنا دیتی ہیں
سلیمہ۔ بہن! یہ تو نے عجیب بات سُنائی۔ بھائی دانش کے سمجھانے اور راہ پر آجانے
کی خبر سُنکر مجھے خوشی ہوئی۔ وہ باتیں تو پھر سنوں گی اور کتابیں بھی کسی وقت دیکھونگی

جنھوں نے اُس کو ایسا بنا دیا۔ بلکہ میں تو ایسی پُر تاثیر کتابوں کو ساتھ لے جاؤں گی اور نصیبن کے ابا کو بھی دوں گی تاکہ اُن کی بدمزاجی کی بھی اصلاح ہو۔ اگرچہ وہ میرے سامنے تو بات بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں ہاں بہن یہ تو ذرا بتاؤ کہ تمھاری ساس جو بچوں کو امام مہدی اور حضرت عیسیٰ کی باتیں سُناتی تھیں اور دعا میں اُن کے ساتھ رہنے کی دعا مانگتی تھیں اور کہا کہ اُسے دکھا دیا۔ یہ کہیں وہ قادیاں والا مرزا تو نہیں؟

فہمیدہ۔ ہاں بہن وہی بزرگ تو ہیں جنھوں نے اصغر کے ابا کو ہدایت کی۔ اور ایسے لامذہب کو دیندار بنا دیا جب سے یہ نیچریوں کے مدرسہ سے آیا ہی اسکی حالت ہی اور ہو گئی تھی۔ کرانیوں کا سا موا لباس۔ نگوری ڈاڑھی مُنڈوانی۔ اللہ رسول کی باتوں پر ہنسی اُڑانی۔ اور بات بات میں خفا ہونا۔ میرا تو ناک میں دم آیا ہوا تھا۔ اُن کے پاؤں کی آہٹ باہر سے آنے کی سُنی تو میرا دم ہوا ہو جاتا تھا۔ گھر والے بھی خوش نہ تھے۔ تیوری چڑھی رہتی تھی۔ اور یہ سمجھ کر کہ اب ان کے سوا گھر میں کوئی بڑا نہیں۔ اللہ رکھے دو سو روپیہ تنخواہ بھی پاتے تھے۔ سب دبتے تھے۔ اور ان ستموں کو سہتے سہتے کلیجہ پک گیا تھا۔ اللہ کی قسم یہ تو اس بزرگ کے ہی کلام میں برکت ہوئی جو یہ بگڑے ہوئے سیدھے ہو گئے۔ اور ہمارا اُجڑا ہوا گھر بس گیا +

سلیمہ۔ اپنے دل میں بہت سی باتیں کہنے کے لیے رکھتی تھی۔ مگر جب اس نے بہن کے منہ سے یہ باتیں سُنیں تو وہ ہکا بکا سی رہ گئی۔ ایک طرف تو وہ اپنے ابا اور میاں سے سُنا کرتی تھی کہ مرزا کافر ہے اور مولوی اُس کے مخالف ہیں اور دین کا بگاڑنے والا کہتے تھے اور اُن پُرانے کھوسٹ عقیدوں کے خلاف بتاتے تھے جو خود بھی اُس نے تفسیروں میں پڑھے تھے۔ ادھر بہن کے منہ سے اُس کے شوہر کی درستی اور اصلاح کا ہونا صرف اُس کی ہی برکت سے سُنا تو وہ عجیب گھبراہٹ میں پڑی۔ چونکہ وہ پُرانی رسموں اور بدعتوں کی پابند تھی اور وہ

باتیں جو اُس نے اپنے باپ اور شوہر سے سُنی اور ۔۔ میں پڑھی تھیں انہوں نے اُس کے دل پر بڑا اثر کیا ہوا تھا۔ وہ اسی گھبراہٹ میں حیران سی ہو کر کہنے لگی۔ اوئی بہن! مولوی سچ کہتے ہیں۔ وہ بڑا پکا جادوگر ہے۔

جمیلہ (دونوں ہاتھ مل کر) ہے ہے بہن توبہ کر! اس سے بڑھ کر تو اور کوئی اللہ لوگ خدار سیدہ آدمی میں نے دیکھا نہ سُنا۔ میں نے تو آپ دیکھا ہے۔ اللہ کی قسم نور ہے۔ پیشانی ایسی بڑی اور خوبصورت جیسے چودھویں رات کا چاند۔ ناک سیدھی اور اونچی جیسے دیوے کی لو۔ درمیانہ منجھلا قد۔ سر کے بال داہڑی کے بال سیدھے۔ لٹکواں ریشم کی طرح نرم۔ داڑھی اور سر کا خط قدرتی بنا ہوا جیسے ابھی ماشاء اللہ اصلاح کرائی ہو۔ کیا مجال جو ایک بال آگے پیچھے ہو۔ ناک ہر قسم کی آلائش سے پاک خدا کے فضل سے جامہ زیب بدن ہے۔ آنکھیں ہر وقت نیچی رہتی ہیں۔ کسی کی طرف اُٹھتی ہی نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ کنواری لڑکیوں کو بھی ایسی شرم و حیا نہیں ہوتی۔ اصغر کے ابا اُس کی ایک تصویر بھی لائے تھے وہ تمہیں دکھاؤں گی اُن کے بکس میں رکھی ہوئی ہے۔ وہ تو نرا فرشتہ ہے۔ میں نے ایک عورت کی معرفت پوچھا کہ حضرت کوئی تعویذ کردو۔ تو آپ نے فرمایا کہ تعویذ کیا ہوتا ہے۔ استغفار پڑھا کرو۔ نماز سنوار سنوار کر پڑھا کرو۔ درود بہت پڑھو۔ خدا سے ڈرتی رہو۔ خدا متقی کو ضائع نہیں کرتا وہ آپ اُس کا مددگار اور متولی ہو جاتا ہے۔ یہ سُنکر میں تو شرم سے پانی پانی ہو گئی۔ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ اور ان نگوڑے مولویوں کا کیا ہے۔ ان کے بھائی ہر ایک نبی اور رسول کے زمانہ میں ایسے ہی (کالائمنہ) ہوتے آئے ہیں۔ اُنھوں نے نہ کسی نبی کو چھوڑا نہ رسول کو نہ کسی ولی کو۔ کسی کو جادوگر کسی کو کچھ کہتے ہی رہتے ہیں۔ تم تو ماشاء اللہ ہوشیار اور لکھی پڑھی ہو۔ کیا تمھیں یاد نہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی جادوگر۔ شاعر۔ مجنون۔ دُکاندار کہتے تھے پھر ان کو بھی جادوگر کہا تو کیا ہوا۔ اس سے تو معلوم ہوا کہ نبیوں کو ضرور جادوگر کہا کرتے ہیں۔

سلیمہ توبہ! توبہ (دونوں ہاتھ مل کر) تم نے تو اُن کو رسول اللہ کے برابر کر دیا۔ کیا

وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہو گیا۔
فہمیدہ واہ! تم تو اپنی سمجھ اور عقل کے بڑے دعوے کیا کرتی تھیں تمہارا ابھی علم کھل گیا۔ بھلا میں پوچھتی ہوں کہ اگر کسی کے کہنے سے کوئی جادوگر ہو سکتا ہے تو یہ بتاؤ کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے نبیوں کو مولویوں اور نموے دولتمندوں نے جادوگر او رڈ کا ندار اور فریبی نہیں کہا۔

سلیمہ۔ کہا تو ہے۔

فہمیدہ۔ جب اُن کو بھی کہا گیا ہے۔ اور سب کو کہا گیا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا نے اپنے قانون میں رکھا ہوا ہے کہ جب اُس کی طرف سے کوئی آئے تو لوگ اُسے ایسا کہیں۔ بہن! اسی واسطے تو قرآن شریف میں اُن لوگوں کے ذکر لکھے ہیں کہ جب کبھی کوئی ہمارے سامنے خدا کی طرف سے آئے تو ہم اسے ایسا نہ کہیں۔

سلیمہ۔ اچھا بہن! یہ تو ہوا مگر محمد رسول اللہ کی برابر تو نہیں ہو سکتا۔

فہمیدہ۔ یہ کون کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ کے برابر ہوا میں تو کہتی ہوں کہ یہ وہی ہے جیسے تم شیشہ میں اپنی صورت دیکھتی ہو تو کیا شیشہ میں تمہارا سر کاٹ کر رکھدیا جاتا ہے اور وہ کوئی اور چیز ہوتی ہے۔

سلیمہ۔ نہیں۔

فہمیدہ تو پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل اس شیشہ میں نظر آتی ہے جو کچھ اُسے کہا گیا اُسکو بھی کہنا ضرور ہوا جیسے اُن کی مخالفت ہوئی اُن کی بھی ہوگی کیونکہ جو کچھ اصل تصویر کے ساتھ ہوتا ہے وہی تصویر میں نظر آتا ہے۔

سلیمہ۔ معلوم ہوتا ہے تم بھی کافر ہو گئی ہو۔

فہمیدہ۔ خدا کی پناہ۔ اگر کفر اسی کا نام ہے تو خدا کرے ساری دنیا ایسی کافر ہو اور اگر سچا اسلام یہی ہے تو خدا کرے سب کو نصیب ہو۔

سلیمہ۔ میں نے تو سُنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے کہ وہ کہتا ہے حضرت عیسیٰ آسمان

آسمان پر زندہ نہیں گئے بلکہ مر گئے ہیں - یہ تو سارے مسلمانوں کے خلاف ہے -
فہمیدہ - ہاں بی یہ تو وہ کہتے ہیں کہ اس جسم کے ساتھ جو خاکی اور کھانے پینے کا محتاج ہے نہ آسمان پر گئے اور نہ زندہ ہیں مر ہی گئے ہیں - یہ جو تم بہن کہتی ہو کہ سارے مسلمانوں کے خلاف ہے یہ تو بالکل غلط ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اور دوسرے بڑے بڑے اولیاء اللہ اور اماموں نے تو اُن کو اس جسم کے ساتھ زندہ نہیں مانا -
سلیمہ - واہ ! یہ کون کہتا ہے یہ تو جھوٹھ ہے - سب زندہ مانتے ہیں - قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے -
فہمیدہ - بہن ! استغفراللہ سچ کو جھوٹھ کہتی ہو - اور جھوٹھ کو سچ - خدا کی شان قرآن شریف میں کہاں ہے کہ وہ زندہ آسمان پر گئے -
سلیمہ - کیا قرآن شریف میں یہ لکھا ہوا ہے کہ وہ مر گئے -
فہمیدہ - ہاں - بیشک -
سلیمہ - اچھا میں بھی تو سنوں وہ کونسی آیۃ ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ وہ مر گئے -
فہمیدہ - ایک چھوڑ میں تو تیس آیتیں سُنا دوں گی - مگر تم ایک بھی نہ سُنا سکوگی
سلیمہ - تم تیس کہتی ہو مجھے پانچ ہی سُنا دو -
فہمیدہ - اچھا لو سُنتی جاؤ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ایک -
سلیمہ - بس بہن ٹھہر جاؤ بسم اللہ ہی غلط - اس آیۃ سے تو اُن کا زندہ آسمان پر جانا ثابت ہوا -
فہمیدہ وہ کیونکر ؟
سلیمہ خدا جو کہتا ہے رَافِعُكَ اِلَيَّ اور تجھ کو اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں
فہمیدہ - اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ کہاں گیا ؟ بہن خدا سے ڈرو - یہاں تو پہلے مُتَوَفِّيْكَ ہے - پہلے وفات ہے - اس کے بعد رفع - بھلا آیت میں آسمان کا

لفظ کہاں اور جسم کا لفظ کہاں؟ میں بھی تو دیکھوں اور تمہارے دلائل سنوں۔ بہن مرنا ہے اور مر کر خدا کے حضور جانا ہے۔ ضد نہ کرو۔ انصاف سے دیکھو۔ اگر تم آیت میں آسمان اور جسم کا لفظ دکھا دو۔ تو میں ابھی مانے لیتی ہوں۔

سلیمہ۔ ہاں بہن یہ تو سچ ہے کہ اس میں آسمان اور جسم کا لفظ نہیں ہے مگر تفسیر والے تو یہی کہتے ہیں کہ وہ زندہ آسمان پر چلے گئے۔

فہمیدہ۔ جزاک اللہ۔ اتنا تو تم نے مان لیا کہ آسمان اور جسم کا لفظ اس آیہ میں نہیں ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اِنِّی مُتَوَفِّیکَ اصل آیت میں رَافِعُکَ سے پہلے ہے پس رفع بعد ہی ہوا۔ اب اگر رفع کے معنی جسم سمیت آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہوتا ہے تو یہ تمھارا فرض ہے کہ تم قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھکر سناؤ جس سے اِن معنوں کی صراحت ہو جائے۔ بہن! یہ تو مسیح کی موت پر نص صریح ہی اور یہ جو تم تفسیروں کا ذکر کرتی ہو کہ تفسیروں میں لکھا ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے وہ تفسیریں مفسروں کے اپنے خیالات ہیں۔ اور ان میں جھوٹھ سچ خشک و تر ہر قسم کی باتیں درج کر رکھی ہیں۔ بلکہ بعض نبیوں کے حالات میں ایسی باتیں دور از قیاس لکھی ہیں کہ ان کے بیان کرنے سے بھی ہے ہے شرم آتی ہے۔ اور میں یہ بھی کہتی ہوں کہ کوئی تفسیر کم ملے گی جس میں اور معنوں کے ساتھ موت کے معنی نہ لکھے ہوں

سلیمہ۔ بھلا متوفیک کے معنی موت کہاں لکھے ہیں۔

فہمیدہ۔ جی حضور۔ متوفیک کے معنی موت تو ایسے عام ہیں کہ اگر ضد اور تریاہٹ نہ ہو۔ بلکہ یوں کہو کہ ملاہٹ نہ ہو۔ کیونکہ آج کل تو بالک ہٹ۔ راج ہٹ تریاہٹ کے ساتھ ملاہٹ بھی ثابت ہو گئی ہے۔ ایک معمولی آدمی بھی اسکے یہی معنی کرتا ہے۔ اچھا میں تمھیں ایک بات سناتی ہوں تمھیں وہ مشہور مقدمہ جانڈاو کا یاد ہوگا جو ہمارے ہمسایہ میں میاں نظیر حسین کی بیوی نے کیا تھا۔ اور اپنے کاغذات والد صاحب کے پاس لائی تھی تو کیا اس میں نہ لکھا ہوا تھا کہ رقیہ بیگم زوجہ میاں نظیر حسین متوفی۔ کچھ تو تمھیں یاد آ گیا ہوگا۔ متوفی کے معنی تم کیا سمجھتی تھیں اور آپ ہی بتا دو کہ

یہ جو ہم روزمرہ ایسے الفاظ بولتے ہیں تو اُن سے کیا مراد ہوتی ہے۔
اچھا تو سب سے پہلے عام بول چال میں متوفی کے یہی معنی ہوتے ہیں۔ پھر قرآن شریف میں جہاں جہاں توفی کا لفظ مختلف صیغوں سے آیا ہے اس کے یہی معنی ہیں۔ تم سنو میں اُس کی نظیر میں ایک چھوڑ تیئیس آیتیں سناتی ہوں جس جس جگہہ یہ لفظ آیا ہے اس کے معنی موت ہی کے ہیں اور وہ آیتیں یہ ہیں۔

نام سورۃ	پارہ	آیت قرآن شریف	نام سورۃ	پارہ	آیت قرآن شریف
بقرہ	۱	یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ	نمل	۱۴	توفهم الملائکة
〃	۲	〃	〃	〃	〃
آل عمران	۴	تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ	محمد	۲۶	اذا توفتهم الملئکة
نساء	〃	یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ	مومن	۱۴	منکم من یتوفی
〃	۵	اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ	〃	〃	او نتوفینك
۰	۰	الْمَلٰئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ	زمر	۲۴	الله یتوفی الانفس حین
اعراف	۸	رسلنا یتوفهم	۰	۰	موتها والتی لم تمت فی
〃	۹	توفنا مسلمین	۰	۰	منامها فیمسك التی قضی
انعام	۷	توفته رسلنا	۰	۰	علیها الموت ویرسل الاخری
توبہ	۱۰	یتوفی	انعام	〃	هو الذی یتوفکم باللیل
یونس	۱۱	واما نرینك بعض الذی	۰	۰	یعلم ما جرحتم بالنهار ثم
۰	۰	نعدهم او نتوفینك	۰	۰	یبعثکم فیه لیقضی اجل مسمی
یوسف	۱۳	توفنی مسلما والحقنی بالصلحین	حج	۱۷	من یتوفی
سجدہ	۲۱	یتوفکم ملك الموت	نحل	۱۴	ثم یتوفکم
مومن	۲۴	اما نرینك بعض الذی	رعد	۱۳	او نتوفینك
		نعدهم او نتوفینك			

اب ظاہر ہے کہ ان تمام مقامات قرآن شریف میں توفی کے لفظ سے موت اور قبض روح ہی مراد ہے اور سورۂ زمر اور انعام کی دو آیتیں اگرچہ بظاہر نیند سے متعلق ہیں مگر درحقیقت ان دونوں آیتوں میں بھی نیند مراد نہیں لی گئی بلکہ اس جگہ بھی اصل مقصد اور مدعا موت ہے اور یہ ظاہر کرنا منظور ہے کہ نیند بھی ایک قسم کی موت ہی ہے اور جیسے موت میں روح قبض کی جاتی ہے نیند میں بھی روح قبض کی جاتی ہے ــ سو ان دونوں مقامات میں نیند پر توفی کے لفظ کا اطلاق کرنا ایک استعارہ ہے جو نیند کے قرینہ کو ملحوظ رکھکر استعمال کیا گیا ہے ـ یعنی صاف لفظوں میں نیند کا ذکر کیا گیا ہے تا ہر ایک شخص سمجھ لیوے کہ اس جگہ توفی سے مراد حقیقی موت نہیں ہے بلکہ مجازی موت مراد ہے جو نیند ہے چونکہ قرآن شریف میں عام اور اصل معنی توفی کے موت ہیں لیکن جب اس کے معنی سے نیند مراد لی تو قرینہ بیان کر دیا ـ یہ بات ادنیٰ ذی علم کو بھی معلوم ہوگی کہ جب کوئی لفظ حقیقت مسلمہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے یعنی ایسے معنوں پر جن کے لیے وہ عام طور پر موضوع یا عام طور پر مستعمل ہو گیا ہے تو اس جگہ متکلم کے لیے کچھ ضروری نہیں ہوتا کہ اسکی شناخت کے لیے کوئی قرینہ قائم کرے ـ کیونکہ وہ ان معنوں میں شائع متعارف اور متبادر الفہم ہے ـ لیکن جب ایک متکلم کسی لفظ کے معانی حقیقت مسلمہ سے پھیر کر کسی مجازی معنی کی طرف لیجاتا ہے تو اس جگہ صراحۃً یا کنایۃً یا کسی دوسرے رنگ کے پیرایہ میں کوئی قرینہ اُس کو قائم کرنا پڑتا ہے جس کا سمجھنا مشتبہ نہ ہو ـ اور اس بات کے دریافت کے لئے کہ متکلم نے ایک لفظ بطور حقیقت مسلمہ استعمال کیا ہے یا بطور مجاز اور استعارہ نادرہ کے یہی کھلی کھلی علامت ہوتی ہے کہ وہ حقیقت مسلمہ کو ایک متبادر اور شائع متعارف لفظ سمجھکر بغیر احتیاج قرائن کے یوں ہی مختصر بیان کر دیتا ہے مگر مجاز یا استعارہ نادرہ کے وقت ایسا اختصار پسند نہیں کیا کرتا بلکہ اُس کا فرض ہوتا ہے کہ کسی ایسی علامت سے جس کو ایک دانشمند سمجھ سکے اپنے اس مدعا کو ظاہر کر جائے کہ یہ لفظ اپنے اصل معنوں پر مستعمل نہیں ہوا اب چونکہ یہ فرق حقیقت اور مجاز کا صاف طور پر بیان ہو چکا تو جس شخص نے قرآن کریم پر اول سے آخر تک نظر ڈالی ہوگی اور جہاں جہاں توفی کا لفظ موجود ہے بنظر غو

دیکھا ہوگا وہ ایماناً ہمارے بیان کی شہادت دے سکتا ہے چنانچہ بطور نمونہ دیکھنا
چاہیے کہ یہ آیات (۱) اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ۔
(۲) تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا (۳) وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى (۴) تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔
(۵) يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ (۶) تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (۷) يَتَوَفّٰهُمْ (۸) تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ۔
(۹) تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (۱۰) ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ کیسی صریح اور صاف طور پر موت
کے معنوں میں استعمال کی گئی ہیں۔ مگر کیا قرآن شریف میں کوئی ایسی آیت بھی ہے
کہ ان آیات کی طرح مجرد توفّی کا لفظ لکھنے سے اس سے کوئی اور معنی مراد لیے گئے
ہیں موت مراد نہ لی گئی ہو۔ بلاشبہ قطعی اور یقینی طور پر اول سے آخر تک قرآنی محاورہ
یہی ثابت ہے کہ ہر جگہ درحقیقت توفّی کے لفظ سے موت ہی مراد ہے۔ تو پھر متنازع فیہ آیت
کی نسبت جو اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ ہے اپنے دل سے کوئی معنی مخالف عام
محاورہ قرآن کے گھڑنا اگر الحاد اور تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔

بس بہن ایسی باتوں سے ڈرنا چاہیئے ✦

سلیمہ۔ بھلا میں پوچھتی ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مُتَوَفِّيْكَ فرمایا کیوں مُمِيْتُكَ
ہی نہ کہدیا تاکہ کوئی جھگڑا ہی نہ پیدا ہوتا ✦

فہمیدہ۔ یہ بات کہ موت کے محل پر توفّی کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے۔ موت کا لفظ
کیوں استعمال نہ کیا؟ اس میں بھید یہ ہے کہ موت کا لفظ ایسی چیزوں کی فنا کی نسبت
بھی بولا جاتا ہے جن پر فنا طاری ہونے کے بعد کوئی روح اُن کی باقی نہیں رہتی۔ اسی
وجہ سے جب نباتات اور جمادات اپنی صورت نوعیہ کو چھوڑ کر کوئی اور صورت قبول کرلیں
تو اُن پر بھی موت کا لفظ اطلاق پاتا ہے جیسے کہتے ہیں کہ یہ لوہا مر گیا اور کشتہ ہو گیا اور یہ
چاندی کا ٹکڑا مر گیا۔ اور کشتہ ہو گیا۔ ایسا ہی تمام جاندار اور کیڑے مکوڑے جن کی روح مرنے
کے بعد باقی نہیں رہتی اور مورد ثواب و عقاب نہیں ہوتے۔ اُن کے مرنے پر بھی
توفّی کا لفظ نہیں بولتے بلکہ صرف یہی کہتے ہیں کہ فلاں جانور مر گیا یا فلاں کیڑا مر گیا چونکہ
خدا تعالیٰ کو اپنے کلام عزیز میں یہ منظور ہے کہ کھلے کھلے طور پر یہ ظاہر کرے کہ انسان ایک

ایسا جاندار ہے کہ جس کی موت کے بعد فنا نہیں ہوتی بلکہ اُس کی روح باقی رہ جاتی ہے جس کو قابض ارواح اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔ اسی وجہ سے موت کے لفظ کو ترک کر کے بجائے اُس کے تَوَفّی کا لفظ استعمال کیا ہے تا اس بات پر دلالت کرے کہ ہم نے اُس پر موت وارد کر کے بکلی اُس کو فنا نہیں کیا بلکہ صرف جسم پر موت وارد کی ہے اور روح کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ اور اس لفظ کے اختیار کرنے میں دہریوں کا رد بھی منظور ہے جو بعد موت جسم کے روح کی بقا کے قائل نہیں ہیں۔

جاننا چاہیے کہ قرآن شریف میں اول سے آخر تک تَوَفّی کے معنی روح کو قبض کرنے اور جسم کو بیکار چھوڑ دینے کے کیے گئے ہیں۔ اور انسان کی موت کی حقیقت بھی صرف اسی قدر ہے کہ روح کو خدا تعالیٰ قبض کر لیتا ہے اور جسم کو اس سے الگ کر کے چھوڑ دیتا ہے۔ اور چونکہ نیند کی حالت بھی کسی قدر اس حقیقت میں اشتراک رکھتی ہے اسی وجہ سے مذکورہ بالا دو آیتوں میں نیند کو بھی بطور استعارہ توفی کی حالت سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ کچھ شک نہیں کہ نیند میں بھی ایک خاص حد تک روح قبض کی جاتی ہے اور جسم کو بیکار اور معطل کیا جاتا ہے۔ لیکن توفی کی کامل حالت جس میں کامل طور پر روح قبض کی جائے اور کامل طور پر جسم بیکار کر دیا جائے وہ انسان کی موت ہے اسی وجہ سے تَوَفّی کا لفظ عام طور پر قرآن شریف میں انسان کی موت کے بارے میں ہی استعمال کیا گیا ہے۔ اور اول سے آخر تک قرآن شریف اسی استعمال سے بھرا پڑا ہے اور نیند کے محل پر توفی کا لفظ صرف دو جگہ قرآن شریف میں آیا ہے اور وہ بھی قرینہ قائم کرنے کے ساتھ۔ اور ان آیتوں میں صاف طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ اس جگہ بھی توفی کے لفظ سے نیند مراد نہیں ہے بلکہ موت ہی مراد ہے۔ اور اس بات کا اظہار مقصود ہے کہ نیند بھی ایک موت ہی کی قسم ہے جس میں روح قبض کی جاتی ہے اور جسم معطل کیا جاتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ نیند ایک ناقص موت ہے اور موت حقیقی ایک کامل موت ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ توفی کا لفظ جو قرآن شریف میں استعمال کیا گیا ہے خواہ وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل ہے یعنی موت پر یا غیر حقیقی معنوں پر یعنی نیند پر ہر ایک جگہ

اُس لفظ سے مراد یہی ہے کہ روح قبض کی جائے اور جسم معطل اور بیکار کر دیا جاے۔
سلیمان۔ اچھا جب متوفیک کے معنی نیند کے بھی آتے ہیں تو کیوں یہاں نیند کے معنی کریں
فہمیدہ۔ اول تو یہ معنی یہاں ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ میں نے ابھی تم کو بتایا ہے کہ قرآن شریف میں اصل معنی متوفی کے موت کے ہیں۔ نیند وہاں مراد ہوتی ہے جہاں کوئی قرینہ ہو۔ لیکن اگر فرض محال کے طور پر اس کے معنی نیند کے کر بھی لیں تب بھی آسمان پر جانا تو ثابت نہ ہوا کیونکہ نیند میں بھی قبض روح ہی ہوتا ہے تو اب رَافِعُكَ إِلَيَّ میں رفع روح ہوا۔ اب ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ قبض کی جاوے روح اور اُٹھایا جاوے جسم! یہ معنی تو قرآن شریف کے کسی مقام سے بھی ثابت نہیں ہوتے۔ پھر ایسے معنی کرنے جن کا اصل سے کوئی تعلق نہیں ہے بڑی دلیری اور گستاخی ہے۔ میں تو تمھیں سمجھاتی ہوں کہ متوفی کے معنی نیند قرینہ کے سوا کبھی ہوتے ہی نہیں ہیں؟ اگر تم یہ ثابت کرو کہ بدون قرینہ نیند موت کے معنی ہوتے ہیں تب کوئی بات بنے اور یہاں تو اگر سونے کے معنی کرو تو تمھارے مفید مطلب نہیں ہو سکتے مسیح آسمان پر تو پھر بھی نہیں جا سکتا۔
اچھا انصاف کی آنکھ سے دیکھنا چاہیے کہ جس طرح مسیح کے حق میں اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں إِنِّي مُتَوَفِّيكَ فرمایا ہے اسی طرح ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یعنی دونوں جگہ مسیح کے حق میں اور ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تَوَفّی کا لفظ موجود ہے پھر کس قدر ناانصافی کی بات ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ کی نسبت جو تَوَفّی کا لفظ آیا ہے تو اس جگہ تو ہم وفات کے ہی معنی کریں اور اسی لفظ کو حضرت عیسیٰ کی نسبت اپنے اصلی اور شائع متعارف معنوں سے پھیر کر اور ان متفق علیہ معنی سے جو اول سے آخر تک قرآن شریف سے ظاہر ہو رہے ہیں انحراف کر کے اپنے دل سے کچھ اور کے اور معنی تراش لیں اگر یہ الحاد اور تحریف نہیں تو پھر الحاد اور تحریف کس کو کہتے ہیں!!! جس قدر مبسوط تفاسیر دنیا میں موجود ہیں جیسے کشاف اور معالم اور تفسیر رازی اور ابن کثیر اور مدارک اور فتح البیان سب میں زیر تفسیر یعیسیٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ یہی لکھا ہے کہ إِنِّي مُمِيتُكَ

خَلَقَ اَنْفُسَکَ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے طبعی موت سے مارنے والا ہوں بغیر اس کے کہ تو مصلوب یا مضروب ہونے کی حالت میں فوت ہو۔ غایۃ مافی الباب بعض مفسرین نے اپنی کوتہ اندیشی سے اس آیت کی اور وجوہ پر بھی تفسیریں کی ہیں لیکن صرف اپنے بے بنیاد خیال سے نہ کسی آیت یا حدیث صحیح کے حوالہ سے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان سے پوچھا جاتا کہ حق کے ساتھ تم نے باطل کو کیوں اور کس دلیل سے ملایا بہرحال جب وہ اس بات کا اقرار کر گئے کہ منجملہ اقوال مختلفہ کے یہ بھی ایک قول ہے کہ ضرور حضرت مسیح فوت ہو گئے تھے اور ان کی روح اٹھائی گئی تھی تو ان کی دوسری لغزشیں قابل عفو ہیں۔ ان میں سے بعض جیسا کہ صاحب کشاف خود اپنے قلم سے دوسرے اقوال کو قیل کے لفظ سے ضعیف ٹھہرا گئے ہیں + اب اس پر بتاؤ تمہیں کیا اعتراض باقی ہے

سلیمہ۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اس مسئلہ وفات پر پوری گفتگو کر لو پھر مجھکو جو کچھ کہنا ہوگا کہوں گی۔ ابھی پانچ آیتیں تو پوری کرو۔

فہمیدہ۔ بہت اچھا میں پوری تیس گننے کے لیے طیار ہوں۔ یہ تو میں نے اس لیے پوچھا تھا کہ ساتھ ہی ساتھ اگر کوئی تگڑا اعتراض ہو تو اس کو رفع کر دوں۔ مُتَوَفِّیْ کے معنی تو میں نے خوب کھول کر بیان کر دیے ہیں مگر اس کو ذرا اور سلجھا کر بیان کرنے کی غرض سے دوسری آیت حضرت عیسیٰ کی وفات میں میں وہ پڑھتی ہوں جو حضرت عیسیٰ ہی کے مبارک منہ سے قرآن شریف میں درج ہے اور وہ یہ ہے فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ یہ خود ان کا اقرار موجود ہے کہ جب تو نے مجھکو وفات دیدی تو تو ہی میری امت کا نگہبان ہے۔ اس سارے قصہ کو پڑھنے سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد کا واقعہ ہے +

نوٹ یعنی حضرت عیسیٰ کی امت انکی وفات ہی کے بعد بگڑتی ہے اور ایک بات اور یاد رکھنی چاہیے کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ نہ آئیں گے کیونکہ اگر دوبارہ آنا ہوتا تو وہ یہ عذر نہ کرتے بلکہ اپنی کارگذاری پیش کرتے کہ میں نے تو جا کر اصلاح کی ہے۔ منہ

اور خود ہمارے سید و مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور مبارک منہ سے بھی میں قربان جاؤں یہی الفاظ نکلے ہیں جیسے موتیوں کی لڑی چنانچہ فرمایا فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ (عیسی) فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ

اچھی بہن! تمھیں خدا کی قسم - اب تم اللہ میاں کو حاضر ناظر جان کر انصاف کرو کہ اگر توفی کے معنی آسمان پر چڑھا لینا ہیں تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی تمھارا یہی عقیدہ ہے؟

سلیمہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج شریف نہیں ہوئی؟

فہمیدہ - ہاں معراج تو ہوئی اور ضرور ہوئی مگر تم جو معراج کی بابت یہ سمجھی ہوئی ہو کہ

⁜ **حاشیہ** آپا سلیمہ! لو تمھیں معراج کی اصل حقیقت سمجھاؤں ذری سنبھل جاؤ - میں صدقہ اور قربان اپنے پیرو مرشد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آپ نے معراج کا مسئلہ یوں فرمایا کہ رسول اللہ کو جو معراج ہوئی مولویوں نے اس میں غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ آپ نہا دھو عطر پھلیل مل سرمہ کاجل لگا کنگھی پٹی کر کے براق پر سوار ہو بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کرتے اور وہاں کے عجائبات دیکھتے ہوئے آدم - عیسیٰ یحییٰ - ادریس - یوسف - موسیٰ - ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات کرتے ہوئے عرش سے پرے اتر گئے اور اللہ میاں سے مصافحہ و معانقہ جا کیا اور اللہ میاں نے فرمایا تم اچھے ہو تمھارے اہل و عیال دوست آشنا سب خیر صلاح سے ہیں - آپ نے عرض کیا ہاں باری تعالیٰ آپ کے فضل و کرم سے ہر ایک دم شکر کے قابل ہے پھر اللہ میاں نے فرمایا دور سے بڑی منزلیں طے کر کے آئے ہو بہشت و دوزخ کا نظارہ دیکھ کر واپس مکہ میں چلے جاؤ اور آرام کرو - بس بہن آپ جلد جلد سب کچھ دیکھ بھال کر واپس آ کر چارپائی پر لیٹ گئے - نہیں نہیں صحیح بات یہ ہے کہ معراج زینہ کو کہتے ہیں وہ گویا عروج اور ترقی مدارج کی ایک سیڑھی تھی پس وہ عروج اور دنو اب تک ہر آن میں ترقی پر ہے اور یہ مدارج کا لامتناہی سلسلہ ہے - خدا تعالیٰ کی ذات کی بھی کوئی انتہا یا حد بست نہیں اور انسان کی ترقی اور قرب الٰہی کی بھی کوئی حد نہیں ہے - اور وہ جو آپ کا نزول تھا وہ نزول بھی اور قسم کا تھا جو سلسلہ تبلیغ ہدایت و ارشاد کے لیے تھا - شہیدی نے خوب کہا ہے -

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل ۔۔۔ خواص اُس برزخِ کبریٰ میں تھا حرفِ

وہ آسمان پر اس جسم کے ساتھ (جو کھانے پینے پیشاب پاخانہ کی ضرورتوں کا محتاج ہے) گئے تھے تو آپا! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نبوۃ ہی کو باطل ٹھیراتی ہو

سلیمہ - اوئی بہن! توبہ کر خدا نہ کرے کہ میں آپ کو جھوٹا نبی سمجھوں اُس نگوڑے منہ میں خاک اور اوپر سے انگارے بھرے جائیں جو آپ کو جھوٹا کہے اُس کی زبان جل جائے اور کالا منہ اور نیلے ہاتھ پیر جو ایسا خیال دل میں کرے۔

فہمیدہ آپا سلیمہ یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مانتی ہو اور آن کا کلمہ پڑھتی ہو پر ان موئے مولویوں کے کہنے سننے سے ایسے عقیدے ہو گئے ہیں کہ ان کو مان کر آپ کی نبوت پر دھبہ لگتا ہے۔ ان نگوڑے نادانوں نے بات کی حقیقت تو سمجھی ہی نہیں اور کچھ کا کچھ سیدھی بات کا گورکھ دھندا بنا دیا ہے مثلاً یہی معراج کا مسئلہ ہے میں سچ سچ کہتی ہوں اور تم کو بھی اگر ضد نہ ہو گی تو یہی ماننا پڑے گا کہ جس طرح یہ موئے ملا نے کہتے ہیں اس طرح مانیں تو گویا آپ کو معاذاللہ جھوٹا نبی ہی کہنا پڑے گا۔

سلیمہ- اچھی بہن! وہ کیونکر۔

فہمیدہ لو سنو! وہ اس طرح۔ قرآن شریف میں ہے کہ جب مکہ کے نگوڑے نا سمجھ کافروں نے آپ سے یہ معجزہ مانگا تھا کہ ہم تجھ کو قبول کریں گے جب تو ہمارے سامنے اور پھر ہمارے دیکھتے دیکھتے آسمان پر چڑھ جاوے اور ہمارے دیکھتے دیکھتے اتر آوے تو آپ نے کیا جواب دیا؟ تمھیں کچھ یاد ہے۔

سلیمہ مجھے تو معلوم نہیں۔ تمھیں بتاؤ۔ بس تو تم سے ہی سننا چاہتی ہوں۔

فہمیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا اے میرے رسول ان سے کہدو کہ میرا رب اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے قانون کو بدلدے اور میں تو صرف ایک رسول اور بشر ہوں۔ اب ایک کم فہم آدمی تو کہے گا کہ یہ کیا جواب ہے؟ حالانکہ جب آپ کو معراج ہو چکی تھی تو آپ جھٹ پٹ آسمان پر چڑھ جاتے اور پھر اُتر آتے۔ مگر بتاؤ اس جواب میں یہ تو نہیں کہا کہ اچھا لو دیکھو میں آسمان پر

چڑھتا ہوں بلکہ یہ کہا کہ میرا رب پاک ہے یعنی اللہ میاں کی یہ عادت کبھی کسی رسول کے ساتھ نہیں ہوئی کہ اس کو اس خاکی جسم سمیت آسمان پر لیجاوے اور پھر آسمان سے اُتارا ہو۔ اگر اس نے پہلے کسی نبی کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہوتا تو میرے ساتھ بھی کرتا۔

اب غور کرو کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار کے جواب میں ایسا فرمانا صاف ظاہر نہیں کرتا کہ آسمان پر اس جسم کے ساتھ کوئی نہیں جاتا بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر صحابہ کا یہ مذہب ہوتا کہ حضرت عیسیٰ اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر گئے ہیں تو کیا وہ بول نہ اُٹھتے کہ حضور! یہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے تو پہلے فرمایا تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اسی جسم کے ساتھ گئے ہیں۔ اور آپ نے ہی تو ہم کو معراج کا ذکر سُنایا تھا۔ حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ صحابہ میں سے کوئی نہ بولا۔ اگر ہم یہ اعتقاد کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی خاکی جسم سے آسمان پر گئے تھے۔ اور عیسیٰ بھی گئے تھے تو بتاؤ موئے نامراد کافروں کے اس سوال کے جواب میں

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا کہنا کیونکر صحیح ہوگا؟

سلیمہ۔ ہاں بیشک یہ تو سچ ہے لیکن آپ کو کیا معراج نہیں ہوئی؟

فہمیدہ۔ نہیں نہیں! معراج تو ہوئی اور ضرور ہوئی۔ آپا تمھاری الھڑپن کی باتیں نہیں جاتیں۔ حضور کا وہ جسم نوری تھا اور وہ عین بیداری میں معراج ہوئی ہے۔ میں تمھیں سمجھا تو چکی ہوں کہ وہ معراج اب تک چلا جاتا ہے وہ ابھی تک ختم نہیں ہوا اور نہ ختم ہو۔ اس جسم کے ساتھ آنا جانا ماننا اسکی اصل حقیقت کو بگاڑ دینا ہے۔

میں تمھیں ایک اور بات بھی سُناتی ہوں کہ تمام صحابہ کا یہی مذہب تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا اُس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات سے انکار کیا۔ اور یہ انکار شدتِ محبت کی وجہ سے تھا۔ اُنھوں نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ اگر کوئی کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا ہے تو میں اُس کا سر اُتار دونگا اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور یہ آیت پڑھی تھی مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ یعنی محمد صرف اللہ کے رسول تھے اور ان سے پہلے

جس قدر رسول تھے سب وفات پا چلے ۔ پس اگر محمدؐ مر جاویں یا قتل کیے جاویں تو کیا تم اسلام چھوڑ دو گے ؟ تب عمرؓ سمجھ گئے اور اپنی تلوار میان میں کر لی ۔ اب دیکھو کہ اگر صحابہ میں سے کوئی ایک بھی حضرت عیسیٰ کا زندہ آسمان پر جانا مانتا تو کیا وہ یہ کہتا کہ حضرت آپ یہ آیت کیوں پڑھتے ہیں ابھی حضرت عیسیٰ تو زندہ ہی ہیں مگر ایک نے بھی سوال نہ کیا اور چپ چاپ سُنتے رہے ۔

اس کے علاوہ قرآن شریف حضرت عیسیٰ کی وفات کے دلائل سے بھرا پڑا ہی صحیح نہیں کہ وہ آسمان پر گئے ہوں اور بہن بھلا اگر وہ اسی جسم کے ساتھ گئے ہیں تو پھر قرآن شریف میں لکھا ہے مَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ ۔ یعنی ان کے جسموں کو ہم نے ایسا نہیں بنایا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں ۔ شاید وہ اکیلے آسمان پر نہ ہوں گے ۔ ایک اچھا خاصہ لشکر ہو گا کیونکہ باورچی بھی چاہیے ۔ درزی ۔ دھوبی ۔ سقہ خاکروب سب ہی ہوں تو کام چلے ۔ پھر اتنے اور لوگوں کو بھی آسمان پر لے جاؤ ۔ اری بہن یہ تو بتلاؤ کیا خدا ایسا کمزور اور ڈرپوک تھا کہ یہودیوں کے حملہ سے بچانے کے لیے اس کو زمین پر جگہ نہ ملی اور دوسرے آسمان پر لیجائے بغیر دم ہی نہ آیا پہلے پر بھی نہ چھوڑا اور نہ ہی اپنے پاس عرش پر لیگیا ؟ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام نبیوں کے سردار تھے اُن پر حملہ ہوا تو زمین ہی پر رکھا اُن کو آسمان پر نہ اُٹھا لیا ۔ اور حضرت عیسیٰ کو ایسا اُٹھایا کہ اب تک بھی جبکہ یہودی تباہ ہو گئے ذلیل وخوار ہو گئے اُن کے ڈر سے نہیں اُتارتا اوئی بہن خدا سے ڈرو یہ کیسی بیہودہ باتیں ہیں ۔

سلیمہ ۔ اچھی بہن تم نے تو میرے ہوش بُھلا دیے ۔ آج تک تو یہی سُنتے آئے تھے کہ وہ زندہ آسمان پر گئے مگر حقیقت میں تو یہ نہایت مکروہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے خدا کی اس سے توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے ہتک خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس سے بے عزتی ۔ اچھا بہن اب تو رات بہت چلی گئی ۔ نیند سے بدن میں سناٹے سے آنے لگے ہیں اور انگڑائیوں پہ انگڑائیاں ۔ کل صبح کو کوئی کتاب دکھانا میں سوچوں گی ۔ نفیسہ نے بڑی جدوجہد کے بعد یہ کلمہ بہن کے منہ سے

سُنا تو بڑی خوشی پیدا ہوئی کہ الحمد للہ وہ یہاں تک تو پہنچی اور آیندہ کو امید بندھ گئی چونکہ رات زیادہ جا چکی تھی۔ دونوں بہنیں اپنی اپنی چارپائی پر سو رہیں۔ سلیمہ فہمیدہ کی نسبت زیادہ دیندار تھی۔ اور فہمیدہ پہلے نماز میں بھی بڑی سست تھی اسلیے سلیمہ کو فہمیدہ کا پابند صلوٰۃ ہونا تعجب سا ہوتا تھا۔ اور قرآن شریف کی تلاوت کرتے بھی دیکھتی تھی اس کا تعجب اور بھی بڑھ گیا تھا۔ جب اُس نے جاڑے کی راتوں میں رات کے دو بجے اُسے اُٹھ کر تہجد پڑھتے ہوئے پایا۔ اِن باتوں کو دیکھ کر وہ اپنے دل ہی دل میں اپنے پہلے خیالات کی بابت جو اُس نے مرزا صاحب کی بات سُنتے ہوئے تھے شک میں پڑ گئی۔ اور آج رات بھی اُسی اُدھیڑ بُن میں رہی اور اپنے بستر پر آرام کیا *

تیسرا باب

علم النساء سے مکالمہ

فجر کی نماز کے لیے علم النساء سب سے پہلے اُٹھ بیٹھی تھی اور وہ نماز سے فارغ ہو کر اپنے وظیفہ میں جو استغفار اور درود شریف تھا مصروف ہو گئی۔ جب سورج نکل آیا تو اُس نے اپنا قرآن شریف نکالا جو دہلی کا چھپا ہوا اور بہت ہی جلی قلم سے لکھا ہوا تھا اتفاق سے اُس کی آج کی تلاوت میں سورۂ نور تھی چنانچہ اپنے طور پر وہ اُس کی تلاوت کرتی رہی * اُدھر دونوں بہنیں فہمیدہ اور سلیمہ بھی نماز سے فارغ ہو چکی تھیں۔ فہمیدہ تو قرآن شریف کی تلاوت کر کے باورچی خانہ کی طرف چلی گئی۔ سلیمہ بیٹھی ہوئی قرآن شریف پڑھ رہی تھی اور سورۂ آل عمران کی اُن آیتوں کو جن میں حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے بار بار سوچتی تھی اور پڑھتی تھی۔ یہ ابھی تلاوت کر رہی تھی کہ دادی نے آواز دی۔

دادی - بیٹی سلیمہ! سلیمہ -

سلیمہ - جی! حاضر ہوئی - یہ کہہ کر سلیمہ اُٹھی اور سلام کرکے دادی کے پاس ہی مصلے پر جا بیٹھی -

دادی - کہو بیٹا رات تو تم اپنی بہن سے بڑی دیر تک باتیں کرتی رہی تھیں بعض بعض وقت تمھاری آواز بڑی اونچی ہوجاتی تھی -

سلیمہ - خالہ اماں! کچھ مرزا صاحب قادیانی کا ذکر شروع ہوگیا اس پر بات لمبی ہوگئی - بہن فہمیدہ نے تو مجھکو وبدا میں ڈالدیا ہے - اگر باپ دادا کی سُنی سُنائی باتوں اور اپنی پڑھی ہوئی کتابوں پر عمل کروں تو فہمیدہ آپا کو جھوٹا کہنا پڑتا ہے - لیکن اگر انصاف ہاتھ میں لیکر ان باتوں پر غور کیا جائے جو آپا نے سُنائیں تو پھر ان ساری تفسیروں کو چھوڑنا پڑتا ہے - کیا کہوں کچھ سمجھ میں تو آتا نہیں -

دادی - بیٹی بات کیا تھی مجھ کو بھی تو کچھ معلوم ہو -

سلیمہ - خالہ جی! بات تو کچھ ایسی بڑی ہے بھی اور نہیں بھی بات تو صرف یہ تھی کہ آپا کہتی تھی کہ حضرت عیسٰی مر گئے جس طرح اور نبی مر گئے میں نے کہا نہیں وہ زندہ آسمان پر گئے ہیں - اِس پر آپا نے قرآن کی آیتیں سُنائیں اور مجھے لاجواب کردیا -

دادی - جب تم لاجواب ہوگئیں تھیں تو بیٹا تم نے مان لیا ہوتا

سلیمہ - ہاں اماں مان لینے میں ہی کچھ تردد سا ہو رہا ہے - جواب تو مجھے آتا نہیں اور دل ماننے کو چاہتا نہیں کروں تو کیا کروں -

دادی - میں تمھیں اس کا علاج بتاتی ہوں - استغفار پڑھو - شیطان موسے نے اثر کیا ہوا ہے - بیٹی میں تمھارے صدقہ ہم بھی تو تمھاری طرح ایسا ہی مانتے تھے مگر خدا بھلا کرے دوجہان میں مولوی انصاف علی صاحب کا جنھوں نے میرے دانش کو سمجھایا اور سمجھایا بھی ایسا کہ اس کی زندگی کو بدل دیا اس کے ذریعہ ہم کو بھی اللہ میاں نے یہ نور بخشا - اور پھر ہم تو کوئی آٹھ دن وہاں جا کر رہے - اور ان کی باتیں سُنیں - بیٹی میں اس کو کرامت کہوں معجزہ کہو صاف مانتی ہوں - میرو دانش اللہ اس کی عمر میں برکت دے جب علیگڈھ

سے آیا تھا کچھ اُس کا مزاج ہی اور طرح کا ہو گیا تھا۔ سارا گھر اس سے پناہ مانگتا تھا مگر اب وہی دانش ہے جب سے اُس نے حضرت امام موعود کی بیعت کی ہے پکا مسلمان ہو گیا ہے۔ نماز روزہ پر ٹھٹھا کیا کرتا تھا۔ اب تہجد اور اشراق تک قضا نہیں کرتا۔ اور ہر مہینہ میں تین روزے رکھتا ہے۔

سلیمہ۔ ہاں مینے بہن فہمیدہ سے یہ ساری باتیں سُنی ہیں۔ یہ تو بڑی پُرتاثیر باتیں ہیں جب تک کسی شخص میں خود پاکیزگی کی بہت بڑی طاقت نہ ہو وہ دوسروں کو پاک کب کر سکتا ہے خصوصاً پوتڑوں کے بگڑے ہوؤں کو ۔

دادی۔ ہاں بیٹی رات جو تم مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی تھی وہ اب پوچھ لو۔

سلیمہ بہت اچھا! پہلی بات تو یہ ہے کہ جب اصغر نے چار کا عدد کہا تو آپ نے اپنی نئی گنتی میں یہ بات بھی کہی تھی کہ مسیح موعود کا چوتھا بیٹا ایک نشان ہے اِس کا کیا مطلب ؟

دادی۔ بیٹی یہ ذری قصہ طلب بات ہے اتنا تو تم کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہمارے سارے کنبے نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو (میں صدقہ جاؤں اُن کے نام پاک کے) مسیح موعود اور امام مہدی معہود مان لیا ہے۔ اور ہم جب کبھی امام صاحب یا مسیح موعود یا حضرت اقدس یا حضرت صاحب کہتے ہیں تو اس سے ہماری مراد آپ سے ہی ہوتی ہے حضرت اقدس نے بہت سی پیشگوئیاں کی ہیں جو پوری ہوتی رہی ہیں منجملہ اُن پیشگوئیوں کے آپ نے ایک یہ پیشگوئی کی تھی کہ عبدالحق نہیں مرے گا جب تک کہ وہ چوتھے لڑکے کو نہ دیکھ لے سو یہ چوتھا مبارک لڑکا خدا کے فضل و کرم سے پیدا ہو گیا اور عبدالحق ابھی زندہ ہی اور اُس نے اس خبر کو سُن لیا۔ اب کئی برس پہلے خبر دینا کہ ایک لڑکا ہوگا اور پھر ایک شخص کے اُس وقت تک زندہ رہنے کی پیشگوئی کرنا بغیر خدا کے بتائے کون کر سکتا ہے۔

سلیمہ میں نے تو سُنا ہے کہ اُن کی کئی پیشگوئیاں غلط نکلی ہیں۔

دادی۔ بیٹی تم نے غلط سُنا ہے تم ایک کا ہی نام تو جو غلط نکلی ہو۔

سلیمہ۔ اچھی پہلے یہ تو بتاؤ مو اعبدالحق کون ہے اور اُس کو کیوں خطاب کیا۔

دادی یہ نگوڑا عبدالحق ایک غزنوی پٹھان یا اُس کے علاقہ کا رہنے والا ہی اُس کے استاد

مولوی عبداللہ صاحب مرحوم عمل بالحدیث کی وجہ سے اپنے ملک کے ظالم مولویوں کے ہاتھ سے ستائے گئے یہاں تک کہ ان کو ناخدا ترسوں نے اپنے ملک سے نکلوادیا۔ مولوی صاحب موصوف اپنی عمر کے اخیر حصہ میں امرت سر آرہے اور اس وقت وہاں اُن کی اولاد آباد ہے اور غزنویوں کی مسجد مشہور ہے۔ یہ عبدالحق بھی اُن کا شاگرد ہے۔ ابتدا میں جب ابھی حضرت اقدس نے کوئی دعویٰ نہ کیا تھا اور نہ کسی کو معلوم تھا کہ یہ شخص مامور ہوگا اُس وقت مولوی عبداللہ صاحب نے ایک رویا دیکھی تھی کہ قادیاں کی طرف ایک نور نازل ہوا مگر افسوس کہ میری اولاد اُس سے محروم رہ گئی۔ اِس کشف کا بیان کرنے والا ایک شخص حافظ محمد یوسف نام ایک ضلعدار نہر ہے جو مولوی صاحب مرحوم کا اول درجہ کا مخلص دوست تھا۔ ایسا حافظ صاحب کے بھائی منشی محمد یعقوب نے حضرت اقدس کو اللہ بخشے مولوی عبداللہ صاحب کی ایک پیشگوئی بمقام ہوشیارپور سنائی تھی چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اُنھوں نے فرمایا کہ میرے بعد وہ ایک عظیم الشان کام کے لیے مامور کیے جائیں گے۔ یہ موا عبدالحق اس بزرگ کا شاگرد ہے اور اُن کی پیشگوئی کے مُطابق قادیانی نور سے اللہ بخشے مولوی عبداللہ صاحب کی صلبی اولاد کی طرح محروم و بے نصیب ہے۔ حضرت اقدس کی کتاب براھین احمدیہ شائع ہوئی تو میں نے سُنا ہے کہ یہی موا...... عبدالحق بدنصیب...... اس کتاب کے مصنف کے طفیل سے دعائیں مانگا کرتا تھا اور براہین احمدیہ میں جو ایک مثنوی جس میں کے چند شعر یہ ہیں۔

اے خدا اے چارۂ آزارِ ما — اے علاجِ گریہ ہائے زارِ ما
اے تو مرہم بخشِ جانِ ریشِ ما — اے تو دلدارِ دلِ غم کیشِ ما
از کرم برداشتی ہر بارِ ما — وز تو ہر بار و برِ اشجارِ ما
بندۂ درماندہ باشد دل تپاں — ناگہاں درماں برآری از میاں
عاجزی را ظلمتے گیرد براہ — ناگہاں آری برو صد مہر و ماہ
حُسن و خوبی دلبری بر تو تمام — صحبتے بعد از لقائے تو حرام
برکسے چوں مہربانی مے کنی — از زمینی آسمانی مے کنی

خود کنی و خود کنانی کاررا　　　　خود دہی رونق تو آں بازاررا
خود نشینی از پئے تائید او
روئے تو یاد او فتد از دید تو

یہ ایک لمبی مثنوی ہے جس کو یہ کم بخت بدنصیب عبدالحق رو رو کر پڑھا کرتا تھا۔

علم النساء نے جب یہ شعر جھوم جھوم کر پڑھے تو خود بھی اُس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ اِن اشعار میں کچھ ایسی کشش مقناطیسی اور رقت تھی کہ سلیمہ کا دل بھی بھر آیا اور کہا کہ خالہ اِن شعروں کو پھر پڑھنا۔ سبحان اللہ ان میں کیسی توحید اور معرفت اور تاثیر بھر رہی ہے۔ میرا تو دل بس کیا کہوں اندر ہی اندر ان کو سُن کر پگھل رہا ہے۔ یہ کسی معمولی انسان کا شاعرانہ کلام نہیں۔ بلکہ یہ تو کابل بصیرت کامل معرفت اور پورے سرور اور لذت سے بھرے ہوئے دل کی حالت کا اظہار ہے۔ دادی نے پھر ان شعروں کو جھوم جھوم کر سُریلی آواز سے پڑھا اور پھر سلسلہ سخن میں کہا۔ ہاں بیٹی جب حضرت اقدس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو اُس عبدالحق بدبخت نے بھی لو! مینڈکی کو زکام ہوا مخالفت شروع کی اور مباہلہ کا اشتہار دیا۔

سلیمہ۔ اوئی! یہ مباہلہ کیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نجران کے کرانیوں سے مباہلہ کرنا چاہا تھا۔

دادی۔ اے ہاے۔ سنو تو سہی یہی تو ان لوگوں کی جلد بازی اور شتاب کاری ہے جب یہ مباہلہ کا اشتہار نکلا تو حضرت اقدس نے اشتہار کے ذریعہ اطلاع دی کہ دو مسلمانوں میں مباہلہ نہیں چاہیے۔ جب تک دونوں میں سے ایک کو کافر قرار نہ دیا جاوے آخر ایک اور شخص اُٹھا جو بٹالہ کا رہنے والا محمد حسین نام تھا۔ یہ مولوی اپنے آپ کو غیر مقلدوں کا وکیل کہتا تھا اس نے بھی مخالفت شروع کی اور ہندوستان میں پھر کر اپنے اُستاد مولوی نذیر حسین سے کفر کا فتویٰ لکھوایا اور دوسروں نے اسکی مُہریں لگا کر اندھا دُھند اناپ شناپ مُہریں جڑ دیں اور عاقبت خراب کر لی۔

سلیمہ۔ ہاں خالہ جان یہ تو میں نے بھی سُنا تھا کہ سارے مولوی اُس کو کافر کہتے ہیں

اور مولوی محمد حسین کا بھی بہت دفعہ نام سُنا تھا تمہارے بھانجے نے بارہا اُن کی مخالفت کا ذکر مجھ سے کیا مگر وہ اُن کو بھی بُرا سمجھتے ہیں کیونکہ وہ مقلد ہیں اور سُنا ہے کہ یہ بٹالہ والا موا غیر مقلد ہے۔

دادی ہاں بیٹا یہ نگوڑا غیر مقلد ہے۔ اللہ میاں کی عجیب قدرت کی بات تمھیں سُناتی ہوں کہ جب پہلے پہل براہین احمدیہ نکلی تو اسی محمد حسین نے اس کتاب پر ایک مضمون لکھا تھا اور اُس کتاب کی برکت سے اپنی اور اپنے والدین کی مغفرت کی دعا مانگی اور بڑے زور شور سے اپنے رسالہ میں لکھتا ہے کہ اس قسم کی کتاب تائید اسلام میں تیرہ سو سال کے اندر نہیں لکھی گئی اور اس کے مصنف جیسا کوئی مددگار اسلام کا نہیں نکلا۔ پھر خدا جانے اُس بد قسمت نے کیا سوچا اور ایسی ڈھیٹ پنے پر کمر باندھ کر مخالفت کی۔ جب اس نے توبہ اللہ توبہ اللہ کفر کا فتوٰی دیدیا تو حضرت صاحب نے بھی اللہ میاں کے حکم سے مباہلہ کی دعوت کردی۔ کالے کے سامنے دیا کب جلے۔ کوئی مولوی۔ عالم پیر فقیر سامنے نہ آیا۔

۱۸۹۳ء کا ذکر ہے کہ حضرت مرزا صاحب امرت سر میں خیر سے نگوڑے پادریوں کے ساتھ مباحثہ کرنے آئے تو عبد الحق نے بھی بیچ میں خواہ مخواہ ٹانگ اڑا کے مباہلہ چاہا حضرت اقدس نے منظور کر لیا۔ چنانچہ امرتسر کی عیدگاہ بھی قیامت تک دنیا کی تاریخ میں یادگار رہ جائے گی جہاں مباہلہ کیا گیا۔ عبد الحق کے ساتھ کچھ دو چار ایک آدمی تھے اور حضرت مرزا صاحب کے ساتھ خدا جھوٹھ نہ بُلائے تین سو کے قریب آدمی ہوں گے بیٹی! میں نے تو وہ محشر کا میدان دیکھا نہیں۔ ہاں جنھوں نے دیکھا ہے اُن سے سُنا ہے کہ اُس دن عجیب حالت تھی ساری عیدگاہ ہندو مسلمان اور عیسائیوں سے بھری ہوئی تھی۔ شہر کے رئیس موجود تھے۔ پولیس موجود تھی کہیں محمد حسین بھی شامت کا مارا وہاں آنکلا) پر کچھ اور ہی عالم دیکھکر وہ منور چہرہ جو نظر آیا بجزانی کرائیوں کی طرح اُس نے مباہلہ سے انکار کر دیا۔ آخر عبد الحق کے سر پر شامت سوار تھی اُس نے مباہلہ کیا۔ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت مرزا صاحب نے یہ لفظ اپنے مُنہ سے نکالے

اے خدائے قادر مطلق اگر میں تیری نگاہ میں کاذب ہوں

تو خدا جانے ان الفاظ میں کیا ہیبت تھی اور کیسا رعب تھا کہ عید گاہ میں چیخوں کی آواز سے ایک حشر برپا ہو گیا۔ اور قیامت کا سماں بندھ گیا۔ سنتے ہی ہندؤں نے تو ہاتھ جوڑے کہ مہاراج بددعا نہ کریں اور دوسرے لوگ چُپ چاپ حیرت زدہ تھے اور حضرت صاحب کی جماعت میں وہ خشیت الٰہی اور خدا کا خوف پیدا ہوا کہ ہر ایک چھوٹا بڑا رو رو کر آپ کے ساتھ آمین کہتا تھا۔ منشی محمد یعقوب حافظ محمد یوسف کا بھائی اور غزنویوں کا بڑا ارادتمند چیخ مارکر اور کود کر آگے حضرت صاحب کے قدموں کے آپڑا۔ اور کہا یا حضرت! مجھے بیعت میں لے لو۔ وہاں اُس نے بیعت کی۔ اور اسی وقت سے عبدالحق حضرت صاحب کا مخاطب ہوا۔

سلیمہ۔ اچھی خالہ اس مباہلہ کا کیا اثر ہوا۔

دادی۔ بیٹی پہلا اثر تو یہی دیکھ لے کہ مباہلہ کے میدان میں اسی وقت اُن کے ایک ارادت مند نے حضرت سے بیعت کی اور پھر اس کے بعد حضرت اقدس کی قبولیت خدا نے زمین میں عام پھیلا دی اُس وقت شاید ہزار ڈیڑھ ہزار مرید ہوں گے اب پچاس٭ ہزار تک تعداد پہنچنے والی ہے۔ عربی زبان میں کئی کتابیں تصنیف ہو کر شائع ہوئیں جبکہ مولویوں نے کہا کہ اس کو عربی کا ایک صیغہ نہیں آتا۔ الہام وحی کے موافق مباہلہ کے بعد دو صاحبزادے خیر سے پیدا ہوئے۔ اور چوتھے لڑکے کے متعلق متواتر الہام شائع کیے کہ عبدالحق نہیں مرے گا جب تک اس الہام کا پورا ہونا نہ سن لے اور اُس کو کہا گیا کہ وہ دعا سے اسے ٹلا دے آخر کار وہ چوتھا لڑکا مبارک اُس کا کالا منہ کر کے ماشاء اللہ پیدا ہو گیا۔ پھر آتھم عیسائی کی نسبت جو پیشگوئی تھی وہ فضل الٰہی سے جلالی و جمالی دونوں پہلوؤں سے پوری ہوئی۔ رمضان شریف میں سورج اور چاند کو گرہن لگا۔ جس نے اُن کی ذلت کا آسمانی نشان پیدا کیا۔ پھر جلسہ مذاہب میں آپ کا مضمون سب سے اعلیٰ اور غالب رہا اور وہ الہامی پیشگوئی پوری ہوئی جو اس مضمون کی نسبت پہلے سے

٭ اب تعداد جماعت چار لاکھ کے قریب ہے۔

شائع کردی گئی تھی کہ یہ مضمون سب پر غالب آئے گا۔ غلام دستگیر قصوری مولوی مباہلہ کے قصور سے مرگیا۔

پھر مالی فتوحات میں ترقی ہوئی۔ لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی تھی وہ پوری ہوئی۔ محمد حسین کے ہاتھ کفر کی اشاعت سے رہ گئے گئے۔ قرآن شریف کی تفسیر کے مقابلہ میں کوئی عالم سامنے نہ آیا۔ مولوی نورالدین صاحب کے ہاں پیشگوئی کے مطابق لڑکا پیدا ہوا۔ غرض ہر طرح سے اِس الٰہی سلسلہ نے ترقی کی اور ہر میدان میں نگوڑے مخالفوں کو نیچا دیکھنا پڑا۔ دیکھو عبدالحق موئے نے اُنگلی کو لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہا۔ اُس نے بھی اپنے لڑکا ہونے کی پیشگوئی کی تھی جو اُس نے اپنے بھائی کے مرنے کے بعد اُس کی بیوہ سے نکاح کر لیا تھا۔ مگر لڑکا چھوڑ چوہا بھی پیدا نہ ہوا۔

دادی نے یہ فقرہ کچھ ایسے طور اور انداز سے بیان کیا کہ سلیمہ کھلکھلا کر بے اختیار ہنس پڑی اور ساتھ ہی حیرت زدہ ہو گئی۔

سلیمہ۔ موئے عبدالحق کا حال تو میں نے سُن لیا اور سمجھ لیا کہ یہ کون ہے اور حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ میں اُس کا کیا حال ہوا۔ میں نے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ بے شک بغیر تحقیقات کے اِس معاملہ میں زبان کھولنا بڑی غلطی ہے یہ کوئی جھوٹا موٹا دعویٰ نہیں تمہارے بھانجے نے تو منع کر رکھا ہے کہ ان لوگوں کی کسی کتاب کو دیکھنا ہی نہیں چاہیے اور ہمیں تو ملتی بھی نہیں۔ مگر اب اتفاق سے جو میں یہاں آگئی ہوں مجھے موقع مل گیا ہے کہ بعض کتابیں دیکھ بھال لوں۔ رات آپا نے کہا تھا کہ صبح کو دکھاؤں گی۔

خالہ جان! آپ کی باتوں نے سچ تو یہ ہے کہ میرے دل پر ایک ہیبت سی ڈالدی ہے۔ اور میرا تو دل لرزنے اور کانپنے لگا ہے۔ اور مجھ پر ایک سناٹے کا عالم ہے۔ میں اللہ پاک کی قسم رہ رہ کر سوچتی ہوں کہ جس شخص کے مخالفوں کا یہ حال ہے (اب سے دور اللہ بچا دے) ہمارا کیا حال ہو گا۔ اچھی خالہ جان! بے سمجھی کی مخالفت کو تو خدا بھی معاف کر دیتا ہے؟

دادی ہاں بیٹا اگر آدمی سمجھنے کے بعد توبہ کر لے تو اللہ پاک معاف کر دیتا ہے۔ اور

سمجھنے کے بعد بھی مخالفت کرے تو پھر خدا پاک کا غضب بھڑک اُٹھتا ہے۔
سلیمہ۔ اچھی خالہ جان اب میں جا کر کوئی کتاب دیکھتی ہوں پھر کچھ بات چیت کرونگی

چوتھا باب

سیرۃ مسیح موعود کا مطالعہ

سلیمہ دادی کے پاس سے اُٹھکر اپنی بہن کے پاس آئی اور کچھ ناشتا کر کے کہا آپا فہمیدہ بھائی دانش کی کتابیں تو دکھاؤ۔
فہمیدہ بہت اچھا۔ ذری اصغر کو مدرسے بھیج لوں۔ فہمیدہ نے اصغر کا مُنہ ہاتھ دُھلا کھانا دانا کھلا کر ماما کے حوالہ کیا کہ کسی نوکر یا گل محمد کے ساتھ مدرسہ بھجوا دو۔ اور آپ سلیمہ کو مرزا دانش کی کتابوں کی الماری کے پاس لے آئی + اور کہا جو کتاب آپ کو پسند ہو وہ لیلو اور غور سے پڑھو +
سلیمہ۔ ہاں آپا مجھے یاد آیا رات تم نے ذکر کیا تھا کہ اس بزرگ کی تصویر بھی ہے پہلے وہ دکھاو۔
فہمیدہ۔ اچھا آپ پہلے کتابوں کو دیکھیے اور اُن کی سیر کیجیے اور پڑھنے کے لیے کوئی کتاب انتخاب کر لیجیے میں تصویر بھی لاتی ہوں۔ یہ کہکر فہمیدہ تو تصویر لینے چلی گئی اور سلیمہ نے یکے بعد دیگرے کتابوں کے وہ چٹ جو جلدوں کی پشتوں پر ناموں کے لگے ہوئے ہوتے ہیں پڑھنے شروع کیے۔ براہین احمدیہ آئینہ کمالاتِ اسلام سرمہ چشم آریہ انوار الاسلام فتح اسلام۔ توضیح مرام۔ ازالۂ اوہام۔ ایام الصلح۔ انجام آتھم۔ برکات الدعا۔ نور القرآن۔ نور الحق۔ ضرورۃ الامام۔ ضیاء الحق۔ سراج منیر۔ تحفہ بغداد۔ کرامات الصادقین۔ سیرت مسیح موعود وغیرہ وغیرہ ساری کتابوں کے نام پڑھ گئی۔ اور آپ ہی آپ حیرت زدہ ہو کر

دل میں کہتی جاتی تھی کہ کتابوں کے نام تو بہت ہی پیارے نورٌ علیٰ نور اور دلکش ہیں۔ میں نے تو ایسے پاکیزہ اور خوبصورت نام سُنے بھی نہ تھے ان کے نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس بزرگ کو اسلام سے بڑی ہی محبت ہے اور اسلام کی تائید کا بڑا ہی خیال معلوم ہوتا ہے۔ اسی خیال اور حیرت میں کبھی ایک کتاب کو نکالتی اور دو چار جگہ سے اُلٹ پلٹ کر رکھ دیتی اور کبھی دوسری۔ اُس کا جی چاہتا تھا کہ ایک ہی بار ساری کتابوں کو دیکھ جاؤں مگر یہ اَن ہونی بات تھی کہ ایک ہی دفعہ پڑھ جاتی۔ اتنے میں فہمیدہ تصویر لیکر آگئی۔

فہمیدہ۔ لو آپا دیکھو کیسی پاک اور نورانی شکل ہے۔ انصاف سے کہنا۔

سلیمہ۔ اِس میں تو شک نہیں کہ شکل بڑی نورانی ہے آنکھیں کیسی حیا سے بھری ہوئی ہیں۔ فہمیدہ۔ شاید تمھیں بھی یاد ہو کہ جب تمھارے میاں نئے نئے علی گڈھ سے پڑھکر آئے تھے تو اُن کے پاس ایک تصویری کتاب تھی اُس میں بہت سی تصویریں انگریزوں راجاؤں ترکوں اور روسیوں کی تھیں۔ ہندو مسلمان سب تھے۔ آپا میں نے جو اُن کو کھول کر دیکھا کیا کہوں وہ موے ایسے دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے مجھے تو شرم آگئی اور میں نے کہا بھیا دانش یہ کون لوگ ہیں۔ ان کے چہروں میں تو نور نہیں نری شرارت اور شوخی ٹپکتی ہے۔ دولہ بھائی کچھ ناراض سے ہونے لگے اور کہا تم کیا جانو جنھوں نے گھر سے باہر قدم نہیں رکھا اُنھیں دنیا و مافیہا کی کیا خبر اور خیر میں خاموش ہوگئی مگر آپا خدا پاک کی قسم اس شخص کی آنکھوں میں تو حیا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اِس نئے طرز کے انسانی لباس کو میں دیکھ کر کہتی ہوں کہ پوشاک کی وضع سے کوئی بانک پن یا دنیاداروں کی سی سج دھج نہیں پائی جاتی۔ آج کل کے پیرزادے اور مشائخ اور مولوی کچھ اور ہی اپنا رنگ ڈھنگ رکھتے ہیں۔ بالوں کو خاص طرز کا بناتے ہیں اور اُن کے جبے کلے نئی قسم کے ہوتے ہیں مگر اس میں کوئی بناوٹ معلوم نہیں ہوتی۔ بھلا کہیں جان بوجھ کر بھی تو ایسی آنکھیں تصویر کھینچنے کے وقت نہیں بنالیں۔

فہمیدہ توبہ توبہ! یہ کیا کہتی ہو تم نے آپ کو دیکھا ہی نہیں ماشاءاللہ خدا نے آپ کی آنکھیں ہی چشم بددور ایسی بنائی ہیں کہ وہ ہمیشہ قریباً بند سی رہتی ہیں۔ آپا میں تمھیں ایک بات سُناتی ہوں

پڑھی بھی ہے اور سنی بھی ہے۔ ایک دفعہ آپ گرمی کے دنوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دریچہ میں سے گذر کر غسل خانہ ہے جہاں عورتیں نہا لیتی ہیں۔ ایک عورت نے قریباً برہنہ ہو کر غسل خانہ میں جانا چاہا۔ ایک دوسری عورت نے اُسے کہا "تینوں دِسدا نہیں! مرجا بیٹھا ہے"! اُس نے جواب دیا کہ "مرجے نوں کجھ لبھدا ہے" اور یہ کہہ کر چلی گئی۔ اب اس سے صاف اور صحیح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نیچی نگاہ کی تعلیم پر آپ کا کیسا عمل ہے اور خود میں نے بھی دیکھا ہے کہ کبھی آنکھ اُٹھا کر کسی کو نہیں دیکھتے۔

سلیمہ۔ ہمارے مذہب میں تو تصویر کا کھینچنا کھینچوانا اور گھر میں رکھنا حرام اور گناہ ہے انھوں نے تصویر کیوں کھنچوائی ہے؟

فہمیدہ۔ آپا گناہ تو خدا تعالیٰ کے کسی حکم کے توڑنے سے ہوتا ہے اور تصویر کے کھنچوانے کا ذکر قرآن شریف میں ہے نہیں۔ اور حرام دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو وہ اپنی ذات ہی میں حرام ہوں جیسے خنزیر وہ بہر حال حرام ہے چھوٹا ہو یا بڑا سفید ہو یا سیاہ۔ اور ایک حرمت کسی نسبت کی وجہ سے ہوتی ہے جیسے روزہ رکھنا تو ثواب کا کام ہے لیکن اگر عید کے دن رکھا جائے تو حرام ہے۔ نماز کا پڑھنا تو ثواب ہے اور فرض۔ لیکن اگر ریا کے لیے پڑھی جائے تو عذاب اور وبال جان ہے۔ روپیہ حلال وجہ سے کمانا حرام نہیں روپیہ میں بجائے خود کوئی حرمت نہیں اگر چوری جوے وغیرہ سے کمایا جائے تو وہ حرام ہے۔ دیکھو روپیہ پیسہ پر (جو ہر وقت ہمارے گھروں میں رہتا ہے اور جیبوں اور محرموں میں ہم سنبھال سنبھال کر رکھتے ہیں) تصویریں ہوتی ہیں خدا تعالیٰ کا نام مصوّر ہے آنکھوں کی پتلی میں ہر وقت ہر چیز کی تصویر اتر آتی ہے اُس کو کیوں حرام نہیں ٹھہراتے ہو۔ پس ایسے امور میں نیت کو دیکھنا چاہیے کہ کیا ہے اگر نیت نیک ہے تو حرام نہیں ورنہ حرام اور لغو ہے۔

سلیمہ۔ یہ تصویر پھر کیوں کھچوائی ہے؟ اس میں صحت نیت کیا ہے؟

فہمیدہ۔ ہاں یہ سوال تمھارا معقول ہے حضرتِ اقدس کو فرنگیوں کے ملک میں اسلام کی دعوت کرنی تھی اور وہ لوگ تصویر کا بہت بڑا علم رکھتے ہیں۔ تصویر دیکھ کر اس کے خصائل

خال سے دریافت کر لیتے ہیں کہ یہ شخص کیسا ہے۔ اس لیے آپ نے اُن کو توجہ دلانے کے لیے یہ تصویر کھچوائی تھی جیسے ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مُہر کھُدوائی تھی تاکہ اُن خطوں پر لگوا دیا کریں جو آپ دعوت کے بھیجتے تھے جو غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر سے تھی وہی حضرت اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کی اس تصویر سے ہے آپا! اگر تم چاہو تو تصویر کے متعلق ایک عجیب اور قابل غور مضمون الحکم اخبار میں جو قادیاں شریف سے مہینہ میں* چار بار نکلتا ہے اور جس میں وہاں کے ساری حالات تقریریں خطبے وغیرہ درج ہوتے ہیں) چھپا تھا ضرور پڑھو۔

سلیمہ۔ آپا جان! جزاک اللہ۔ ان باتوں سے جو تم نے مجھے بتائی ہیں تصویر کا اعتراض تو بہت کم زور ہو گیا گویا رہا ہی نہیں تاہم میں اُسے بھی پڑھ لوں گی وہ پرچہ مجھے دیدو۔ فہیمدہ نے الحکم مورخہ ۱۰ ستمبر سنہ ۱۹۰۸ء اُسے دیدیا۔

سلیمہ۔ یہ کتابیں تو ساری کی ساری ایک سے ایک بہتر ہیں۔ اور ان کے پیارے نام کچھ ایسے دل کو کھینچتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ شربت کی طرح گھول کر پی جاؤں مگر تم خود میرے لیے کوئی کتاب تجویز کرو جس کو میں سب سے پہلے پڑھ لوں اور پھر اُس کے بعد کوئی اور پڑھوں گی۔ اسی طرح سلسلہ وار جتنی دیکھ سکونگی دیکھ لونگی۔ فہیمدہ نے کہا آپا یہ سب کتابیں میٹھی روٹی کی طرح ہیں جدھر سے توڑو میٹھی ہی ہے۔ آپا جو کتاب پڑھوگی وہ نور ہی نور ہے۔ خیر۔ تم پہلے سیرۃ مسیح موعود کو پڑھو۔ اور صرف سیرۃ کا حصہ پڑھ لو۔ اس سے تمھیں آپ کے اخلاق۔ عادات کا پتہ لگ جائے گا۔ اور جلد بھی پڑھ لوگی۔ پھر میں تمھیں اور کوئی کتاب دوں گی۔

سلیمہ۔ بہت اچھا۔ یہ کہہ کر سیرۃ مسیح موعود الماری سے نکال لی اور وہاں سے اُٹھکر الگ دوسرے کمرہ میں چلی گئی۔

فہیمدہ۔ الماری بند کر کے اپنے گھر کے کاروبار میں مصروف ہو گئی۔

سلیمہ نے سیرۃ کو کھولا اور اُسے پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ اُس کے پڑھنے میں ایسی محو ہوئی کہ کئی بار ماما نے آ کر دوپہر کے کھانے کی اطلاع دی تو یہی کہا کہ تم سب کھالو میں ظہر کی نماز

* اب آٹھ بار نکلتا ہے۔ منہ

کے بعد کھاؤں گی۔

فہمیدہ بہن کا یہ استغراق اور محویت کا عالم دیکھکر بہت خوش ہوئی اور ایک دو بار اُس نے آنکھ بچا کر دیکھا تو بعض وقت بے اختیار ہو کر اُسے سُبْحَانَ اللهِ پڑھتے سُنا۔ اور دل میں سمجھ گئی کہ سیرت اس پر بہت عمدہ اثر ڈالے گی کیونکہ وہ خوب جانتی تھی کہ ہمارے گھروں میں مرد عورتوں کے ساتھ کیسے سلوک کرتے ہیں اور عورتیں مردوں کے ساتھ کس طرح پیش آتی ہیں۔ بہر حال ظہر کی نماز کے وقت تک سلیمہ نے سیرت کے چاروں جزو پڑھ لیے۔ اُس کا دل چاہتا تھا کہ اس لیکچر کو بھی پڑھ لے جو سیرت کے دوسرے حصہ میں اس مضمون پر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے آکر کیا کیا۔ مگر فہمیدہ نے اُسے کہا کہ ظہر کا وقت تنگ ہو چلا ہے۔ سلیمہ یہ سُن کر اُٹھی۔ وضو کیا اور نماز پڑھی نماز کے بعد کھانے کے وقت بہن سے یہ باتیں کیں۔

سلیمہ آپا! خدا تمھارا بھلا کرے تم نے تو آج مجھکو بہت ہی خوش کیا۔ مینے اس کتاب کو پڑھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کوئی ایسا ویسا معمولی آدمی نہیں اولوالعزم آدمی ہے۔ اچھی آپا تم نے بھی تو یہ کتاب پڑھی ہوگی۔

فہمیدہ۔ میں تو کئی بار پڑھ چکی ہوں۔ یہی وہ پہلی کتاب ہے جس کو پڑھ کر اصغر کے ابا نے اپنے مزاج کو بدلا اور مجھ پر ظلم کرنے سے توبہ کی۔ اس واسطے مجھ کو یہ کتاب بڑی ہی عزیز ہے۔ اور اس کتاب کے لکھنے والے کو میں تو دعائیں دیتی ہوں جس نے ان حالات کو جمع کر کے ہزاروں بگڑے ہوئے دلوں کو درست کیا ہوگا۔

سلیمہ۔ جس شخص کے ایسے حالات ہوں اُس کے نیک اور خدا پرست ہونے میں تو کوئی شک نہیں البتہ یہ بات کھٹکتی ہے کہ وہ مسیح موعود کیونکر ہوئے۔

فہمیدہ۔ یہ میں اپنی سمجھ کے موافق تمھیں بتا ہی دوں گی اور خود تم ان کتابوں کو پڑھ کر معلوم کر لوگی جو اعتراض تمھیں کرنے ہوں وہ رات کو کیا کرو اور دن بھر کتابیں پڑھا کرو۔

سلیمہ۔ اچھا اب کوئی اور کتاب دیدو چھوٹی سی ہو۔ دن چھوٹے چھوٹے ہوتے

ہیں تاکہ میں شام تک ختم کرلوں۔

فہمیدہ ضرورۃ امام ایک چھوٹی سی کتاب ہے اور شام تک تم اُسکو پڑھ لوگی۔ اس کو پڑھ کر جو شک وشبہ ہو وہ رات کو بیان کردینا۔

بس فہمیدہ نے ضرورۃ الامام سلیمہ کو دی۔ سلیمہ کو تو وہ شوق ہوگیا تھا اور ان کتابوں میں کچھ ایسا جذب اور کشش تھی کہ اس کے پڑھنے میں عصر کی نمازیں بھی کچھ دیر سی ہوگئی۔ مگر اُٹھی ختم کرکے۔ اس کے بعد اِدھر اُدھر باتیں ہوتی رہیں اور مغرب کی نماز سب نے ادا کی اور کھانا کھا کر عشاء پڑھی اور پھر اپنے اپنے بستر پر آرام کرنے کے لیے چلی گئیں ✣

پانچواں باب

سلیمہ کے اعتراض اور اُن کے جواب

رات کو حسب معمول فہمیدہ اور سلیمہ جب اپنی کوٹھڑی میں آرام کرنے کے لیے گئیں اور بچے سوگئے تو فہمیدہ نے سلسلۂ کلام شروع کیا۔

فہمیدہ۔ کیوں آپا! ضرورۃ امام بھی پڑھ لی کہو کیسی کتاب ہے۔

سلیمہ۔ ہاں مینے اول سے آخر تک پڑھی اور خوب غور اور تدبر سے پڑھی۔ اچھی آپا اس کے پہلے ہی جملہ کو پڑھ کر میں تو لرز گئی کانپ اُٹھی کہ جو اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانے تو وہ جہالت کی موت مرتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا بھی یہی حال ہو اس واسطے آج مینے اپنی ساری نمازوں میں دعا کی ہے کہ خدا تعالیٰ سچ مجھ پر ظاہر کردے ✣

فہمیدہ۔ آمین۔

سلیمہ۔ میرے دل میں یہ بات برابر کھٹکتی ہے اور ماننے کو دل نہیں چاہتا کہ یہ بزرگ مسیح موعود کیونکر ہوئے۔

فہمیدہ۔ ذری سی غور سے سمجھ سکتی ہو۔ تم یہ تو اچھی طرح مان چکی ہو کہ مریم کا بیٹا عیسیٰ مسیح فوت ہو گیا۔

سلیمہ۔ آپا۔ اِس بارے میں میری پوری تسلی تو ہوئی نہیں۔ ہاں رات تم نے جو بات پیش کی تھی اور جو کچھ اُس کے متعلق کہا تھا وہ ایسی باتیں تھیں کہ میں اُن کا جواب نہیں دے سکی مگر مجھ کو ابھی ایک شک اُس کے متعلق باقی ہی پہلے اسکو سمجھاؤ بجھاؤ

فہمیدہ۔ اچھا وہ بھی کہدو۔

سلیمہ آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ سے مسیح کی وفات کا وعدہ ضرور نکلتا ہے اور یہ بھی میں جانتی ہوں کہ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں اُن کا اقرار ضرور موجود ہے مگر یہ تو بتلائیے کہ آیت مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ غلط ہو جائے گی۔

فہمیدہ وہ خدانخواستہ غلط کیوں ہوگی۔

سلیمہ۔ آپا جان! ذری سوچ کر کہو۔ جب مسیح وفات پا گئے تو اس آیت میں تو صاف لکھا ہے کہ اُس کو قتل نہیں کیا صلیب نہیں دیا۔

فہمیدہ۔ بھلا باجی جس کو کوئی قتل نہ کرے یا صلیب نہ دے تو کیا وہ زندہ ہی ہوا کرتا ہے۔ موت کے یہی دو ذریعے ہیں اور کسو طرح موت نہیں آتی۔ اور جو قتل نہ کیا جاوے یا صلیب پر نہ کھینچا جاوے وہ آسمان پر ہی اُڑ جایا کرتا ہے اگر انھیں دونوں ذریعوں سے موت آتی ہے تو بتاؤ تو سہی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے قتل کیا تھا کس نے صلیب دی تھی اُن کو تو اللہ میاں نے صاف کہدیا تھا وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ اور ہمارے گھروں میں جس قدر خاندان کے آدمی مرے ہیں کیا سب صلیب یا قتل سے مرے ہیں۔

سلیمہ۔ موت اِن دو ذریعوں ہی سے تو بے شک نہیں آتی۔ اور یہ بھی نہیں کہہ

سکتے کہ جو قتل نہ کیا جائے وہ مرے بھی نہیں یا آسمان پر چلا جاوے۔ ہاں حضرت مسیح کی بابت تو یہودیوں نے یہی کہا تھا اور عیسائی بھی کہتے ہیں کہ وہ صلیب دیا گیا اس واسطے اُن کے لیے یہ خاص ہے۔

فہمیدہ - آیا خدا نے یہود کے اِس قول کی تردید کی ہے اوپر لکھا ہے قولہم اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ خدا اس کو رد فرماتا ہے کہ مَا قَتَلُوْہُ وَ مَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ۔

سلیمہ - اِس سے تو معلوم ہوا کہ اُن کو صلیب پر نہیں چڑھایا گیا بلکہ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ اُس کو قتل نہیں کیا گیا اور اُس کی ہڈی نہیں توڑی گئی مگر اُن کے لیے وہ امر مشتبہ کر دیا گیا۔ اصل مطلب یہ ہے کہ یہودیوں کی غرض مسیح کو صلیب پر چڑھانے سے صرف یہ تھی کہ اُن کی کتابوں میں لکھا ہوا تھا کہ جو صلیب سے مارا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے اور نبی لعنتی ہو نہیں سکتا۔ پس اُن کی غرض مسیح کی صلیب سے یہی تھی مگر خدا نے جو قادرِ مطلق ہے ایسے سامان مہیا کر دیے کہ مسیح کو صلیبی موت سے بچا لیا۔ مگر جب صلیب سے اُن کو اُتارا تو اُن کو ایسی سخت غشی آئی ہوئی تھی کہ یہود نے سمجھا کہ وہ مر گئے ہیں۔ اِس واسطے اُنھوں نے اُن کی ہڈی نہ توڑی جو اُن کے رواج کے موافق ہر ایسے شخص کی جو صلیب پر لٹکایا جاتا تھا توڑی جاتی تھی چنانچہ حضرت مسیح کے ساتھ جو چور پھانسی ملا تھا اُس کی ہڈی توڑی گئی۔ ہڈی توڑنے کا نتیجہ بھی موت ہی ہوتا تھا۔ پس وہ صلیبی موت لعنتی ہو جاتی تھی۔ اس لیے مسیح کو اس سے بچا لیا۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ بلکہ اللہ نے اُس کو اپنی طرف اُٹھا لیا۔

سلیمہ اپنی طرف اُٹھا لیا تو پھر ثابت ہوا کہ آسمان پر اُٹھا لیا۔

فہمیدہ - یہی تو غلطی ہے کیا خدا زمین پر نہیں جو آسمان پر اُٹھا لینے کے معنی کرتی ہو خدا تو ہر جگہ ہے رفع سے مراد یہی ہے کہ اُس لعنتی موت سے جو یہود موے چاہتے تھے اللہ پاک نے اُنھیں بچا لیا۔

سلیمہ - بھلا یہ تو بتاؤ کہ جب مسیح صلیب پر چڑھائے گئے پھر وہ کیونکر بچ گئے اور

اپنی موت سے کیونکر مرے۔ سولی پر تو جھٹ پٹ کام تمام ہو جاتا ہے۔

ھفوینڈ نہیں آیا یہ تمھیں معلوم نہیں کہ اس وقت کی سولی کچھ آج کل کے زمانہ کی طرح تو نہیں ہوتی تھی کہ موا رسہ گلے میں ڈالا اور کام تمام کیا بلکہ اُس کی تو ایسی شکل ہوتی تھی ــ

اس پر وہ آدمی جس کو سولی دینا ہوتا تھا لٹکا دیا جاتا تھا اور اُس کے دونوں ہاتھوں میں کیل ٹھونک دیے جاتے تھے اور دونوں پاؤں ملا کر اُن میں بھی ایک کیل ٹھونک دیا جاتا تھا۔ وہ بیچارہ شامت کا مارا کئی دن بھوکا پیاسا لٹکا رہتا تھا اور تڑپ تڑپ کر جان دیدیتا تھا۔ پر قربان جاؤں اپنے اللہ کے کہ اُس کی قدرت سے حضرت عیسٰی کے لیے ایسے اسباب پیش آگئے کہ وہ دو گھنٹے سے زیادہ صلیب پر نہیں رہے۔ اس کے علاوہ حاکم اندر ہی اندر مسیح کا مرید تھا۔ چنانچہ اُس نے اپنی باتوں سے بتا دیا تھا کہ وہ مسیح کو پھانسی پر چڑھانا پسند نہیں کرتا تھا اور اُس کی بیوی بھی مرید تھی۔ سپاہی جو پہرہ پر تھے وہ بھی خاص ملے ہوئے تھے اور اُس وقت سبت بھی شروع ہونے والا تھا۔ آندھی بھی قدرت سے آگئی۔ غرض ایسی باتیں جمع ہو گئیں حضرت مسیح اُتار لیے گئے اور غشی کی حالت میں یہودیوں نے سمجھ لیا کہ وہ مر گئے پھر وہ لاش حضرت مسیح کے ایک مُرید دولتمند کو دی گئی جس نے اُسے اُس وقت ایک باغ میں ایک قبر میں رکھ دیا اور جب شور کم ہوا تو اُسے لے گئے۔ یہ لمبا قصہ ہے تم کو خود کتابیں پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا چنانچہ پھر مسیح اپنے شاگردوں سے ملے اور شاگردوں نے اُن کے زخم دیکھے اور اُن کے واسطے مرہم عیسیٰ نام دوا طیار کی۔ پھر وہاں سے وہ کشمیر کی طرف چلے آئے جہاں ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور شہر سری نگر محلہ خان یار میں دفن ہوئے۔ اب تک اُن کی قبر موجود ہے جس کو یوز آسف اور شہزادہ نبی کی قبر اور بعض عیسیٰ صاحب کی قبر بھی کہتے ہیں آپا جان سچ مچ اُن کی وفات کا تو اب ایسا مسئلہ صاف ہو گیا ہے کہ بچے بھی سمجھ گئے ہیں ہاں ضد اور ہٹ دھرمی ہو تو جُدی بات ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جب موت کا پیالہ پیا تو مسیح بچارہ کی کیا ہستی ہے؟

سلیمہ ابا جان! یہ تو سچ ہے اور بجا ہے میں خوب سمجھ گئی اور ان کے حالات پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے بزرگ اور خدا رسیدہ آدمی ہیں۔ لیکن مجھ کو یہ سمجھاؤ کہ مسیح کے آنے کا وعدہ کیوں ہوا تھا؟

فہمیدہ اصل بات یہ ہے کہ یہ تو تمھیں معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک اسحق دوسرا اسمٰعیل۔ اسحق کی اولاد بنی اسرائیل اور دوسرے کی بنی اسمٰعیل کہلاتی ہے۔ بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ بہت بڑے نبی تھے جو خدا کی شریعت لیکر آئے تھے۔ خدا نے حضرت اسمٰعیل کی نسل میں سے ایک موسیٰ جیسا نبی پیدا ہونے کی خبر دی تھی اور خود حضرت موسیٰ کی زبانی دی تھی چنانچہ قرآن شریف میں بھی صاف لکھا ہے إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا یعنی ہم نے تمھاری طرف ویسا ہی ایک شاہد رسول بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف بھیجا تھا۔

اب جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ کے مثیل تھے تو یہ ضروری امر تھا کہ موسےٰ کی مماثلت کے لحاظ سے آپ کے بعد خلفائے راشدین کا سلسلہ قائم ہوتا چنانچہ قرآن شریف میں وعدہ کیا گیا وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ یعنی اللہ میاں نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایماندار ہیں اور جنھوں نے نیک کام کیے کہ وہ ان کو اسی طرح پر زمین میں خلیفہ کرے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو کیا تھا۔ اب دیکھو اللہ پاک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ویسا ہی رسول بنایا ہے جیسا فرعون کی طرف بھیجا تھا اور وہ موسیٰ تھے۔

پھر آپ کے خلفاء راشدین کے سلسلہ کو ویسا ہی قرار دیتا ہے جیسا ان سے پہلے تھے۔ یہ بات تو مانی ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ کے چودھویں خلیفہ تھے جن پر بنی اسرائیل کا سلسلہ ختم ہوا۔ تو اسی لحاظ سے اور اسی مشابہت کی وجہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ خلفا میں چودھواں خلیفہ خاتم الخلفا ہونا

چاہیے یا نہیں اور مسیح کا مثیل ہونا چاہیے یا نہیں؟

سلیمہ ہاں! ہونا تو چاہیے۔

فہمیدہ۔ اچھا اب یہ بات کیسی صاف ہے کہ اس مماثلت کی وجہ سے اگر مسیح کا وعدہ نہ بھی دیا جاتا تب بھی چودھواں خلیفہ ضرور خاتم الخلفا، اور مسیح ہونا ہی تھا کیونکہ مماثلت جو موسٰی سے ہوئی۔ یہ تو ہوئی خلفا میں مماثلت ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ میری امت یہودیوں کی طرح ہو جائے گی۔ یہ حدیثیں تو ہم ہمیشہ سے سنتے ہیں۔ ابا جان بھی جب وعظ کیا کرتے تھے تو تمھیں یاد ہے کہ نگوڑی تیرھویں صدی کے کیسے کیسے بھیانک اور ڈراونے بیان کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مسلمانوں کے حالات یہودیوں کے سے ہو گئے ہیں۔ تو ان یہودیوں کی اصلاح کے لیے جو خلیفہ آیا اُس کا نام اللہ میاں نے اُس کے کام اور خدمت کے وجہ سے مسیح رکھدیا۔ مسیح کے آنے کی وجہ تو یہ ہے۔

سلیمہ۔ اچھی فہمیدہ۔ جب مسلمان بگڑ کر یہودی بن گئے تو اُن کی اصلاح کے لیے عیسٰی آئے گا۔ میں کہتی ہوں کہ اگر سچ مچ وہی عیسٰی مریم کا جایا آجائے تو پھر ہمارے نبی کی بڑی توہین ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی امت کو ہے ہے غضب سنوارنے والا نہ رہا جو موسٰی کا ہی خلیفہ پھر سنوارنے کو آیا توبہ! اوئی توبہ!

فہمیدہ آپا! یہی ظلم تو ان موئے ملوانوں (مولویوں) نے کیا ہے کہ امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بگڑتی ہے اور بنانے والے اسرائیلی آتے ہیں۔ تو میرا کلیجہ تھرتھر کانپ جاتا ہے۔ ہمارے پیغمبر تو پھر مر گئے کہ جن کا کوئی نام لیوا نہ رہا۔

سلیمہ۔ میری تو خوب سمجھ میں آگیا جیسے آرسی میں آئنہ۔ جو بات ان موئے مولویوں اور دلیوں نے گھڑ رکھی ہے اس میں ہمارے نبی کی توہین ہے۔ میں تو اب اس موئے ناپاک عقیدہ کو نہیں مان سکتی۔ مسیح۔ اوئی آسمان پر جائیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم زمین میں دفن ہوں۔ محمدؐ کی امت بگڑے عیسٰی سنوارنے کو آئیں۔ الٰہی تیرے صدقہ تیرے قربان ایسے گندہ نجس عقیدہ رکھنے والوں سے بچا۔ وہ زبان کیوں نہ جل جائے جو

ایسی باتیں کہے وہ دل کیوں نہ تباہ اور برباد ہو جائے جس میں دوجہان کے سردار کی توہین کا عقیدہ ہو۔

فہمیدہ۔ اچھی آپا! ذرا تم ہی بتاؤ کہ حضرت مرزا صاحب نے ان مولویوں کو اگر یہ سمجھایا کہ تم ایسا عقیدہ بھونڈا نہ رکھو تو بُرا کیا کیا۔

سلیمہ۔ میری پیاری آپا!! ایسے آدمی پر دل وجان سے قربان ہونا چاہیے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت کا بھوکا پیاسا ہو۔ ہم لوگ دھوکے میں رہے پورے طور پر کسی نے نہ سمجھایا نہ آپ کی کتابوں کو پڑھا۔ اب تو رات بڑی چلی گئی ہے نہیں تو ایک بات جو پوچھنی باقی رہ گئی ہے اُس کا بھی فیصلہ کر لیتی۔

فہمیدہ وہ بھی پوچھ لو۔ اگر نیند آگئی ہے تو خیر کسی دوسرے وقت سہی۔

سلیمہ۔ نہیں اب سو رہو۔ صبح کو بہت جلد اٹھنا ہوتا ہے۔ کل دوپہر کو ان شاءاللہ فیصلہ کر لوں گی۔ بہن خدا کا شکر ہے بڑی بڑی غلطیوں پر اطلاع ملی۔ موت کا کچھ اعتبار نہیں۔ میں تمھیں گواہ کر کے اتنا کہتی ہوں کہ تم گواہ رہو کہ اب میرا یہ اعتقاد نہیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر گئے اور وہی نبی کریم خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئینگے میں مانتی ہوں کہ اُن کی وفات ہو گئی اور اُن کا سلسلہ اُن پر ختم ہو گیا اور ہمارے نبی کریم بھی دنیا جہان کی طرح ضرور فوت ہو گئے مگر وہ زندہ ہیں کہ اُن کا سلسلہ جاری رہا اور قیامت تک رہے گا۔ آپ کی امت کی درستی کے لیے کوئی غیر نبی نہیں آئے گا اور آئے گا تو آپ ہی کا اُمتی آپ ہی کا خادم آئے گا۔ اور حضرت مرزا صاحب کی شانِ عالی میں جو میں بُرا بھلا کہتی تھی۔ اے اللہ پاک مجھے بخش کہ میں نے ناسمجھی سے کہا مجھپر اتنا کھل گیا ہے کہ وہ تیرے دین کا حامی اور تیرے پاک نبی کی شان بڑھانے والا اور اُس کو زندہ نبی ثابت کرنے والا ہے۔ ہاں ابھی آپ کے دعووں کے متعلق جو تھوڑا سا شبہ ہے اُسے دور کر اور سمجھا۔ آمین۔

یہ دعا کرنے کے بعد سلیمہ خاموش ہو گئی۔ دل ہی دل میں کچھ سوچتی رہی۔ فہمیدہ یہ باتیں سُن کر بہت خوش ہوئی اور جامہ میں پھولی نہ سمائی اور اسی خوشی میں نیند کافور

ہو گئی مگر بہن نے جو کہدیا تھا خاموش پڑی رہی اور اُسی حالت میں آنکھ لگ گئی *

چھٹا باب

وحشت ناک خط

صبح ۵ بجے کے قریب دونوں بہنیں اُٹھیں اور ضروریات سے فارغ ہو کر نماز فجر پڑھنے میں مصروف ہو گئیں نماز سے فارغ ہو کر دونوں اپنی اپنی جگہ پر قرآن شریف کی تلاوت کر رہی تھیں کہ چٹھی رساں نے دروازہ پر پکارا۔

چٹھی رساں مرزا صاحب!

چٹھی رساں کی آواز سُن کر ایک لونڈی دوڑی ہوئی گئی اور اُس نے ایک ملفوف خط لاکر فہمیدہ کے ہاتھ میں دیا۔ فہمیدہ نے کھول کر پڑھنا شروع کیا۔

برادرمن! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ شاید اِس خبر کے سُننے کے واسطے تیار نہ ہوں گے جو میں اِس خط کے ذریعہ آپ کو سُناتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ یہاں سہارن پور میں پادریوں کا بہت بڑا اسکول ہے اور بہت بڑا زور ہے۔ زنانہ مشن کی عورتیں بھی گھروں میں آیا جایا کرتی ہیں * میں نے بدقسمتی سے ایک مس صاحبہ کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت دیدی تھی کہ چھوٹی لڑکیوں کو کچھ دستکاری سکھا دیا کرے۔ چنانچہ ایک عرصہ سے مس وائلی ہمارے یہاں آیا کرتی تھی پھر رفتہ رفتہ اِس محلہ میں ایک زنانہ سکول جاری کر کے ہمشیرہ عزت خاتون کی نگرانی میں دیدیا تھا اور پندرہ روپیہ ماہوار بھی اُسے ملتے تھے۔ چونکہ عزیزہ عزت خاتون جیسا کہ تمھیں معلوم ہے بیوہ تھی میں نے اُس پر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ عزت خاتون کی آیندہ زندگی کے لیے معاش کا بہترین ذریعہ سمجھ کر اُسے اجازت دیدی

تھی اور مدرسہ کئی سال سے اچھی حالت پر چل رہا تھا۔ ہم کو ایک منٹ کے لیے بھی یہ وہم نہ گذرتا تھا کہ عزت خاتوں پر عیسائی عورتوں کا کوئی جادو چل جائیگا مگر خدا جانے یہ کیا معاملہ حیرت انگیز ہوا کہ اندر ہی اندر کھچڑی پکتی رہی اور یک بیک عزت خاتوں مشن کے احاطہ میں چلی گئی ہے اور اگلے ایتوار کو سُنا جاتا ہے بپتسمہ دیا جاوے گا۔

بھائی اس وحشت اثر واقعہ نے سارے گھر میں ایک کہرام برپا کر دیا ہے کسی کو کچھ کرتے دھرتے نہیں بنتی۔ بڑی مشکل سے میں عزت کو ملا۔ کوئی جبر اس پر کر نہیں سکتے کیونکہ وہ خود لکھی پڑھی اور پچیس برس کی عورت ہے نابالغہ ہوتی تو قانونی چارہ جوئی کر سکتے تھے۔ وکلاء سے مشورہ لیا کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ خود عزت خاتوں کہتی ہے کہ اسے صرف عیسائی مذہب کی خوبی مجبور کرتی ہے کہ وہ عیسائی ہو جائے اُس نے ظاہر کیا ہے کہ اگر عیسائی مذہب اسلام کے مقابلہ میں جھوٹھا ثابت ہو جائے تو وہ مسلمان ہو سکتی ہے۔ میں نے بہت کچھ دلائل دیے کوئی نتیجہ عمدہ نہ نکلا۔ بہتر ہے کہ اس خط کے دیکھتے ہی سلیمہ اور فہمیدہ کو ساتھ لے کر جلد سہارنپور پہنچو۔ میں نے عزت خاتوں سے وعدہ کر لیا ہے کہ مولوی عبد الرشید صاحب سے جو یہاں مشہور مولوی ہیں اُن کے اعتراضوں کا جواب دلا دوں۔ امید تو ہوتی ہے کہ اس تجویز سے فائدہ مترتب ہو۔ اور سلیمہ و فہمیدہ سے اُس کو خاص اُنس ہے کیا تعجب کہ ان کی ملاقات کچھ بہتر نتیجہ پیدا کرے۔ بہرحال آپ جلد تشریف لاویں۔ زیادہ کیا لکھوں کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ کیا ہو رہا ہے۔

خاکسار سلیم اللہ عُفی عنہ

اس خط وحشت نمط کے سُنتے ہی گھر والوں کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے مرزا دانش دورے پر تھے۔ روانگی کا انتظام جلد ہونا چاہیئے تھا سب کے سب حیرت میں تھے کچھ بن نہیں آتا تھا۔ سلیمہ زار زار روتی تھی اور مُنہ سے کوئی بات نہ نکلتی تھی۔ فہمیدہ نے سوچا کہ یہ اچھا خاصہ موقع ہے حضرت اقدس مسیح موعود کے سلسلہ کی صداقت اور عظمت کے قائم کرنے کا اس موقع پر مردانہ وار تقریر کرنے

اور عزت خاتون کو تبلیغ کرنے اور اُس کے اعتراضوں کے جواب دینے کا اپنے دل میں عزم کیا اور خدا سے دعا مانگی اور اپنی ساس سے اِس منشا کو بیان کرکے سہارنپور چلنے کا ارادہ کیا۔ علم النسا نے بھی مناسب سمجھا اور دونو بہنوں کو اجازت دیدی کہ سہارنپور چلی جائیں۔ مرزا دانش کے چھوٹے بھائی مرزا فہیم کو جو بارہ تیرہ برس کا تھا ساتھ جانے کے لیے کہدیا چنانچہ مرزا فہیم نے والدہ کے ارشاد کے موافق سہارنپور کو ایک تار دیا کہ اڑھائی بجے کی گاڑی میں ہم امرتسر سے روانہ ہوں گے اس وقت سے وہ سارا وقت طیاری میں گذارا اور اڑھائی بجے کی گاڑی میں فہمیدہ سلیمہ اور فہیم سہارنپور کو روانہ ہوئے ✤

ساتواں باب

عزت خاتون سے ملاقات

سہارنپور پہنچتے ہی فہمیدہ نے اپنے بھنوئی مولوی سلیم اللہ صاحب سے کہا کہ جس طرح ممکن ہو ابھی عزت خاتون سے ملاقات کرادو۔ مگر سلیم اللہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوئے۔ کیونکہ عزت خاتون بھائی سے وعدہ کرچکی تھی کہ مولوی عبدالرشید سے جمعرات کے روز وہ اپنے شکوک بیان کرے گی۔ اِس سے پہلے وہ کسی کو نہ ملے گی۔ اِس لیے فہمیدہ کو مجبوراً آج کا دن صبر کرنا پڑا۔

دوسرے دن کوئی ساڑھے نو بجے کے قریب مولوی سلیم اللہ کو اطلاع ملی کہ وہ مولوی عبدالرشید کو بُلالیں۔ عزت خاتون خود اُن سے سوال کرے گی۔ چنانچہ مولوی سلیم اللہ نے نہ صرف مولوی عبدالرشید صاحب کو بلکہ سہارنپور کے دوسرے مولویوں کو بھی بُلالیا تاکہ عزت خاتون پر کوئی رعب اور اثر پڑ سکے۔ آخر گیارہ بجے کے قریب اُسی زنانہ سکول میں اچھا خاصہ مجمع ہوگیا فہمیدہ اور سلیمہ

اور دوسری عورتیں بھی گھر کے ایک کمرہ میں پردہ کرا کر بیٹھ گئیں۔ عزت خاتون بند گاڑی میں بیٹھ کر مس وائلی اور مس ہیولٹ اور دوسری دیسی اور ولایتی مشنری عورتوں کے ساتھ آئی اُس وقت تک عزت خاتون نے پردہ کو نہیں چھوڑا تھا سب سے پہلے آتے ہی وہ فہمیدہ اور سلیمہ اور دوسری عورتوں سے ملی سلیمہ تو اُس کو دیکھ کر بے اختیار ہو کر روئی مگر فہمیدہ نے اُس سے یوں کلام کیا۔

فہمیدہ۔ کیوں آپا عزت! یہ تمھیں کیا سوجھا کہ تم نے اسلام چھوڑ کر کرانی ہونا پسند کیا؟

عزۃ۔ یہ لمبی بحث ہے اور آج کا دن اسی غرض کے لیے مقرر ہے تم سن لینا کہ میرے عیسائی مذہب کو قبول کرنے کے کیا اسباب ہیں؟ میری غرض تو سچائی کی تلاش ہے خدانخواستہ میں اپنے خاندان کے نام کو دھبہ لگانے والی تو نہیں۔ تم دیکھتی ہو کہ مینے عیسائیوں کا سا لباس نہیں پہنا بے پردگی اختیار نہیں کی۔

فہمیدہ۔ ہاں یہ تو سچ ہے کہ ابھی تک تمھاری ظاہری حالت میں کوئی فرق نہیں آیا مگر میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ تم نے عیسائی مذہب کو کیوں پسند کر لیا۔

عزۃ۔ یہ آپ کو اس گفتگو میں معلوم ہو جائے گا۔ اگر مجھے تلاشِ حق منظور نہ ہوتی تو میں اِس جلسہ میں گفتگو کیوں کرتی؟

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مولوی سلیم اللہ نے بہن کے پاس آکر کہا کہ دوسرے کمرہ میں مولوی صاحب موجود ہیں تمھارے جو اعتراض ہوں وہ بے تشک پیش کرو عزت خاتون نے ایک کاغذ جیب سے نکالا اور لکھا ہوا سوال دیا اور کہا کہ مولوی صاحب اِس کا جواب دیں۔ مولوی سلیم اللہ نے وہ سوال مولوی عبدالرشید کو دیا اور اُنھوں نے جو جواب دیا ہم اُن سوال و جواب کو لکھتے ہیں۔

عزۃ خاتون۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے ہیں یا نہیں؟

مولوی عبدالرشید۔ ہاں ہمارا یہ ایمان ہے کہ وہ زندہ آسمان پر گئے ہیں۔

یہ جواب سُن کر قریب تھا کہ فہمیدہ بول اُٹھتی۔ مگر اُس نے مصلحتاً خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ اور سلیمہ کے دل پر چوٹ لگی اور محسوس کیا کہ یہ عقیدہ عیسائی بنانے کے لیے آسان

راہ ہے مگر وہ دل ہی دل میں پیچ وتاب کھاکر رہ گئی۔

عزۃ خاتون۔ بہت اچھا۔ حضرت محمد کی بابت آپ کی کیا رائے ہے وہ مرگئے یا زندہ آسمان پر گئے ہیں؟

مولوی عبدالرشید۔ نہیں وہ وفات پاگئے اور مدینہ طیبہ میں مدفون ہیں۔

عزۃ خاتون۔ کیا حضرت عیسیٰ نے مُردوں کو زندہ کرنے اور اندھوں کو سجاکھا کرنے اور جانوروں کے بنانے کے معجزات دکھائے ہیں اور قرآن میں ان کا ذکر ہے؟

مولوی عبدالرشید۔ یہ سب صحیح ہے اور قرآن شریف میں ذکر ہے۔

عزت خاتون۔ کیا حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ بھی قرآن میں آیا ہے کہ وہ بتلایا کرتے تھے کہ تم کیا کھاکر آئے ہو۔ اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ رکھتے ہو۔

مولوی عبدالرشید۔ ہاں۔

عزۃ خاتون۔ کیا قرآن میں ایسے معجزات حضرت محمدؐ کے بھی درج ہیں؟

مولوی عبدالرشید۔ حدیثوں میں بہت سے معجزات ہیں۔

عزۃ خاتون میرا سوال ہے کہ وہ معجزات جو حضرت مسیح کے ہیں ویسے قرآن میں حضرت محمدؐ کے ہیں یا نہیں؟

مولوی عبدالرشید۔ نہیں۔

عزت خاتون۔ کیا حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں آئیں گے؟

مولوی عبدالرشید۔ ہاں آئیں گے اور حضرت کی امت میں ہوں گے۔

عزت خاتون۔ اوئی کیا خدا ایسا ظالم ہے کہ وہ نبی کو اُمتی بنادے اور نبوّت سے بلا قصور معزول کردے؟

مولوی عبدالرشید (اس سوال کے جواب میں سٹ پٹائے) کہا ایسے سوالوں سے کیا فائدہ تم عیسائی مذہب کے متعلق کوئی خوبی بتاؤ۔

عزت خاتون۔ مولوی صاحب! خوبی تو مقابلہ سے صاف نظر آتی ہے اور آپ کے مُنہ سے صاف اقرار ہے کہ عیسائی مذہب افضل ہے جس کا بانی ایسا بزرگ اور

کامل ہے۔
مولوی عبد الرشید۔ یہ تو کوئی بات نہیں انجیل محرف ہی عیسائی تین خدا مانتے ہیں۔
عزت خاتون۔ بھائی سلیم اللہ بس ان مولوی صاحب سے ہی آپ فیصلہ کرانا چاہتے تھے۔ میرے سوالوں کا اگر یہی جواب ہے تو اب میں آپ سے ہی انصاف چاہتی ہوں کہ میں کیوں عیسائی مذہب کو قبول نہ کروں جو زندہ نبی کا مذہب ہے بلکہ میں تو سب کو کہتی ہوں کہ اس کو قبول کرو۔ مولوی سلیم اللہ کچھ جواب دینے ہی کو تھے جو فہمیدہ جوش میں آکر بول اُٹھی۔
فہمیدہ۔ سنو! آپا یہ مولوی کیا جانیں انھوں نے ہی تو اسلام کو بدنام کیا ہے تم اگر یہ سوال مجھ سے کرو تو میں تم کو قرآن شریف سے جواب دیتی ہوں اگر تم کو طلب حق ہے تو سوال کرو اور میں جواب دیتی ہوں پھر میں سوال کروں گی اُن کا جواب تم اور تمھارے ساتھ والی سب دیں۔
فہمیدہ کچھ ایسے زور سے بولی تھی کہ مولویوں کے بھی کان میں یہ آواز پہنچی اُس وقت تو وہ کچھ خاموش ہی سے رہے مگر اتنے ہی کہنے کا اثر اُن عیسائی عورتوں اور مولوی سلیم اللہ کے کنبے پر پڑنا شروع ہوا۔ اور عزۃ فہمیدہ سے مخاطب ہوئی۔
عزت خاتون۔ میرے یہی سوال ہیں تم ہی جواب دو۔ مولویوں کو تو دیکھ بھال لیا۔
فہمیدہ۔ بیان کرو۔ جواب۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔
عزۃ خاتون۔ کیا حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر گئے یا محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔
فہمیدہ۔ نہ یہ زندہ آسمان پر گئے نہ وہ اور نہ اور کوئی۔ اور اللہ کی قسم قرآن شریف سے صاف ثابت ہے کہ مسیح بلاشک وشبہ مر گئے قرآن شریف میں کسی نبی رسول کی وفات کا ذکر نہیں اور اگر ہے تو مسیح کی وفات کا بہت جگہ ذکر ہے۔ جوں ہی یہ آواز مولوی صاحبوں کے کان میں پڑی اور عزت اور دوسرے عیسائیوں کے کان میں گونج گئی تو وہ حیران اور ہکا بکا سی رہ گئیں اور گھبرا کر چاہا کہ عزت کو مباحثہ سے روک دیں مگر جب یہ سعی برباد اور کوشش بیکار گئی تو مجبوراً خاموش ہونا پڑا۔

عزۃ خاتون۔ یہ تو نئی بات سُنائی قرآن میں مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ موجود ہے۔
فہمیدہ۔ کیا جو شخص قتل نہ ہو یا صلیب پر جس کی ہڈی نہ توڑی جائے وہ زندہ آسمان پر اُٹھایا جایا کرتا ہے؟ سوچ کر جواب دو۔
عزۃ خاتون (کچھ کھسیانی ہو کر) نہیں تو۔ مگر بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ جو صاف آچکا ہے
فہمیدہ اور کیا قرآن میں یہ صاف نہیں یٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ اے عیسیٰ میں تجھکو وفات دینے والا ہوں اور بعد از وفات اپنی طرف رفع کرنیوالا ہوں
عزۃ خاتون کے فہم میں بھی یہ طرز مناظرہ کا نہ آیا تھا۔ ہاں اُس نے سُنا ہوا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اِس لیے اُس نے کہا کہ فہمیدہ معلوم ہوتا ہے کہ تم مرزائی ہو گئی ہو۔
فہمیدہ۔ آپا تم کو سچائی سے غرض ہے۔ اِس سوال کو جانے دو میں قرآن پیش کرتی ہوں اور دعوے کرتی ہوں کہ کوئی مولوی ہو کوئی ہو ثابت تو کرے کہ قرآن سے مسیح کا اِس جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر جانا ثابت ہے میں تو تیس آیتیں پڑھکر سُنا دوں گی کہ قرآن شریف مسیح کو مارتا ہے۔ حدیث مارتی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔ امام مالک کا یہی مذہب ہے۔ اگر تمھیں سچائی سے غرض ہے تو تم اس پہ اعتراض کرو +
عزۃ خاتون۔ اگر مسیح قرآن سے مرگیا ہوا ثابت ہوتا تو میں عیسائیوں کی طرف ہی کیوں جاتی؟ یہ سُن کر ادھر تو عیسائی عورتیں مایوس ہوئیں کہ اب عزۃ جا چکی فہمیدہ تو خوشی کے جوش میں اُچھل پڑی اور سلیمہ دوڑ کر جھٹ فہمیدہ کو لپٹ گئی اور کہنا شروع کیا میری اچھی آپا تو نے ہمارے خاندان کی گئی ہوئی ناک رکھ لی اور ڈوبتی ہوئی عزت کو بچا لیا +
فہمیدہ۔ ہاں ہاں مسیح کی موت قرآن سے ثابت ہے۔ اگر چاہو میں مفصل اِس پہ بحث کرسکتی ہوں۔ یہ کہہ کر فہمیدہ نے بڑے زور سے یہ آیتیں پڑھیں اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ + فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ + مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور اُن کی تفسیر بیان کی۔

عیسائی عورتیں۔ عزت! یہ تو وہ لوگ ہیں جن کو مولوی بھی کافر کہتے ہیں ہمیں ان سے گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر مس وائلی کو کسی قدر افسوس ہوا جب اُس نے عزۃ کے مُنہ سے سُنا کہ مس صاحب ہم کو قرآن سے بحث ہے نہ مولویوں سے اگر قرآن ان مسائل پر کچھ روشنی ڈالتا ہے تو ہم کو خواہ مخواہ ضد سے کیا فائدہ۔ ذرا ٹھہرو بحث پوری ہولے۔

فہمیدہ جب وفات مسیح پر وہی بحث جس کا ذکر سلیمہ کی گفتگو میں آیا ہے کر چکی تو عزت خاتوں نے دوسرا سوال معجزات مسیح کا پیش کیا۔

عزت خاتوں کیا مسیح نے مُردوں کو زندہ کیا؟

فہمیدہ ہرگز نہیں۔ حقیقی مُردوں کو بجز خدا کے کوئی زندہ نہیں کر سکتا اور حضرت عیسیٰ نے ایک بھی حقیقی مُردہ زندہ نہیں کیا ہے۔

عزت خاتوں۔ قرآن میں جو یُحْیِی الْمَوْتٰی آیا ہے اُس کے کیا معنی؟

فہمیدہ جو غشی کی حالت ہو اُس پر بھی مُردہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ سونے والے پر بھی مُردہ کا اطلاق ہو سکتا ہے کیا قرآن شریف میں نہیں ہے اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ موت کے بہت سے معنی ہیں۔ مُردوں کے لیے قرآن شریف میں صاف فیصلہ ہے کہ اِنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ وہ واپس نہیں آتے اور فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ اور اگر صرف احیا کے لفظ سے مُردوں کا زندہ ہونا مُراد ہے تو یہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی آیا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ۔

عزۃ خاتوں اور اُس کے مٹی کے پرندے بنانے سے کیا مُراد ہے؟

فہمیدہ مسیح کا مٹی کے پرندے بنانا علم مسمریزم (توجہ) کی بنا پر ہے۔ اور یہ اُن کا عقلی معجزہ تھا!

عزۃ خاتوں۔ جوں جوں اِن نئی باتوں کو سُنتی جاتی تھی اس کی عیسائیت کی زہر

اتر تی جاتی تھی اور اسلامی تریاق یعنی احمدی تریاق اثر کرتا جاتا تھا۔ آخر اُس نے یہ سوال کیا کہ گناہ سے بچنے کے لیے اسلام نے کیا راہ بتائی ہے اور نجات کا کیا طریق بتایا ہے۔

فہمیدہ۔ گناہ سے بچنے کا اور نجات کا عیسائی مذہب نے جو طریق بتایا ہے پہلے تم اُس کو بتا دو جو تمھیں پسند آیا ہے۔

عزۃ خاتون۔ عیسائی مذہب تو نجات کا مدار مسیح کے خون پر رکھتا ہے اور گناہ سے بچنے کا طریق بس یہی ہے۔

فہمیدہ۔ عزۃ خاتون! تم تو بڑی دانا ہو۔ ماشاء اللہ بڑی ہوشیار ہو۔ اور یہ تمھارے ساتھ والی بی بیاں بھی کچھ سمجھ دار ہی ہوں گی۔ یہ تو بتاؤ نجات کو کفارہ وفارہ سے کیا تعلق ہے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ خدانخواستہ تمھارے سر میں درد ہو اور یہ مس صاحبہ اپنے سر میں ایک پتھر اُٹھا کر ماریں اور تمھارے سر کا درد جاتا رہے۔

فہمیدہ نے یہ فقرہ کچھ ایسے انداز اور طرز سے کہا کہ عزۃ خاتون بے اختیار ہنس پڑی اور اُس کی ساتھ والی کھسیانی ہو کر منہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ عزۃ خاتون کو کہنا پڑا کہ نہیں۔ پھر فہمیدہ نے کہا کہ جب یہ بات ہے تو کفارہ کو نجات سے کیا تعلق رہا۔ رہا یہ کہ انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے یہ بھی جھوٹ ہے جب مسیح کے حواری گناہوں سے نہ بچ سکے اور سامنے لعنت بھیجتے رہے تو اور کوئی کیا بچے گا۔ بلکہ کفارہ پر ایمان لا کر تو آدمی دلیر ہو گا کہ گناہوں کی گٹھڑی تو دوسرے کے سر پر لادوی۔ اب انند کے تار بجاؤ۔ اور جو مرضی ہو وہ کرو۔ ان فرنگیوں کے ملک کے حالات سنو تو تمھیں شرم آجائے کہ اس موے کفارہ نے کیا چاند چڑھا رکھا ہے۔ دن رات شرابیں پیتے ہیں اور ناکردنی باتیں کرتے ہیں۔ عورتیں آزاد پھرتی ہیں اور جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ بہن خدا سے ڈرو مجھے ان میں سے کوئی بتا دے کہ کفارہ کو مان کر کوئی گناہ سے بچ کیونکر سکتا ہے؟ میں تو منہ پر کہنے والی ہوں مس صاحبہ وغیرہ سے پوچھ لو کہ ان عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ تمام بنی آدم سے

لے کر مسیح تک سارے کے سارے گنہگار کوئی نافرمان خدا کا۔ کوئی زانی کوئی قاتل کوئی خونریز کوئی کافر کوئی مشرک کوئی بُت پرست کوئی کچھ کوئی کچھ مسیح کے حواری بھی ناپاک اور ناشکر اور اُن کے بعد تمام عیسائی گنہگار۔ اب بتلاؤ کہ کفارہ سے کیا نتیجہ نکلا۔ اور کیا فائدہ مترتب ہوا۔

یہ جواب ایسا معقول تھا کہ عیسائی عورتیں تو حیران پریشان ہوگئیں اور اُنھوں نے کوشش کی کہ بحث کو ختم کر دیا جائے چنانچہ اُنھوں نے کہا کہ وقت بہت گذر گیا ہے اب ہم جاتی ہیں۔ چلو عزت خاتون پھر سہی۔ مگر عزت خاتون پر فہمیدہ کی ان باتوں کا اثر ہو چکا تھا۔ اُس نے کہا مس صاحبہ آپ جائیے۔ میں آج کا دن فہمیدہ کے پاس گذاروں گی اور جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لوں گی۔ پھر شام کو آجاؤں گی اور اگر میری تسلی ہوگئی تو پھر مجھ کو کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سُن کر مس وائٹلی اور اُن کے ساتھ والی عورتیں گھبرا گئیں اور سمجھیں کہ شکار ہاتھ سے گیا اور مختلف حیلوں حوالوں سے چاہا کہ عزت کو ساتھ لے چلیں مگر عزت نے انکار ہی کیا۔ آخر وہ عیسائی عورتیں تو چلی گئیں۔ اور فہمیدہ بیگم عزت خاتون کو لے کر اپنے سارے کنبے سمیت گھر آئی اور شہر میں شور مچ گیا۔ کہ ایک مرزائی عورت نے عیسائی ہوتے ہوتے ایک لڑکی کو بچا لیا۔ مشن میں جب یہ خبر پہنچی کہ ایک مرزائی عورت آئی ہوئی ہے تو اُن کی امیدیں مایوسی سے بدل گئیں اور اُنھوں نے چاہا کہ عزت کو وہاں سے نکالیں مگر عزۃ خاتون اب وہ عزت خاتون نہ تھی۔ فہمیدہ کی معقول باتوں نے اسے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا اور عزت خاتون کو تاسف ہوتا تھا کہ کیوں اس نے مشن جانے کے لیے اس قدر جلدی کی۔ غرض شام ہوتے ہوتے عزت خاتون فہمیدہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکی تھی۔ اس تقریر کا شہر میں کچھ ایسا اثر ہوا کہ مولویوں کو فکر پیدا ہوا کہ یہ تو مفت میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ ہوگئی اور اب ان کو مشکل معلوم ہوا کہ اس ترقی کو روک سکیں۔

غرض مولوی سلیم اللہ اور اُن کے خاندان والوں پر تو ایسا عمدہ اثر پڑا کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا گو وہ ابھی اس سلسلہ میں شامل ہونے کے لیے تو مستعد نہ ہوئے

مگر اپنے پہلے عقیدہ کی کم زوری اُن پر کھل گئی۔
سلیمہ نے جو ایک غیر معمولی پاک تبدیلی فہمیدہ کی سُسرال میں دیکھی تھی اُسنے پہلے سے ہی سلیمہ کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا۔ اور اب جو اُس نے اس مباحثہ میں دیکھا کہ بجز اس سلسلہ کے اور دوسرا کوئی نہیں جو اسلام کی سچائی دوسرے مذہب والوں پر ثابت کر سکے تو وہ اور بھی اُس طرف مائل ہو گئی۔ قصہ مختصر اُس رات فہمیدہ بیگم برابر عزت خاتون سے مختلف مسائل پر گفتگو کرتی رہی۔ دوسرے روز فہمیدہ بیگم نے یہ سمجھ کر کہ عزۃ خاتون کا یہاں رہنا سہنا مناسب معلوم نہیں ہوتا تاکہ ایسا نہ ہو کہ عیسائی عورتیں کسی اور فریب سے کوئی بد اثر نہ ڈال سکیں مولوی سلیم اللہ صاحب سے مشورہ کیا کہ وہ جلد امرت سر چلی جاوے چنانچہ دو روز کے بعد فہمیدہ اور سلیمہ عزت خاتون کو لے کر پھر امرت سر واپس آگئیں۔ اور یوں عزت خاتون کی عزت بچ گئی +

آٹھواں باب

سلیمہ کا اقرار

چند روز تک تو یہی تذکرہ ہوتا رہا اور عزۃ خاتون ہی کے ساتھ خلا ملا رہی اور مختلف امور پر پورے طور پر سمجھانے کے لیے گفتگو ہوتی رہی آخر فہمیدہ نے پھر سلیمہ کی طرف توجہ کی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی عظمت تو اُس کے دل میں آہی چکی تھی۔ سلیمہ ہر روز مختلف کتابوں کے مطالعہ میں مصروف رہتی تھی۔ ایک دن دوپہر تک فہمیدہ تو گھر بار کے کاروبار میں مصروف تھی سلیمہ کتابوں کی الماری کے جا گرد ہوئی اور اُس نے ایام الصلح لیکر پڑھنی شروع کی دوپہر تک اُسنے

بہت بڑا حصہ پڑھ لیا۔ اِس کتاب کے پڑھتے پڑھتے سلیمہ بیان کرتی ہے کہ کوئی چیز اندر ہی اندر اُس کے دل میں ایک کشش پیدا کر رہی تھی اور مرزا صاحب کی طرف حُسنِ اعتقاد پیدا ہوتا جاتا تھا۔ آخر جب دوپہر کا کھانا طیار ہوگیا تو اُس نے کتاب کو رکھ دیا اور کھانا کھانے چلی گئی۔ کھانا کھاتے کھاتے سلسلۂ گفتگو شروع ہو گیا۔

سلیمہ۔ فہمیدہ! اب مجھ کو بہت تردد تو رہا نہیں۔ صرف چند باتیں پوچھنی ہیں کہو تو اب ہی پوچھ لوں۔

فہمیدہ۔ آپا جان شوق سے پوچھو۔

سلیمہ۔ مرزا صاحب مسیح موعود کیونکر ہوئے۔

فہمیدہ۔ میں اِس کا مختصر الفاظ میں جواب دوں گی۔ اتنا تو تم نے سمجھ لیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گئے اور یہ بھی تم مانتی ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بگڑی امت کو کوئی باہر سے سنوارنے کے لیے نہیں آئے گا اور یہ بھی تم نے سمجھ لیا کہ حضرت موسیٰ کے خلیفوں کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفوں کا بھی ایک سلسلہ ہے اور چودھواں خلیفہ تمام خلیفوں کا خاتم ہوگا اور وہ مسیح کا مثیل ہوگا۔ پس اِس چودھویں صدی کے خلیفہ کا نام مسیح ہے اور اِس وقت مرزا صاحب کے سوا اور کوئی مدعی نہیں تو وہ مسیح ضرور ہیں۔

سلیمہ۔ اِس تقریر سے تو اتنا معلوم ہوا کہ چودھویں صدی کا خلیفہ مسیح ہوگا یہ تو ثابت نہ ہوا کہ مرزا صاحب ہی مسیح ہیں۔

فہمیدہ۔ اِس وقت کوئی اور دعویدار تو نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ تم پوچھو کہ کن نشانوں سے مرزا صاحب کے دعویٰ کو سچا سمجھیں یعنی کم از کم اتنا تو مان لینا پڑے گا کہ یہ دعویٰ ٹھیک وقت کیا گیا۔ اب مسیح آنا چاہیے۔

سلیمہ۔ ہاں یہ تو میرا مطلب ہے کہ وہ کون سے نشان ہیں جن سے معلوم ہو کہ یہ مدعی سچا ہے۔

فہمیدہ۔ جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں اُن کی شناخت کے نشان

ہوتے ہیں۔ اوّل یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ آیا وہ وقت بھی اُن کے آنے کا ہے یا نہیں؟ سو اس کے متعلق میں ابھی بتلا چکی ہوں کہ اگر وہ دلائل چھوڑ دیے جائیں کہ کس طرح پر پہلے بزرگوں نے خداتعالیٰ سے اطلاع پاکر چودھویں صدی میں اُس کے آنے کی خبر دی تھی اور کس طرح پر اسلام کمزور ہو گیا اور مسلمانوں کی حالت بگڑ گئی۔ صرف مماثلت موسٰی کا مسئلہ طبعی طور پر تقاضا کرتا ہے کہ اس چودھویں صدی کا خلیفہ مسیح ہوگا جو خاتم الخلفاء ہے۔ پس یہ وقت تو ضرور ہے ✤

دوسری بات یہ ہے کہ جو خدا کی طرف سے آئے ضرور ہے کہ خدا کی تائید اُس کے ساتھ ہو۔ اس کے واسطے تم خود انصاف سے دیکھ لو کہ ہر میدان میں اُس کو فتح ملتی ہے کوئی اُس کے مقابلہ میں نہیں آتا۔ پادری آریہ۔ برھمو۔ سکھ تو اس کے مقابلہ سے بھاگتے ہیں۔ مسلمان جو موئے اُس پر کفر کا فتوے لگاتے ہیں اُن کو جب بلایا تو وہ بھی میدان میں نہ نکلے۔ پھر جو خدا کی طرف سے آئے یہ ضرور ہے کہ اُس کی دعائیں کثرت سے قبول ہوں۔ مرزا صاحب نے مخالفوں سے کہا کہ آؤ دعا کی قبولیت میں میرا مقابلہ کرلو کوئی بھی مقابل نہ ہوا۔ جو شخص خدا کی طرف سے آتا ہے اُس پر غیب کی خبریں ظاہر کی جاتی ہیں ✤ حضرت مرزا صاحب کی صدہا پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں جو آپ کی کتابوں میں درج ہیں۔ کچھ سراج منیر میں بھی ہیں اور تریاق القلوب میں تو سو سے زیادہ ہیں۔ لیکھرام کی نسبت جو پیشگوئی ہے تم نے بھی سنی ہوگی ✤

سلیمہ اور وہ پادری کی نسبت جو پیشگوئی ہے کہتے ہیں پوری نہیں ہوئی۔

فہمیدہ۔ اس میں بھی شرط تھی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے گویا یہ پیشگوئی دُہری پیشگوئی تھی۔ پہلی شرط سے فائدہ اُٹھا کر بچ رہنا تھا پھر حق کے چھپانے کی وجہ سے ہلاک ہونا۔ اُس نے حق کی طرف رجوع کیا اور اسلام کی مخالفت سے اپنی قلم اور زبان کو اُس نے روکا۔ خدا نے اُسے بچا لیا۔ پھر آتھم کو قسم کے لیے بُلایا گیا اور چار ہزار روپے تک انعام دینا چاہا تو اُس نے قسم نہ کھائی آخر مر گیا۔ اُس کی لاش بھی کیڑوں مکوڑوں نے کھائی ہوگی ✤

آپا میں تمھیں ایک بات سناتی ہوں یاد رکھو خدا کی طرف سے جو غضب اور عذاب کی انذاری پیشگوئیاں ہوتی ہیں اُن میں ایک شرط ہوتی ہے کہ وہ سرکشی - ضد اور عداوت اور بیجا انکار پر اڑے رہیں اگر وہ اُسے چھوڑ دیں تو خدا کو عذاب دینے کی کیا ضرورت ہے - دیکھو ہم انسان ہیں اپنے بچوں کو کہتے ہیں کہ اگر تم نے فلاں کام کیا تو یہ سزا ملے گی - لیکن اگر بچہ اُس کام کو نہ کرے تو کیا ہمارا سر پھر گیا ہے جو بچہ کو سزا دینے بیٹھ جائیں - اور تم نے تو بڑے بڑے قصے سنے ہوئے ہیں - حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا قصہ بھول گئیں کیا اُن سے عذاب ٹلایا نہیں - پھر اب یہاں بھی خدا نے مہلت دیدی -

سلیمہ درست ہے - میں یہ مفصل بحث دیکھنی چاہتی ہوں کوئی کتاب ہو تو مجھے دو اور اب تم اس بحث کے سلسلہ کو ختم کر لو -

فہمیدہ - پھر یہ لوگ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں خدا کے کلام کو سب سے زیادہ سمجھنے والے ہوتے ہیں اور اُس کے حقائق اور معارف بیان کرتے ہیں مرزا صاحب کو اس حصہ میں خدا نے جو کچھ دیا ہے وہ تم نے ان کتابوں کو پڑھکر دیکھ لیا ہے - دیکھو آج ہی ایام الصلح میں تم نے سورۂ الحمد کی تفسیر اور دعا کی حقیقت کو پڑھا ہوگا - سچ بتاؤ کبھی یہ باتیں سنی ہیں -

سلیمہ - نہیں آپا سننے میں آئیں نہ دیکھنے میں -

فہمیدہ - ان لوگوں کو اسی اصول پر پرکھا جاوے جس اصول پر نبیوں کو پرکھا جاتا ہے - رہی مخالفت اور انکار - بھلا تم ہی بتاؤ کہ کس نبی کا نہیں ہوا اور کون سے الزام ہیں جو اُن پر نہیں لگائے گئے - بات لمبی ہو جاتی اگر میں اِن باتوں کی تفصیل کرتی تم خود دانا ہو اور اللہ رکھے پڑھی لکھی ہو کتابوں میں مفصل دیکھ لینا - اب اگر کوئی اور بات باقی ہے تو پوچھ لو -

سلیمہ - ہاں اتنا اور پوچھنا ہے کہ یہ جو سنا کرتے تھے کہ دجال آئے گا اُس کی آنکھ کانی ہوگی اور اُس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوا ہوگا - اُس کا ایک گدھا ہوگا اور

بہشت دوزخ اُس کے پاس ہوں گے وغیرہ وغیرہ یہ کیا بات ہے۔

فہمیدہ۔ اچھی میں تمھیں کیا بتاؤں تم خود ہی بتاؤ کہ دجال کی جو صفات اِن لوگوں نے بیان کی ہیں یہ خدا کی صفات ہیں یا کسی اور کی۔

سلیمہ ہاں ہیں تو خدا کی۔

فہمیدہ (ماتھے پر داہنا ہاتھ رکھکر) ہے ہے یہ کیا غضب ہوا جاتا ہے یہ مولوی جس کو بناتے ہیں خدا ہی بناتے ہیں۔ اِدھر مسیح کو خدا بنا رکھا ہے اُدھر دجال کو خدا بنا رکھا ہے خدا اُن پر رحم کرے۔

سلیمہ۔ اچھی پھر اصل حقیقت کیا ہے؟

فہمیدہ اصل بات یہ ہے عیسائیوں نے جو ایک خیالی پتلا مسیح کا اپنے ذہن میں بنایا ہے اور اُسے خدا بنا لیا ہے وہی دجال ہے جو گرجا سے نکلنے والا ہے۔ حقیقت میں وہ مسیح تو خدا نہ تھا جس کا قرآن میں ذکر ہے اور انجیلی مسیح بھی خدا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ جو عیسائیوں نے تراشا ہے یہ نیا ہی بُت ہے جو پکتے پکتے ایک خیال کی حد سے بڑھکر حقیقت کے لباس میں آگیا ہے اور اس وقت اُس کا بہت زور ہے۔ عیسائی پادری کتنی کوشش کر رہے ہیں کہ مسیح کی خدائی منوائی جائے پس مسیح موعود اُس بُت کو جو ایک ناقص خیال سے پیدا ہوا ہے توڑ مروڑ دیگا۔ یہی دجالیت ہے جس کے پاش پاش کرنیکے لیے مسیح موعود آیا ہے۔ باقی جو امور ہیں وہ اسی طرح پر استعارہ کے رنگ میں ہیں۔ ان لوگوں نے انھیں واقعات سمجھ لیا ہے جس طرح دجال نے ایک فرضی مسیح کو خدا بنا لیا ہے۔ ایسا ہی حال یاجوج ماجوج کا ہے اور دجال و یاجوج ماجوج ایک ہی شخص کے مختلف نام مختلف کاموں کی وجہ سے ہیں +

سلیمہ۔ اب مجھ کو زیادہ پوچھنے کی ضرورت نہیں رہی شکر ہے۔ اب مجکو وہ شرطیں تو سناؤ جو بیعت کے لیے مقرر کر رکھی ہیں۔

فہمیدہ۔ لو وہ بھی سُن لو۔ ذرہ سنبھلکر ہمہ تن گوش ہو جاؤ۔

ذکر نماز سے فارغ ہو کر قصیدہ سے بھی گیا۔ ابھی وہ نماز ادا کر کے بیٹھی تھی کہ مرزا دانش بھی آ گئے۔ اور سلیمہ کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ سلیمہ نے اُٹھ کر سلام کیا اور کہا بھیا دانش تمھیں مبارک باد دیتی ہوں کہ خدا تعالیٰ نے آج مجھ کو سچے اسلام کی توفیق دی۔ مرزا دانش یہ بات سُن کر ازبس محظوظ ہوئے اور سارا قصہ سُنا اور پھر خدا کی جناب میں سجدہ کیا کہ اُن کے اخلاق اور چال چلن کی تبدیلی کا اثر دور دور پہنچنے لگا۔ پھر مرزا دانش ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے +

سلیمہ بھائی زندگی کا اعتبار نہیں میری طرف سے ایک عریضہ حضرت اقدس کی عالی خدمت میں لکھدو۔ چنانچہ مرزا دانش نے مفصلۂ ذیل عریضہ لکھا +

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلّی علےٰ رسولہ الکریم

عالیجناب حضرت مولانا و امامنا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضور کی دُعاؤں کا سخت محتاج اور جناب کی مہربانیوں کا ممنون خاکسار مرزا دانش نہایت ادب اور خوشی کے ساتھ عرض کرتا ہے۔ حضور کی تعلیم نے میری حالت پر معجزانہ اثر کیا ہی اور میں محسوس کرتا ہوں کہ میرے خیالات اور چال چلن میں آپکی دُعاؤں اور کریمانہ توجہات سے ایک نمایاں تبدیلی ہو رہی ہے۔ میری دلی آرزو ہے کہ حضور اس نابکار کو اپنی نیم شبی دُعاؤں میں نہ بھولیں۔ میرے مولا! خدا کا شکر ہے کہ میرے گھر پر تو آپ کی پاک تعلیم پر عمل کرنے کا اثر پڑا ہی تھا جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اب یہ اثر اور بھی وسیع ہوتا نظر آتا ہے۔ خدا کرے کہ دن بدن بڑھے اور ہم کو توفیق دے کہ ہم اپنے عملی نمونوں سے آپ کی سچائی پر گواہ ٹھہرنے کے قابل ہوں۔ آمین +

بندہ نواز۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور کی خادمہ کی بہن سلیمہ بیگم جو مولوی عبد الجبار صاحب دیوبندی کی صاحبزادی اور مولوی سلیم اللہ صاحب سہارنپوری کی اہلیہ ہیں چند روز سے یہاں آئی ہوئی ہیں ہر دو مولوی صاحبان نے اپنی بدقسمتی سے فتوائے کفر پر مُہریں بھی کی ہوئی ہیں۔ سلیمہ بیگم اپنے نام کی طرح سلیمۃ الفطرت اور سعیدہ بی بی ہے گھر میں حضور کے گفتگو کا ایک لمبا سلسلہ

جاری رہا۔ اور میری غیر حاضری ہی میں ان کے سب شکوک جناب کی کتابوں کے مطالعہ سے اور کچھ بہن سے سن کر اُنھوں نے رفع کر لیے ہیں اور اب وہ سچے دل سے جناب کی خدمتگاروں میں داخل ہونے کا اعزاز چاہتی ہیں ان کو بیعت میں قبول فرمایا جائے۔ اور وہ عرض کرتی ہیں کہ میری اُن شوخیوں اور گستاخیوں کو جو جہالت کے زمانہ میں جناب کی شان میں ہو چکی ہیں معاف فرمایا جائے وہ یہ بھی عرض کرتی ہیں کہ دُعا کی جائے کہ خدا تعالیٰ اُن کے میاں اور والد اور دوسرے عزیزوں کو بھی اِس پاک سلسلہ کی سچائی سے آگاہ کرے اور اُن کو توفیق دے کہ وہ اپنے چال چلن اور اخلاق عادات کی پاک تبدیلی سے اپنے خاندان میں اس صداقت کو قائم کریں امید کہ جناب جواب سے میری عزت افزائی فرمائیں گے +

جناب کی دعاے سحری کا طالب خاکسار مرزا وانش ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس امرتسر

اِس خط کا جواب حضور کے ارشاد سے مولانا مولوی عبد الحکیم صاحب سیالکوٹی کے قلم سے لکھا ہوا آگیا جو درج کیا جاتا ہے +

عبد الکریم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط نحمدہ ونصلی۔ برادرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام۔ عزیزہ سلیمہ بیگم کی بیعت منظور فرماتے ہیں استغفار اور درود شریف بکثرت پڑھنے اور نمازوں کو سنوار سنوار کر اپنے وقت پر ادا کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ فرمایا ہے دعا کرینگے وقتاً فوقتاً یاد دلانا چاہیے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چونکہ اب وہ بظاہر اپنے عزیزوں لیکن حقیقتاً مخالفوں کے گروہ میں جائیں گی۔ اس لیے اپنے اخلاق و عادات میں ایک چمکتی ہوئی تبدیلی کر کے دکھائیں۔ مخالفت کم کرنے اور انکو اپنی طرف کھینچنے کی اِس سے بہتر کوئی کمند نہیں ہو سکتی۔ آپ کو دارالامان میں آئے ہوئے دیر ہو گئی ہے یہاں آنے کے لیے ضرور موقع نکالنا چاہیے والسلام ـــ عاجز عبد الکریم۔ از دار الامان قادیاں۔

یہ خط ۱۷۔ فروری کو دوپہر کے بعد ملا سلیمہ نے اُس کو آنکھوں سے لگایا

عبد الکریم

اور چوما اور بہت ہی خوشی سے باغ باغ ہوگئی۔ اِس خوشی کے ساتھ ہی اُسکے
قلب پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ بہت دیر تک روتی رہی۔ سلیمہ بیگم اب
سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو چکی ہے۔ اُس نے یہاں آکر اپنے اخلاق میں
تبدیلی شروع کی۔ جیسے بہن فہمیدہ اپنے میاں مرزا دانش سے نالاں تھی اور
ایک جہنم میں تھی اور مرزا دانش کے اس سلسلہ مبارکہ میں داخل ہو کر ایک
نمایاں روشن اخلاقی تبدیلی نے ہی بیوی کو اس سلسلہ کی سچائی پر آگاہ کیا
تھا ویسے ہی سلیمہ کے حالات سے مولوی سلیم اللہ صاحب آج سے پیشتر
ایک سخت عذاب میں نالاں تھے۔ سلیمہ بدمزاج اور بات بات میں چڑنے والی
طبیعت رکھتی تھی۔ اس لیے مولوی سلیم اللہ صاحب ڈرتے تھے مگر اب
سلیمہ نے اُن سختیوں اور بداخلاقیوں سے یہاں ہی توبہ
کر لی تھی۔ اب جو وہ سہارن پور گئے تو اُس کے
اخلاق اور عادات کی خوبصورت اور
چمکتی ہوئی تبدیلی کا اثر جو ہوا
وہ ہم دوسرے وقت پر
سُنائیں گے

سلک مروارید کا تیسرا اڈیشن

سلک مروارید کا پہلا حصہ تیسری مرتبہ طبع ہوتا ہے اس سے اس کتاب کی قبولیت اور عام طور پر مفید ہونے کا پتہ ملتا ہے۔ اگرچہ ابھی تک جسقدر اشاعت اس رسالہ کی ہونی چاہیئے نہیں ہوئی لیکن مین شکر گذاری کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہون کہ قوم نے اپنے ہیچمرز خادم کی اس تالیف کو بہت مفید تسلیم کیا ہے اور حتی الوسع انہون نے اسکی اشاعت میں حصہ لیا ہے۔ یہ تیسرا اڈیشن ایکہزار چھاپا جاتا ہے۔ اور امید کیجاتی ہے۔ کہ ناظرین اس قسم کے مفید رسالوں کو عام طور پر شایع کر کے اس غرض کو پورا کرینگے جس کو مد نظر رکھکر اسے لکھا گیا ہے۔ ناظرین نے بارہا اصرار کیا ہے۔ کہ اس سلسلہ کا تیسرا نمبر بھی جلد شایع ہو اور صرف اسی کے متعلق نہیں۔ بلکہ ایڈیٹر الحکم کی تالیفات کے سلسلہ میں یہ خواہش کی گئی ہے۔ جس کے لیے مین اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہون جس نے میرے قلم اور انداز بیان کو مرتبہ قبولیت عطا فرمایا ہے۔ یہ قدر دانی مجھے حوصلہ دلاتی ہے کہ تیسرا حصہ جلد لکھا جاوے اس لئے مین خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے امید کرتا ہوں کہ اس کی توفیق شامل حال رہی تو سلک مروارید کا تیسرا حصہ جلد پبلک کے ہاتھ میں پہونچیگا۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ؁

ترامنزل قادیان دار الامان
۲۴ - اگست ۱۹۰۸ء

خادم قوم۔ یعقوب علی تراب
احمدی عفی اللہ عنہ ایڈیٹر الحکم و
سلک مروارید و مرتب تفسیر القرآن

ذکر نماز سے فارغ ہو کر قصیدہ سے بھی گیا۔ ابھی وہ نماز ادا کر کے بیٹھی تھی کہ مرزا دانش بھی آ گئے۔ اور سلیمہ کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ سلیمہ نے اُٹھ کر سلام کیا اور کہا بھیا دانش تمھیں مبارک باد دیتی ہوں کہ خدا تعالیٰ نے آج مجھ کو سچے اسلام کی توفیق دی۔ مرزا دانش یہ بات سُن کر ازبس محظوظ ہوئے اور سارا قصہ سُنا اور پھر خدا کی جناب میں سجدہ کیا کہ اُن کے اخلاق اور چال چلن کی تبدیلی کا اثر دور دور پہنچنے لگا۔ پھر مرزا دانش ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے +

سلیمہ بھائی زندگی کا اعتبار نہیں میری طرف سے ایک عریضہ حضرت اقدس کی عالی خدمت میں لکھدو۔ چنانچہ مرزا دانش نے مفصلۂ ذیل عریضہ لکھا +

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

عالیجناب حضرت مولانا و امامنا! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ حضور کی دعاؤں کا سخت محتاج اور جناب کی مہربانیوں کا ممنون خاکسار مرزا دانش نہایت ادب اور خوشی کے ساتھ عرض کرتا ہے۔ حضور کی تعلیم نے میری حالت پر معجزانہ اثر کیا ہی اور میں محسوس کرتا ہوں کہ میرے خیالات اور چال چلن میں آپکی دعاؤں اور کریمانہ توجہات سے ایک نمایاں تبدیلی ہو رہی ہے۔ میری دلی آرزو ہے کہ حضور اس نابکار کو اپنی نیم شبی دعاؤں میں نہ بھولیں۔ میرے مولا! خدا کا شکر ہے کہ میرے گھر پر تو آپ کی پاک تعلیم پر عمل کرنے کا اثر پڑا ہی تھا جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اب یہ اثر اور بھی وسیع ہوتا نظر آتا ہے۔ خدا کرے کہ دن بدن بڑھے اور ہم کو توفیق دے کہ ہم اپنے عملی نمونوں سے آپ کی سچائی پر گواہ ٹھہرنے کے قابل ہوں۔ آمین +

بندہ نواز۔ اس اجمال کی تفصیل کی یہ ہے کہ حضور کی خادمہ کی بہن سلیمہ بیگم جو مولوی عبدالجبار صاحب دیوبندی کی صاحبزادی اور مولوی سلیم اللہ صاحب سہارنپوری کی اہلیہ ہیں چند روز سے یہاں آئی ہوئی ہیں ہر دو مولوی صاحبان نے اپنی بد قسمتی سے فتوائے کفر پر مُہریں بھی کی ہوئی ہیں۔ سلیمہ بیگم اپنے نام کی طرح سلیمۃ الفطرت اور سعیدہ بی بی ہے گھر میں حضور کے گفتگو کا ایک لمبا سلسلہ

جاری رہا۔ اور میری غیر حاضری ہی میں ان کے سب شکوک جناب کی کتابوں کے مطالعہ سے اور کچھ بہن سے سُن کر اُنھوں نے رفع کر لیے ہیں اور اب وہ سچے دل سے جناب کی خدمتگاروں میں داخل ہونے کا اعزاز چاہتی ہیں ان کو بیعت میں قبول فرمایا جائے۔ اور وہ عرض کرتی ہیں کہ میری اُن شوخیوں اور گستاخیوں کو جو جہالت کے زمانہ میں جناب کی شان میں ہو چکی ہیں معاف فرمایا جائے وہ یہ بھی عرض کرتی ہیں کہ دُعا کی جائے کہ خدا تعالیٰ اُن کے میاں اور والد اور دوسرے عزیزوں کو بھی اِس پاک سلسلہ کی سچائی سے آگاہ کرے اور اُن کو توفیق دے کہ وہ اپنے چال چلن اور اخلاق عادات کی پاک تبدیلی سے اپنے خاندان میں اس صداقت کو قائم کریں امید کہ جناب جواب سے میری عزت افزائی فرمائیں گے +

جناب کی دعاے سحری کا طالب خاکسار مرزا وانش ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس امرتسر

اِس خط کا جواب حضور کے ارشاد سے مولانا مولوی عبد الحکیم صاحب سیالکوٹی کے قلم سے لکھا ہوا آگیا جو درج کیا جاتا ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی ۔ برادرم ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام ۔ عزیزہ سلیمہ بیگم کی بیعت منظور فرماتے ہیں استغفار اور درود شریف بکثرت پڑھنے اور نمازوں کو سنوار سنوار کر اپنے وقت پر ادا کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں ۔ فرمایا ہے دعا کرینگے وقتاً فوقتاً یاد دلانا چاہیے ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ چونکہ اب وہ بظاہر اپنے عزیزوں لیکن حقیقتاً مخالفوں کے گروہ میں جائیں گی ۔ اِس لیے اپنے اخلاق و عادات میں ایک چمکتی ہوئی تبدیلی کر کے دکھائیں ۔ مخالفت کم کرنے اور اُنکو اپنی طرف کھینچنے کی اِس سے بہتر کوئی کمند نہیں ہو سکتی ۔ آپ کو دار الامان میں آئے ہوئے دیر ہو گئی ہے یہاں آنے کے لیے ضرور موقع نکالنا چاہیے

والسلام ۔ عاجز عبد الکریم ۔ از دار الامان قادیان ۔

یہ خط ۱۷۔ فروری کو دوپہر کے بعد ملا سلیمہ نے اُس کو آنکھوں سے لگایا

اسلام میں عورتیں

یہ ایک مبسوط اور عجیب کتاب ہے جس کا مضمون اسکے نام سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب خانصاحب میرزا سلطان احمد صاحب افسر مال (جو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے بڑے بیٹے ہیں) نے لکھی ہے۔ اور قرآن مجید نے جہاں جہاں عورتوں کا ذکر کیا ہے ان سب مقامات کو جمع کر کے نہایت وضاحت کیساتھ انکے حقوق پر بحث کی ہے اور دکھایا ہے کہ جو عظمت اور حقوق اسلام نے عورتوں کو دیئے ہیں۔ دنیا کی کسی قوم اور مذہب نے نہیں دیئے۔ یہ کتاب فلسفیانہ طرز پر لکھی گئی ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ یہ اپنی طرز کی بالکل پہلی کتاب ہے۔ بعض اہم مسائل۔ طلاق۔ تعدد ازدواج وغیرہ پر لطیف بحثیں کی ہیں کتاب مذکور کا پورا مسودہ میرے پاس آگیا ہے اور جسقدر جلد مجھسے ممکن ہوا میں اسکے شایع کرنیکی کوشش کرونگا انشاءاللہ العزیز خانصاحب موصوف نے نہایت مہربانی سے اس کتاب کے حقوق کارخانہ الحکم کو دیدیئے ہیں۔ والسلام +

تمام درخواستیں

ایڈیٹر الحکم قادیان کے نام آنی چاہئیں +

یعنی لعل و رکا استان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سلکِ مروارید
یعنی موتیون کی لڑی

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق عورتون کے لئے دلچسپ سلسلہ کا دوسرا نمبر

نمبر دوم

جسکو خاکسار شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم نے عورتون کے فائدہ کیلئے تالیف کرکے اپنے مطبع انوار احمدیہ قادیان دارالامان مین چھپوا کر شایع کیا

بار اول   تعداد ۱۲۰۰   قیمت علاوہ محصول ۴ر

جنوری ۱۹۰۶ء

عرض حال

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین

امّا بعد

کئی سال ہوتے ہین کہ مینے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایماء اور منشاء کو ملحوظ رکھہ کر **سلک مروارید** یا موتیون کی لڑی نام ایک مختصر سا رسالہ مستورات کے فائدہ کے لیئے شایع کیا تھا - اور مین نہایت خوشی سے ظاہر کرتا ہون کہ اس رسالہ کو عام طور پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت مین مفید تسلیم کیا گیا - اور اکثر احباب نے مجھے اسکے دوسرے حصہ کی اشاعت پر متوجہ کیا مین اپنی مصروفیت کہون یا سستی کیوجہ سے ابتک دوسرے حصہ کی طرف توجہ نکر سکا - لیکن اب توفیق مل جانے پر مین اس قابل ہوگیا ہون کہ دوسرا حصہ قوم کے سامنے پیش کرون - اگر یہہ حصہ بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا اور مفید ثابت ہوٴا - تو مین سمجھونگا کہ میری محنت ٹھکانے لگی - اور کیا عجب فرصت اور موقع ملنے پر اس سلسلہ مین کچھہ اور بھی لکھون -

مین جانتا ہون کہ یہ رسالہ بطریق کہانی لکھا گیا ہے لیکن اس کہانی کے ذریعہ اسلام کی عظمت اور سلسلہ عالیہ کی صداقت کو دکھایا گیا ہے اگر ہمارے گھرون مین بیہودہ اور بے معنی کہانیون کی بجائے ایسی مفید کہانیون کا سلسلہ جاری کیا جاوے - تو مین یقیناً کہہ سکتا ہون کہ ہمارے بچے اس سے پہلے کہ مدرسہ مین داخل ہون - بہت سی باتون ... سے باخبر ہو جائین + اس رسالہ کے ذریعہ سے مخالفین مذہب کے ساتھہ گفتگو کرنے کا طریق بھی سکھانا مدنظر رکھا گیا ہے - اس لحاظ سے کہ اس مین وہ بیہودگی اور جذبات کو اپیل کرنے والے نظارے (جو آجکل کے لٹریچر کا جزو اعظم قرار دیئے گئے ہین) نہین ہین ممکن ہے یہہ رسالہ پھیکا نظر آئے - مگر مجھے بحمد اللہ یقین ہے کہ نیک دل اور خدا ترس لوگ اسکو پسند کرینگے - خدا کرے کہ جس غرض کے لئے یہہ رسالہ لکھا گیا ہے وہ اس سے پوری ہو - آمین -

دفتر الحکم قادیان
جنوری ۱۹۰۶ء

احقر الناس یعقوب علی (تراب) احمدی
ایڈیٹر الحکم قادیان دارالامان -

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلے علی رسولہ الکریم

پہلا باب

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

دارالامان سے خط آئے ہوئے ایک ہفتہ سے زاید عرصہ گذر گیا ہے سلیمہ محسوس کرتی ہے کہ اقرار بیعت کے دن سے اس کی حالت مین کچھہ خاص قسم کی تبدیلی پیدا ہو چلی ہے نماز مین رقت اور دعاؤن مین قبولیت کے آثار پیدا ہونے لگے ہین - قرآن مجید کے ساتھہ جو محبت اور اس کی تلاوت مین جو لذت اور تدبر کرنے کی عادت اب پیدا ہو رہی ہے پہلے ہرگز نہ تہی - اس مجلس اور کنبہ مین (جو اب احمدی خاندان کہلاتا ہے) رہ کر اس کی طبیعت بہت خوش تہی لیکن خدا تعالے کا کچھہ ایسا قانون اور آئین ہے کہ جو شخص اسکی راہ مین قدم اٹھاتا ہے اور اسکی طرف آتا ہے ضرور ہے کہ وہ اپنے صدق و وفا کے امتحان مین ڈالا جاوے - چنانچہ اللہ تعالے نے قرآن شریف مین فرمایا ہے..

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون

یعنی کیا لوگ گمان کر بیٹھے ہین کہ وہ اتنی ہی بات پر چھوڑ دئے جاوین کہ انہون نے کہدیا کہ ہم ایمان لائے اور اون کا امتحان نہ کیا جاوے ؟

مطلب یہ ہے کہ ناممکن ہے ایک شخص مخلص مومن ہو اور امتحان اور آزمایش کی چکی میں پیسا نہ جاوے - مگر یہہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وفادار صادق مر کر بھی زندہ ہو جایا کرتے ہیں اسلئے کہ خدا تعالیٰ کے فضل کا ہاتہہ انپر ہوتا ہے اور سچائی کی روح ان کے اندر بولتی ہے اگر وہ آزمایشون سے کچلے جائین اور پیسے جائیں اور خاک کے ساتہہ ملائے جاوین اور چارون طرف سے انپر بعض طعن کی بارشین ہون اور انکے تباہ کرنے کے لیئے سارا زمانہ منصوبے کرے تب بھی وہ ہلاک نہیں ہوتے - انکے ہلاک نہ ہوتے کی وجہ وہی سچا پیوند ہے جو انکو اپنے محبوب حقیقی کے ساتہہ ہوتا ہے - خدا ان پر سب سے زیادہ مصیبتین نازل کرتا ہے مگر اس لیئے نہیں کہ تباہ ہو جائین - بلکہ اس لئے کہ تا زیادہ سے زیادہ پہل اور پہول میں ترقی کرین - ہر ایک جوہر قابل کے لیئے یہی قانون قدرت ہے کہ اوّل صدمات کا تختہ مشق ہوتا ہے مثلاً اس زمین ہی کیطرف دیکھو جس مین سبزہ زار کہیتیان دل کو تر و تازگی اور آنکہونکو طراوت بخشتی ہیں اور جو بالآخر انسانی زندگی کی ضروریات کا بہت بڑا حصہ بہم پہونچاتی ہیں کہ اول اول اسے کسقدر صدمات برداشت کرنے پڑتے ہین کسان کئی مہینہ تک اسے اپنی قلبہ رانی کا تختہ مشق بناتا ہے اور ہل چلا چلا کر اسکا جگر پہاڑتا رہتا ہے یہانتک کہ وہ زمین جو پتھر کیطرح سخت اور درشت معلوم ہوتی ہتی سرمہ کی طرح پس جاتی ہے اور ہوا اسکو اِدہر اُدہر اڑاتی ہے اور پریشان کرتی رہتی ہے اور بہت ہی خستہ شکستہ اور کمزور معلوم ہوتی ہے اور ایک انجان سمجہتا ہے کہ کسان نے چنگی بہلی زمین کو خراب کر دیا لیکن اس دانا کسان کا فعل عبث نہین ہوتا - وہ خوب جانتا ہے کہ اس زمین کا اعلےٰ جوہر بجز اس درجہ کی کوفت کے نمودار نہین ہو سکتا اسیطرح کسان اس زمین مین بہت عمدہ قسم کے دانے تخم ریزی کے وقت بکہیر دیتا ہے اور وہ دانے خاک مین ملکر اپنی شکل اور حالت مین قریب قریب مٹی کے ہو جاتے ہین لیکن وہ دانا کسان اس لیئے انہیں مٹی مین نہیں پہینکتا کہ وہ اسکی نظر مین ذلیل ہین نہیں بلکہ دانے اسکی نظر مین نہایت ہی بیش قیمت ہیں - اس کی غرض انکو مٹی میں بکہیرنے سے یہ ہے کہ تا ایک ایک دانہ ہزار ہزار دانہ ہو کر نکلے اور بڑہے اور خدا کے بندون کے سرمایہ حیات کا جزو ٹہیرین - پس اسی طرح وہ حقیقی کسان کبہی اپنے خاص بندون کو مٹی مین پہینک دیتا ہے - اور لوگ انکے اوپر چلتے ہین اور پیرون کے نیچے کچلتے ہین تہوڑے دنون کے بعد وہ دانے سبزہ کی شکل پر ہو کر نکلتے ہین اور ایک عجیب رنگ اور آب کے ساتہہ نمودار ہوتے ہیں

جو ہر ایک دیکھنے والا تعجب کرتا ہے یہی قدیم سے برگزیدہ لوگوں کے ساتھہ سنت اللہ ہے کہ وہ ورطۂ عظیمہ مین ڈالے جاتے ہیں لیکن غرق کرنے کے لئے نہین بلکہ اسلئے کہ تا اون موتیون کے وارث ہون جو دریائے وحدت کے نیچے ہین اور وہ آگ میں ڈالے جاتے ہین اسلئے نہین کہ جلائے جاوین بلکہ اس لئے کہ تا خدا تعالےٰ کی قدرتین ظاہر ہون اور انسے ٹھٹھا کیا جاتا اور انپر لعنت کیجاتی ہے اور وہ ہر طرح سے ستائے جاتے ہین اور دکھہ دئے جاتے ہیں اور طرح طرح کی بولیان ان کی نسبت بولی جاتی ہین۔ لیکن جب وہ اس امتحان مین ثابت قدم نکلتا ہے تو یکایک غیرت الٰہی جوش مارتی اور اسکے صدق و وفا پر ایک معجزنما نتیجہ پیدا کر کے دکہا دیتی ہے غرض سلیمہ نے خدا کے فضل سے یہہ بات سمجھہ لی تھی کہ مسیح موعود پر ایمان لاکر اسے ایکبار پھر اپنی زندگی کا نیا دور شروع کرنا پڑیگا۔ اور ناممکن ہے کہ وہ ابتلاؤن سے بچ سکے اسلئے وہ بار بار خدا تعالےٰ کے حضور رو رو کر دعائین کرتی تھی

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب
ربنا لا تشمت بنا الاعدا ولا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین۔
ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔

سلیمہ اگرچہ اپنے والدین کے لئے اور اپنے سسرال مین کوئی نئی سلیمہ نہ تھی لیکن احمدی ہونے کے بعد وہ اپنی جگہ خوب سمجھتی تہی کہ مین بالکل نئی عورت ہون میکے اور سسرال والون کو مجھہ سے گو رشتہ اور خون کا تعلق تو باقی ہے لیکن مذہبی تعلق کی بنا پر مجھہ مین اور انمین زمین و آسمان کا فرق ہو چکا ہے وہ جسے (کہنے والون کے منہ مین خاک) دجّال کہتے ہین۔ (العیاذ باللہ) میرے ماں باپ اسپر قربان ہون وہ خدا کا محبوب اسلئے رسول پاک کا محبوب جسے اسنے سلام بھیجا میرے ایمان مین خدا کا سچا رسول اور مسیح موعودؑ ہے۔ پھر ایسی صورت مین اسے وہم بھی نہین آسکتا تھا کہ اب کی مرتبہ واپس جانے پر گھر مین اس کا وہی اعزاز اور قدر ہوگی۔ اسلئے وہ وہان جانیسے پہلے ہی ان تمام مصیبتون اور مشکلات کے برداشت کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ جنکا آغاز ہونے والا تھا۔ چنانچہ ابہی اسے ایک ہفتہ ہی بیعت کئے ہوئے گذرا تھا۔ اور اسنے بیعت کا خط لکھنے کے ساتھہ ہی اپنے والد مولوی عبد الجبار کو دیوبند اور مولوی سلیم اللہ اپنے شوہر کو سہارنپور خط لکھدیا تھا کہ بیٔے اس شخص

کو جسے تم خدا کی پناہ کا فرقرار دیتے تھے خدا کا راستباز مرسل پایا ہے اور خدا تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے یہہ سمجھہ دی ہے اسلئے میں نے اپنی ان تمام شوخیوں اور بیباکیوں سے جو اسکی شان مین آپ لوگوں کی تاثیر صحبت کیوجہ سے کی تہین توبہ کر کے اسکے دعاوی کو قبول کر لیا اور اسپر ایمان لائی ہون - بلکہ بینے خط کے ذریعہ بیعت بہی کر لی ہے - اس قسم کے خط نے سہارنپور اور دیوبند میں اس سے زیادہ کہرام مچا دیا جو عزت خاتون کے عیسائی ہونے پر مچا تہا - مولوی عبد الجبار نے نہایت تیزی اور جوش کے ساتہہ اپنی صاحبزادی کو مخاطب کیا انکے فقرہ فقرہ سے غیظ و غضب کی جہاگ گرتی ہے اور کوئی سخت لفظ باقی نہین رہا جو انہوں نے استعمال نہ کیا ہو - مولوی سلیم اللہ چونکہ سلیمہ کی تیز مزاجی سے کسیقدر رنجیدہ ہوئے تہے اسلئے وہ سخت کلامی سے تو پیش نہ آئے لیکن اُنہوں نے نرم الفاظ مین لکہا کہ اب مین حیران ہون علماء نے یہ فتوےٰ دیا ہوا ہے کہ مرزائی ہونے کے بعد نکاح قایم نہین رہتا تم میرے گہر مین آباد ہوگی تو کسطرح بہتر یہ ہے کہ تم اپنے اس عقیدہ سے توبہ کر لو ورنہ مجہے مجبور ہونا پڑیگا - اور یا یہ ہے کہ تم اس کا اظہار مت کرو -

غرض اس قسم کے خطوط کا سلسلہ امرتسر ہی مین شروع ہو گیا تہا - اور وہ ان مشکلات کے لئے جو اسکے سامنے آنے والی تہین خدا کی توفیق و مدد سے طیار ہو رہی تہی - ابہی اسنے امرتسر سے روانگی کا کوئی ارادہ نہ کیا تھا اور اس خیال مین تہی کہ پہلے والد صاحب کے پاس جاؤں یا سسرال مین میاں کے پاس پہونچوں کہ یکایک والد صاحب کی طرف سے دوسرا خط ملا جس مین صاف اور کہلے الفاظ مین لکہا ہوا تہا کہ سلیمہ! میں تجہے مرزائی عورت کی شکل میں دیکہنے سے سخت بیزار ہوں مین ایک کتے کا دیکہنا جائز رکہتا ہوں لیکن تجہے باوجودیکہ تو میری ہی بیٹی ہے دیکہنا نہین چاہتا - پس اگر تو اس عقیدہ سے توبہ نہ کریگی تو میرے گہر مین کبہی مت آئیو - ورنہ اچہا نہ ہوگا - اور جو جائداد مینے تمہارے لئے الگ کر رکہی تہی اسکی تم اب وارث نہین رہ سکتی ہو - مین اس سے تم کو الگ کر دونگا - میرے مان آتا ہے تو مجہہ توبہ نامہ بہیجدو نہین تو جاؤ جہنم مین - اس خط کو پڑھ کر سلیمہ کے دل پر سخت اثر ہوا - اسنے سمجہا کہ ماں باپ کو اسی زندگی مین چہوڑنا پڑا - آہ! بہائی بہنوں سے الگ ہونا پڑا - وہ ماں جو مجہے اپنی آنکہہ کا تارا اور آرام جان سمجہتی تہی جو مہینے مین ایک بار مجہے دیکہنا اپنی زندگی

کا ذریعہ جانتی تھی اس کی جان پر کیا گذرے گی۔ لیکن جب اس نے صحابہ کی حالت پر نظر کی اور دیکھا کہ انہوں نے حق اور اسلام کے لئے کس طرح پر اپنے عزیز و اقارب مال و دولت اور وطن کو خیر باد کہا اور کسطرح پران سخت سے سخت تکالیف کو برداشت کیا جو ناہنجار کفار کی طرف سے انکو دی گئی تھیں تو صحابہ کی اس ابتدائی حالت کا تصور کر کے عمار بن یاسر کی والدہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ اسے یاد آگیا کہ کس طرح بے حیا۔ سنگدل ظالم طبع۔ دون ہمت کفار نے اس ضعیفہ عفیفہ کی جان لی تو اس کا دل بھر آیا۔ اور بے اختیار رونے لگی مگر ہر رونے کے ساتھ ہی اسکو کچھ ایسی تسلی اور اطمینان ہو گیا کہ اس نے بے اختیار ہو کر کہا کہ مین اس راہ مین ہر مصیبت اور دکھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہون خدا تعالےٰ خود میرا مددگار ہو۔ اور اسی سلسلہ تصور مین حضرت مسیح موعود کو مخاطب کر کے بول اٹھی

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے

دوسرا باب

امرتسر سے سہارنپور کو روانگی

وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنیوالی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہین آسمانوں مین

والد اور شوہر کی طرف سے جب متواتر اس قسم کے خطوط پہونچے تو...... سلیمہ اوّل اوّل بہت کچھ متاثر ہوئی اور اس نے سمجھا کہ اب دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے اقرار کی آزمایش کا وقت آپہونچا ہے۔ بہن اور مرزا دانش سے صلاح و مشورہ کے بعد اسنے یہ ارادہ کیا کہ والد کے ہان جانے کی بجائے بہتر یہی ہے کہ مین شوہر کے پاس جاؤن۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ مولوی سلیم اللہ اس سے بہت کچھ دبتے تھے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ وہ سلیمہ کے حسن خداداد پر کچھ ایسے فریفتہ تھے کہ اس کی ہر سختی کو داخل ناز سمجھ کر برداشت کرتے تھے۔

اس لحاظ سے سلیمہ نے سوچا کہ دور بیٹھے ہوئے وہ بہی مجھے گہر کتے ہین اور مختلف قسم کی دہمکیان دیتے ہیں۔ لیکن یونہی مین انکے سامنے پہونچی وہ اپنی چال بہول جائین گے اور اگر میری بات ماننے پر آمادہ نہ ہون گے تو میرے خلاف لب کشائی بہی نہ کرین گے۔ مگر در اصل اب سلیمہ اس اندازہ کرنے مین غلطی کہا گئی کیونکہ یہہ تو سچ تہا کہ مولوی سلیم اللہ سلیمہ سے بہت کچہہ دبتے تہے لیکن اب جبکہ اس نے **احمدیت** کا لباس پہن کر اپنی عادت مین تبدیلی کر لی ہتی اور وہ سختی اور درشتی جو اپنے شوہر کے لئے روا رکھتی ہتی اسے چہوڑ بیٹھی تہی بلکہ پورا ادب اور تکریم اپنے شوہر کی دل مین پیدا کر چکی تہی پہر یہ ناممکن تہا کہ مولوی سلیمہ اللہ صاحب ایسے موقع پر اپنے پر پرزے نہ نکالتے۔ **بہرحال** سلیمہ نے فیصلہ یہی کیا کہ سسرال جانا اچہا ہے۔ چنانچہ اس تجویز کے قرار پا جانے کے بعد اس نے طیاری شروع کی۔ اور ایک اطلاعی خط بہی مولوی سلیم اللہ صاحب کو لکہدیا کہ مین بدھ کے روز اڑھائی بجے کی گاڑی مین سوار ہو کر **مرزا فہیم** کے ہمراہ سہارنپور آتی ہون۔ اس خط کے بعد سلیمہ کو امید ہتی کہ سٹیشن پر مولوی سلیم اللہ صاحب انکے لینے کے لئے آئین گے تو سٹیشن سے گہر تک پہونچتے پہونچتے انکو درست کر لیا جاوے گا مگر بڑے بول کا سر نیچا۔ سلیمہ کو کیا خبر تہی کہ وہ جسقدر راشہ انپر ڈالنا چاہیں گی اسیقدر انکا مزاج بگڑیگا۔ **غرض** امرتسر سے **سلیمہ** فہیم کے ہمراہ سہارنپور کو روانہ ہوئی بہن نے بہت کچہہ تسلی دی اور جلد جلد خط لکہنے کو کہا۔ فہمیدہ کو اب سلیمہ سے ایسی محبت ہوگئی ہتی کہ ایک دم اس سے الگ ہونا نہ چاہتی تہی اسلئے وہ کچہہ تو بہن کی تنہائی کیوجہ سے اور کچہہ ان حالات کا تصور کر کے جو سلیمہ کو پیش آنے والے تہے زار زار روتی تہی اور ایسا ہی حال سلیمہ کا تہا۔ مرزا دانش بہی بیاس تک ساتہہ آئے کیونکہ وہ دورہ پر چڑہے ہوئے تہے۔ اور وہان تک ساتہہ آسکتے تہے۔ راستہ مین جس کمرہ مین سلیمہ بیٹہی ہوئی تہی اسی کمرہ مین **اتفاقاً** ایک عیسائی منادکی بیوی بہی سوار ہوگئی۔ جو اپنے شوہر کے پاس جو سہارنپور کے مدرسہ علم الہی مین پادری کا امتحان پاس کرنے گیا ہوا تہا جا رہی تہی۔ سلیمہ نے اسے رفیق سفر پا کر بات چیت کا سلسلہ شروع کر دیا معمولی اور ابتدائی گفتگو کے بعد معلوم ہوا۔ کہ اس عیسائی عورت کا نام سکینہ ہے اور وہ اچہی لکہی پڑہی عورت ہے اور اسوقت امرتسر کے زنانہ سکول مین انجیل کی معلّمہ ہے۔ اور مشن سے وعظ کہنے کے کام پر بہی مامور ہے یعنے شہر مین جاکر مستورات کو وعظ کہتی ہے۔ اسکا یہہ نام سن کر سلیمہ کو تعجب ہوا اور اسلئے اسکے متعلق جو کچہہ ان مین گفتگو ہوئی ہم اسے سلیمہ کے بیان کے موافق یہان درج کر دیتے ہین۔

سلیمہ! کیون بہن سکینہ! تمہارا یہہ نام تو مسلمانون کا سا نام ہے کیا تمہارے ماں باپ مسلمان تہے اور

تم انکی حالت اسلام مین ہی پیدا ہو چلی ہوئی تہین -
سکینہ ! جی ہان میرے والدین محمدی تھے انمیں سے کوئی عیسائی نہیں ہوا میری مان کا تو انتقال ہو چکا ہے میرے والد البتہ زندہ ہیں - اور وہ مجھہ سے بیزار ہین - مین جب عیسائی ہوئی ہتی تو میری عمر کوئی سولہ سترہ برس کی ہتی - میری شادی ہونے والی ہتی - کہ خداوند نے مجھے اس قید سے نجات دی -
سلیمہ - کس قید سے
سکینہ - گناہ کی قید سے اور پہر اسلام کی اس قید سے جواس نے عورتون کے لئے پردہ کی شکل میں روا رکہی ہے اور پہر اس قید سے جو کثرت ازدواج کی صورت مین عورت کو بہگتنی پڑتی ہے -
سلیمہ ! مگر کیا تم مہربانی کر کے مجھے بتا سکتی ہو کہ تم نے گناہ کی قید سے کسطرح نجات پائی - باقی قیود اور پابندیون کے متعلق مین پہر کچہہ پوچہونگی -
سکینہ - مین آپ کی دانشمندی کی تعریف کرتی ہون - مجھے خیال ہوتا ہے کہ آپ بہت ہی اچھی بی بی ہین - کیونکہ گناہ کی قید سے بچنے کا خیال جب تک آپ کے دل مین نہ ہو یہہ سوال کبہی آپ پوچہہ سکتی ہی نہین ہین میں اس بات کو آپکے منہ سے سن کر بہت ہی خوش ہوئی - لیکن بہن مین اسکے متعلق ابہی تہوڑی دیر کے بعد آپ کو بتاؤنگی پہلے مین یہہ ظاہر کرنا چاہتی ہون کہ تمہین معلوم ہو جاوے کہ مین عیسائی کس طرح ہو گئی -
سلیمہ - مین تو یہہ چاہتی تہی کہ آپ سے پہلے اس سوال کا حل چاہون مگر خیر اگر آپ کا منشا یہی معلوم ہوتا ہے تو مین یہہ دلچسپ کہانی بہی سن لیتی ہون -
سکینہ ! بہن مینے بتایا ہے کہ جب مین عیسائی ہوئی تو میری عمر سولہ یا سترہ سال کے قریب تہی اور میری شادی ہونے والی ہتی -

ہمارے محلہ مین ایک زنانہ سکول تہا جہان محلہ کی لڑکیان پڑہنے جایا کرتی تہین مین بہی وہان ہی پڑہتی تھی اور ایک مس صاحبہ وہان ہر روز انجیل پڑہانے آیا کرتی ہتی - مین آپ سے کیا کہون کہ اس کے خلاق کیسے تہے کوئی لڑکی کیسی ہی میلی کچیلی کیون نہ ہو وہ اسے گود مین بٹہا لیتی - اور طرح طرح کی باتین اس سے کرتی - بڑی محبت سے ہر ایک کو پوچہتی اور انعام دیا کرتی ہتی - مین سب سے عمر مین بڑی لڑکی تہی - میرے ساتہہ وہ خاص محبت کیا کرتی تہین - جب میری منگنی کے دن آئے - تو مس صاحبہ نے ایکدن مجھہ سے

سلیمہ! تو کیوں صاحب! آپ خفا نہ ہوں مجھے معاف کریں یہہ تو بڑا بے باک شخص ہے اسنے وہ حرکت کی ہے جو ایک شریف اور نیک چلن انسان نہیں کر سکتا اور مجھے تم پر سخت افسوس ہے کہ تم نے ایسے اسپر بہی ملامت نہیں کی۔

سکینہ! تمکو شاید اُس بوسہ پر اعتراض ہوا ہے جو اسنے مجھہ سے ملتے یا رخصت ہوتے وقت لیا ہے

سلیمہ! تو کیا یہ کوئی عمدہ بات تہی - ایسے شریر آدمی کو تو خطرناک سزا دینی چاہیئے نامحرم شخص کے ساتہہ ہاتہہ ملانا اور اسکو ایسی بیہودہ حرکت کی اجازت دینا یہہ کیسی دینداری ہے؟

سکینہ! اس مین حرج ہی کیا ہے؟ یہہ کوئی بُری نیت اور بُرے خیال سے نہیں بلکہ محبت کا بوسہ ہے -

سلیمہ! یہہ بے غیرتی کی محبت بہی کوئی قابل قدر چیز ہے جسقدر بدکار اور شریر لوگ ہین اور فسق و فجور مین مبتلا ہین وہ بہی تو اظہار محبت ہی کرتے ہین لیکن اس محبت پر میرے نزدیک ہزار لعنت ہے -

سکینہ! بہن! تم کو تو بہت جوش آتا جاتا ہے - محمدی دین مین صبر نہیں جوش بہت جلد آجاتا ہے -

سلیمہ - نہیں بے جا جوش تو اسلام مین ہرگز نہیں ہاں مین یہہ بے شک مانتی ہون کہ بے غیرتی اور بے حیائی اسلام نہین سکہاتا اگر اس بے حیائی کا نام جو اس وقت تم دونون سے سرزد ہوئی ہے نرمی ہے تو میں اس نرمی سے بیزار ہون اور اگر فسق و فجور سے بچنے اور ہر قسم کے فواحش سے پرہیز کرنے اور گناہ کے مقدمات سے دور رہنے کا نام سختی ہے تو بے شک وہ اسلام مین ہے اور مین اسپر دل و جان سے قربان ہون -

سکینہ! دیکہو یہ بوسہ پاک محبت کا اظہار ہے -

سلیمہ! مجہے پہر غصہ آتا ہے کہ تم اس بے حیائی کو پاک کیون کہتی ہو پاکیزگی سے اسکو کیا تعلق معلوم ہوتا ہے انہی باتون کے واسطے تم عیسائی ہوئی ہوگی -

سکینہ! ہان بے شک میں اس کو بُرا نہین سمجہتی اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ ہم لوگ نجات پا چکے ہین -

سلیمہ! کیا خوب! یہہ تو اچہی نجات ہے جو یسوع مسیح پر ایمان لانے کے بغیر بہی پولیس مین معمولی اطلاع دینے سے حاصل ہو سکتی ہے -

سکینہ! میں اسکا مطلب نہین سمجہتی -

سلیمہ! میرا مطلب یہ ہے کہ اگر غیر مردون سے ملنا اور بوسہ بازی کرنا ہی نجات پانا ہے تو پہر اس نجات

کے واسطے تو خون مسیح پر ایمان لانے کی بھی حاجت نہین تمام فاسق فاجر اور بدکار عورت مرد جو بازارون مین ناپاک زندگی بسر کرتے ہیں آپ کے خیال کے موافق اعلےٰ درجہ کے نجات یافتہ ہون گے۔

سکینہ! توبہ! توبہ! انکو نجات سے کیا تعلق انکا ٹھکانا تو جہنم ہے۔

سلیمہ! وہ کیوں وہ بھی تو ویسی ہی آزادی برتتے ہین جو تم ایمان لانے کے بعد۔ ایمان کا نتیجہ تو گناہون سے بچنا ہونا چاہئے نہ کہ گناہون مین مبتلا ہونا۔

سکینہ! ہمارے تو گناہ یسوع مسیح نے اٹھا لئے۔

سلیمہ! جب ہی اسقدر دلیر ہوگئی ہو کر ایسی کھلی بے حیائی کا نام محبت رکھتی ہو

سکینہ! آپ کیا جھگڑا لے بیٹھی ہیں اگر آپ کو مذہبی گفتگو کا شوق ہے تو دل جمی سے سہارنپور چل کر کر لینا یہان تو مجھے مزا نہیں آتا۔ مین بھی وہان دو تین مہینے ٹھیرونگی۔

سلیمہ! خیر وہ تو وہاں چل کر دیکھا جاوے گا مگر تم میری اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتی۔

سکینہ! نہین مینے تو جواب دیا ہے لیکن آپ نہ سمجھیں تو مین کیا کروں اور اصل یہ ہے کہ تم اس مذاق سے ناواقف ہو کیونکر اسکی خوبیوں سے واقف ہو سکتی ہو۔

سلیمہ! مین ایسے مذاق پر لعنت بھیجتی ہون۔

اس بات چیت میں وقت گذرتا ہوا معلوم بھی نہ ہوا۔ اسوقت پتہ لگا جب گاڑی چھاونی جالندھر پہونچگئی یہان اگر کچھ اور دو تین بھی گاڑی مین سوار ہوگئین۔ اور شور و شغر مین سلیمہ اور سکینہ خاموش چھاونی جالندھر کے سٹیشن کے نظارہ مین مصروف ہوگئین

تیسرا باب

آہ! میرا بچہ!

(عمرالدین)

جہاز عمر رواں پر سوار بیٹھے ہین
سوار خاک ہین بے اختیار بیٹھے ہین

اس کمرہ مین اب دو عورتون کی بجائے پانچ عورتین اور دو بچے ہو گئے - یہہ نئی آنے والی عورتین لالہ ہیرالال صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر لودہانہ کی بیوی بہن اور بیٹی تہیں اور ایک انکا بچہ کوئی تین چار برس کی عمر کا تھا دوسرا انکا ہالخبہ کوئی چھہ سات برس کی عمر کا یہہ بچے نہایت خوبصورت تھے اور میٹھی میٹھی باتون سے سب کا دل خوش کر رہے تھے کسی کو کیا معلوم تہا کہ ابھی تھوڑی دیر مین کوئی ہولناک حادثہ پیش آنے والا ہے -

لالہ ہیرالال اپنی جگہ خوش وخرم تھے اور بیوی بچوں کے آمد کے منتظر اور چشم براہ تھے ادہر ان سوار ہونے والے زنانہ مسافروں کو بہی اپنی اپنی جگہ پہونچنے کی خاص قسم کی جدا جدا خوشیان تہین بہن بہائی سے ملنے کی خوشی سے بشاش تہی اور بیوی پتی کے پاس جانے کی خوشی سے بہری بیٹھی تہی - بیٹی خیالی آرزون کو دلمین لیئے ہوئی تہی - کہ اب پتا کے پاس جاؤن گی انسے فلان چیز منگواؤن گی اور وہ کہونگی یہ کہونگی غرض یہ تینون عورتین اپنے اپنے رتبہ اور درجہ کے موافق خاص خوشی اور آنند سے جا رہی تہین - مگر انہین ذرا بھی اس خطرہ کا وہم وگمان نہ تھا جو پیش آنے والا تھا -

سلیمہ اور سکینہ نے اپنے اس سلسلۂ کلام کو بند کر دیا تہا اور اب اِن رفیقانِ سفر سے معمولی گفتگو کر رہی تہین جو اس قابل نہین کہ ہم اپنے ناظرین کو سنائین - یعنی معمولی باتین تہین -

گاڑی فراٹے بہرتی ہوئی جا رہی تہی یہانتک کہ پہگواڑہ کا سٹیشن بہی گذر گیا اور پہلور کے سٹیشن پر جا پہونچی - پہلور کے سٹیشن پر لالہ ہیرالال بہی آئے ہوئے تہے - اسلیئے وہ بیٹی اور بہن اور بچون سے ملکر دوسرے مردانہ کمرہ مین سوار ہو گئے - یہہ عورتین گو ایک عہدہ دار کی بہن بیوی اور بیٹی تہین انکے بیش قیمت زیورون سے انکے تمول اور دولت مندی کا پتہ لگتا تہا - لیکن انکے لباس اور وضع قطع سے معلوم ہوتا تہا کہ تمول بے شک ہے لیکن عقل اور سلیقہ کچھہ اور چیز ہے - جب سے کہ وہ سوار ہوئی تھین انہون نے ایک منٹ کے لیئے بہی منہ مارنے سے صبر نہین کیا - پہل میوہ جات کے علاوہ مختلف مٹھائیان تو ساتھہ ہی رکھی ہوئی تہین - مگر آلو کچالو اور کچھہ چنے مصالحہ والے سٹیشن پر سے لیکر کہاتی رہین - اور اکسٹرا اسسٹنٹی کے زعم اور اثر نے بدقسمتی سے پان کہانے کا چسکا بہی ان بیچاری پنجابی عورتون کو لگا دیا تہا - بس پہر کیا تہا بکری کی طرح منہ مارنا شروع

کر دیا اور سارا کمرہ اچھا خاصہ اگالدان بنا لیا - اور کچھہ ایسی ہیبت کذائی سے وہ اس خور و نوش مین مصروف تہین کہ سمجھا جاتا تھا انکی زندگی کی غرض و غایت یہی ہے - سلیمہ بجائے خود ایک سمجھدار اور فہیم عورت ہتی اور ہندوستانی سلیقہ شعاری اور متانت تو تہی ہی اسپر دینداری نے اور بھی متانت پیدا کر دی ہتی اور سکینہ انگریزی تہذیب کے اثر سے متاثر تھی - یہہ دونون اس رذالت کو پسند نہ کرتی تھین کیونکہ ان کے آنے سے انکے اپنے سلسلہ کلام مین بھی فرق آگیا - غرض وہ بیچاری اندر ہی اندر کڑہتی تھین آخر سکینہ سے نرہا گیا - انکو ذرا سمجھایا تو یہہ نئی بی بی تو آگ ہوگئین اور سکینہ کو وہ وہ سنائین کہ یاد ہی تو کریگی - کہا اگر ایسی بڑی تہین تو خصم کو کہا ہوتا کہ سارا کمرہ کرایہ کرا دیتا - بہوکی مرتی کہین کرانی ہوگئی ہے اب ہمارا مقابلہ کرتی ہے اور ہمین عقل دینے آئی ہے تمہین خبر نہین مین کون ہون خبردار مجھہ سے کوئی ایسی ویسی بات کی تو جیلخانہ پہونچوا دونگی -

سکینہ نے اس کی باتون کا تو کچھہ جواب بجز اسکے نہ دیا کہ اچھا بی بی ہمین معاف کرو - بہول گئے تم ہی مجسٹریٹ صاحب کی بیوی ہہی مگر سرکار کا راج ہے تمہارے میان کا ہی راج نہین -

سلیمہ نے بہی سکینہ کو سمجھا دیا کہ اس قصہ کو چھوڑ دو - جو یہہ کرتی ہین کرنے دو - لو وہاں نہ یہ خود اتر جائینگی - پہلور کے سٹیشن پر کوئی ادھ گھنٹہ گاڑی ٹہیر کر چلی اور آگے دریا کا پُل اسے گذرنا تہا -

یہہ ہندو عورتین بے خود ہوکر کھڑکی سے منہ نکال کر دریا کو دیکھنے لگین اور مجسٹریٹ صاحب کی بیوی نے بچہ کو بھی بلا کر کہا دیوی دیال ! دیکھہ دریا -

بچہ اس تختہ پر جو مسافرون کے بیٹھنے کے لئے ہوتا ہے کھڑا ہوکر باہر سر نکال کر دریا کو دیکھنے لگا - اور اس نے معمول سے زیادہ سر کو جہکایا تو سلیمہ نے کہا کہ بہن ! بچہ کو پکڑ رکہنا گر نہ جاوے - اسپر وہ بگڑ گئی اور لگی گالیان سنانے - کم بخت عورت نے نصیحت کی تو قدر نہ کی اور برا منایا - بچون کی عادت ہوتی ہے کہ وہ نچلے بیٹہتے نہین اور نہ کہڑے ہوتے ہین مان تو ادہر گالیان دینے مین مصروف ہوگئی - چاندنی رات تھی دریا مین چاند کا عکس پڑ رہا تہا بچہ نے جو زیادہ توجہ کی اور سر اور نیچے کر کے دیکھنے لگا تو سیر اُلہڑ گئے - اور دہڑام سے باہر پل پر گرا - اور وہان سے لڑھکتا ہوا دریا مین - بچہ یونہی گاڑی سے گرا - بہن نے شور مچا دیا ہائے دیوی دیال گر گیا - اس آواز پر مان کو ہوش آئی اور پکاری - اوہ امیرا بچہ لوگو ! میں لٹ گئی -

ادہر لالہ ہیرالال صاحب کو یونہی معلوم ہوا وہ اس صدمہ کی تاب نہ لاسکے کچھہ ایسے دیوانہ ہوئے کہ انہوں نے تو نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اپن دیوی دیال کہہ کر کہڑکی مین سے کود پڑے اور دہم سے دریا مین جاگرے۔ ایک شور قیامت پیدا ہوگیا گارڈ نے گاڑی کو روکدیا اور فی الفور پہلور کی پولیس کو اطلاع دی گئی۔ اور غوطہ خورون کو بلاکر باپ بیٹے کی تلاش شروع ہوئی۔ مگر دریا طغیانی پر تہا اور زور سے بہ رہا تھا جب تک کہ غوطہ خور اور پولیس آئی پانی خدا جانے ان کو کہان سے کہان لے گیا ذرا سی بے احتیاطی کے ساتھہ دو مومنین تو آناً فاناً ہو گئین۔

گاڑی وہین ٹہرائی گئی پولیس تفتیش مین مصروف ہوگئی۔ اور اس کمرہ کے کل مسافرون کے بیان قلمبند کرلئے گئے جس مین لالہ ہیرالال کی بیوی موجود تھی اور خود جس مین لالہ ہیرالال تہے۔

سلیمہ اور سکینہ کے بیانات بہی بطور گواہ واقعہ لکھے گئے سلیمہ کے دل پہ اس فوری موت سے بہت بڑا اثر ہوا اسے یقین نہین عین الیقین ہوگیا کہ سچ مچ دنیا فانی ہے۔ اسنے سکینہ کو مخاطب کرکے کہا! دیکھو بوا اسلام کی تعلیم کیسی پاک ہے اسی لئے وہ کہتا ہے

یعنی جب تم کو موت آوے تو اسلام پر موت آوے۔ چونکہ موت کا کوئی وقت معلوم نہین خدا جانے کس وقت آجاوے اسلئے ہر وقت اللہ تعالے سے معاملہ صاف رہنا چاہئے اور ہر آن اسکا سچا فرمانبردار رہنا انسان کا فرض ہے۔ غرض موت اور اسلام کے مضمون پر سلیمہ نے عجیب عجیب نکتے بیان کئے۔ اور دیر تک دنیا کی بے ثباتی پر گفتگو کرتی رہی۔ چند ہی منٹ مین وہ سارا نقشہ بدل گیا وہ عورت جو چند منٹ پیشتر ایک مجسٹریٹ کی بیوی بنی بیٹھی تھی اور اپنے تمول اور منصب کے لحاظ سے کسی کو خاطر مین نہ لاتی تھی جسے خیال تہا کہ وہ چند ہی منٹ میں لودہانہ پہونچکر اپنی شان وشوکت کا اظہار کرے گی اور اپنی دلی آرزو کو پورا کریگی۔ اسے کیا معلوم تہا کہ لودہانہ پہونچنے ہی نہ پائے گی کہ راستہ ہی مین اسے اتار لینا پڑیگا اور اور بیوہ اور لاولد ہو جانا ہوگا۔ غرض اس وقت کے حالات کے بیان کرنیسے ہم قاصر ہین گاڑی مین ایک کہرام مچا ہوا تھا اور دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ سامنے موجود تھا۔ آخر ان مسافرون کو تو یہان اتار لیا گیا اور چھہ گہنٹہ کی تاخیر سے یہ گاڑی لودہیوال کے سٹیشن سے روانہ ہوئی۔ سلیمہ رقت کے ساتھہ کبھی آزاد کا یہہ شعر پڑھتی تھی ؎ جہاز عمر رواں پر سوار بیٹھے ہین + سوار خاک ہین بے اختیار بیٹھے ہین۔

اور کبھی انشاءؔ کے اس شعر کو اسکے ساتھہ ملاتی تہی ؎

کمر باندہے ہوئے چلنے کو یان سب یار بیٹھے ہین + بہت آگے گئے باقی جو ہین طیار بیٹھے ہین۔

اس واقعہ کے بعد سکینہ اور سلیمہ مین جو سلسلہ گفتگو کا شروع تھا وہ بالکل بند ہوگیا اب اگر سہارنپور تک انکی گفتگو کا کوئی موضوع اور محل تہا تو یہی حادثہ موت اور دنیا کی بے ثباتی اور اسکے ضمن مین کبہی اس امر پر دونو باتین کرتی تہین کہ غرور اور شیخی خدا کو ناپسند ہے بڑے بول کا سر نیچا مشہور مقولہ ہے اور کبہی یہہ ذکر آجاتا کہ ریل گاڑی مین بڑی احتیاط سے بچون کو رکہنا چاہئے + دلون پر دنیاء فانی کا کچھہ ایسا اثر اور یقین تھا کہ اسوقت تو دونون مین سے ہر ایک سمجھتی تہی کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہین۔ اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر سلیمہ نے سکینہ سے کہا کہ بوا موت کا کوئی وقت ہمین تو معلوم نہین دنیا روزی چند آخر کار خدا وند بہتر ہے کہ ہم خدا سے اپنا معاملہ صاف کرین اور اسکی رضا کی فکر اسلیئے حقیقی مذہب جو اسلام ہے اسکو قبول کرو۔ سکینہ نے کہا اب تو اسپر گفتگو کا موقع نہین سہارنپور چل کر مین جب تک ہونگی دوسرے تیسرے تم سے ملتی رہونگی اور اس معاملہ پر گفتگو کر کے پورا فیصلہ کرین گے۔ سلیمہ نے بہی انشاءاللہ کہا۔ انہی باتون مین سہارنپور کا سٹیشن آگیا اور دونون اتر پڑین۔

چوتھا باب

سلیمہ سہارنپور مین

اے دل تو نیز خاطر ایمان نگاہ دار + آخر کنند دعوے حب پیمبرم

مولوی سلیم اللہ صاحب پہلے سے سٹیشن آئے ہوئے تھے چنانچہ گاڑی کے ٹہرتے ہی مرزا فہیم نے انکو دیکھ کر اسلام علیکم کہا۔ مولوی سلیم اللہ صاحب نے ادہر اودہر دیکھکر وعلیکم السلام کہدیا اور جہٹ گاڑی کے آگے آکر اسباب وغیرہ اُتروانے مین مدد کی۔

سلیمہ نے بہی مولویصاحب کو اسلام علیکم کہا جسکا جواب مولویصاحب کی طرف سے کچھہ نہ ملا اس جواب نہ دینے کیوجہ یہ نہ تہی کہ مولوی سلیم اللہ صاحب سلیمہ کے احمدی ہونے کیوجہ سے جواب سلام دینا خلاف شرع سمجھتے تہے بلکہ اسکی وجہ یہ تہی کہ بدقسمتی سے ہندوستان و پنجاب مین یہ مسنون طریق ہی جاتا رہا ہے اور عورت مرد کا باہم ایک دوسرے کو السلام علیکم کہنا عیب سمجھا گیا ہے (انا للہ و انا الیہ راجعون) حالانکہ اسلام علیکم تو ایک عمدہ دعا تہی

مگر زمانہ کے امتداد اور سنت صحیحہ کے ترک نے مسلمانون کی یہ حالت کردی کہ اگر بیوی میان باہم بڑی بداخلاقی سے پیش آوین تو اسکو تو ایک معمولی امر سمجھ لیا جاتا ہے لیکن السلام علیکم کہنا مذموم ہی نہین بلکہ شاید خلاف اسلام تک سمجھ لیا گیا ہے۔

پس مولوی سلیم اللہ صاحب کو سلیمہ کا السلام علیکم کہنا بجائے اسکے کہ خوش معلوم ہوتا ۔ ایسا معلوم ہوا کہ گویا بے دود کی گولی انپر چلائی گئی۔ اور انہون نے احمدیت کی پہلی خرابی (جو اعلےٰ درجہ کی خوبی تہی) ایہی سمجھی۔ اس وقت تو مصلحت وقت کے لحاظ سے وہ خاموش رہے لیکن دل ہی دل مین انہون نے اس کو بہت محسوس کیا جیسا کہ ان کی اس گفتگو سے جو آئندہ آئیگی ظاہر ہوا۔

سلیمہ نے ترک جواب کو انکی مصروفیت اور عدم توجہی کا نتیجہ سمجھ کر حسن ظنی سے کام لیا۔

سکینہ کا خاوند بھی مع اپنے بعض احباب کے سٹیشن پر آیا ہوا تھا اوس نے اور اوسکے دوستون نے پھر وہی پاک محبت کا اظہار شروع کیا جسکو دیکھ کر سلیمہ شرم سے پانی پانی ہورہی تہی سکینہ نے سلیمہ سے رخصت ہونے کے لئے ہاتھ بڑہایا کہ مصافحہ کرے مگر سلیمہ نے یہ نامناسب سمجھا۔ ہان سکینہ کے اس قدر کہنے پر کہ مین پھر آپ کے ہان حاضر ہونگی اتنا کہا کہ بہت اچھا۔ اس ملاقات اور وعدہ ملاقات نے مولوی سلیم اللہ کو اور بہی بدظن کردیا۔ خصوصًا اس وجہ سے کہ وہ عزت خاتون کے معاملہ مین بہت کچھ ڈرے ہوئے تہے ایک عیسائی عورت کا اسطرح بے تکلفی سے سلیمہ سے ملنے کا وعدہ کرنا اور سلیمہ کا نہایت دلیری کے ساتھ اسے موقع دینے کا اقرار کر لینا مولوی سلیم اللہ ایسے آدمی کے لئے خیالات کے ایک لمبے سلسلے مین محو کردینے کو کافی تہا۔ غرض خیالات کے اسی نشیب و فراز مین سٹیشن سے باہر نکل کر مولوی سلیم اللہ صاحب اس گاڑی مین جو پہلے سے انہون نے کرایہ کر رکہی تہی اسباب لدوا کر سوار ہو گئے۔ سلیمہ اپنی آنے والی مشکلات کو یون تو بجائے خود پہلے ہی اندازہ کر چکی تہی اور ان کے برداشت کرنے کو آمادہ تہی مگر ان سب باتون سے بڑھ کر اسے یہ بہی امید تہی کہ مولوی سلیم اللہ صاحب کو وہ فورًا ہی اپنے موافق کرلے گی اور اس کی وجہہ جو سلیمہ نے سمجھی تہی وہ اسکا اپنا رعب تہا جو مولوی سلیم اللہ پر اسے پہلے سے حاصل تہا لیکن جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہین سلیمہ اس اندازہ کرنے مین غلطی کہا چکی تہی۔ گہر کو جاتے ہوئے راستہ ہی مین مولوی سلیم اللہ صاحب نے بعض فقرات کچھ ایسے انداز سے کہے کہ سلیمہ کو کہٹک گئی کہ اب مشکلات کا سامنا ہوگا اور مجھے بڑی جوانمردی سے انکا مقابلہ کرنا ہوگا خیر راستہ کی بات تہی اور نہ ایسا موقع تہا کہ وہ کچھ آزادی اور جرأت سے کہہ سکتی ہان کم از کم مولوی سلیم اللہ صاحب کے انداز بیان سے یہہ معلوم ہوگیا کہ وہ کس طرز کے سوال کرنے کو ہین۔

تھوڑی دیر کے بعد گاڑی مولوی سلیم اللہ صاحب کے مکان کے سامنے جا کھڑی ہوئی - مولوی صاحب اسباب اتروانے کی فکر مین ہوئے اور سلیمہ گاڑی سے اُتر اندر پہونچی - جاتے ہی سلیمہ نے اسلام علیکم کہا - مگر اسکے سلام کا جواب دینے کی بجائے گھر کی سب عورتین اسکے منہ کی طرف تکنے لگین سلیمہ نے اسبات کی کچھہ پروانہ کی اور ایک مناسب جگھہ پر بیٹھہ گئی اور معمولی مزاج پُرسی کے بعد ساس بہو مین یہہ گفتگو ہونے لگی -

ساس - کیون بیٹی ! تو نے پنجاب مین جا کر یہی ہدایت کی باتین سیکھی ہین کہ مردون کی طرح سلام علیکم کہتی ہو!

سلیمہ ! امان جان ! اس مین کونسی قباحت اور بُرائی ہے قرآن شریف مین تو آیا ہے -

فاذا دخلتم بیوتاً فسلموا - الی الآیۃ

یعنی جب تم گھرون مین داخل ہو تو سلام کہو + السلام علیکم تو ایک دعا ہے کیا آپ دعا نہین چاہتی ہین مجھے افسوس ہے کہ ایک مشہور دیندار گھر مین ایسی بات سنتی ہون -

ساس - ہان یہہ گھر تو تجھے بیدینون کا گھر نظر آئیگا - ساری دینداری تو اسی ایک اسلام علیکم کہنے مین آگئی -

سلیمہ - ساری دینداری کے فیصلہ کا تو یہ وقت نہین مگر مجھے اتنا معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بھی سلام علیکم کو مومن اور کافر کا ایک امتیاز ٹھیرایا ہے - چنانچہ ارشاد الٰہی یون ہے -

لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومن

یعنی جو شخص عورت ہو یا مرد تم کو السلام علیکم کہکر ملے اسکو مت کہو کہ تو مومن نہین -

ساس - واہ ! بی حجن ! اب تو بات بات پر قرآن شریف کی آئتین پڑہتی ہے - کیا تو نہین جانتی کہ بے وضو قرآن شریف کا نام بھی لینا گناہ ہے -

سلیمہ ! اماّ جان ! حجن ہونے کا طعنہ تو مناسب نہین خدا کرے کہ مجھے حج ایسی نعمت بھی مل جاوے - مین اگر قرآن شریف کی آئتین نہ پڑہون تو پھر کیا انجیل پڑہون قرآن شریف کا تو پیارا نام ہی پڑہنے کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے + اور یہ تو ان لوگون کا بیجا عذر ہے جو قرآن شریف پڑہتے نہین کہ بلا وضو نام بھی لینا نہین چاہئے - ہان قرآن کریم کی جسقدر مناسب عظمت کی جاوے وہ درست ہے -

لیکن قرآن شریف پڑہنے اور عمل کرنے کے لئے ہی تو ہے نری قسم کہانے کے واسطے تو نہین -
ساس! چل دور ہو لگی ہے مجھے بہی سبق دینے تو میری بہو ہے یا ساس -
سلیمہ! اماجان! بلا وجہ غصہ ہونا تو مناسب نہین - جہانتک مین اپنی گفتگو پر نظر کرتی ہون کوئی لفظ خلاف ادب مینے آپ کے لئے استعمال نہین کیا اور آپ ایسی سیانی اور عقلمند ہوکر خفا ہو رہی ہین - بے شک مین آپ کی بہو اور بیٹی ہون مگر مین آپ کو خدا اور رسول پر تو ترجیح نہین دے سکتی
ساس - مین تم سے کلام کرنا نہین چاہتی میرے سامنے سے ہٹ جا - ساس کا غصہ بڑہتا گیا اور آواز مین تیزی آتی گئی - ساس کو خفا پاتے ہی دوسری رشتہ دار عورتین بہی سلیمہ کو ملامت کرنے لگین اور اسی شور مین مولوی سلیم اللہ صاحب بہی اسباب وغیرہ رکہہ رکہوا کر فارغ ہو زنانخانہ مین شور سُن کر آ گئے -
مولوی سلیم اللہ - کیا ہے؟ کیون اسقدر شور ہو رہا ہے -
مولوی سلیم اللہ کی مان - بیٹا! اس عجوبہ کا جہان تیرا جی چاہے لے جا میری اتنی عمر گذر گئی کسی نے مجھے اُف تک نہین کی - یہ نئی مرزائن پنجاب سے مولوی بن کر مجھے ہدایت کرنے آئی ہے مینے منطق تہوڑی پڑہی ہے جو اس سے بحث کرون - آج مجھے بیدین بناتی ہے کل کو کچہہ اور کہیگی بیٹا خواہ اس کان سن خواہ اس کان سن بس میرا اسکے ساتہہ گذارہ مشکل ہے مشکل ہے مشکل ہے؟
مولوی سلیم اللہ - اماجان! آپ گہبرائین نہین یہہ معاملہ تو بہت جلد صاف ہو جائیگا - اسکو یا تو یہان اپنا عقیدہ صاف کرکے رہنا ہوگا ورنہ مینے علماء کے سامنے اپنی ڈاڑہی تو نچوائی نہین وہ تو پہلے ہی فیصلہ کر چکے ہین کہ نکاح قائم نہین رہتا - مینے صرف بات بنانے کی خاطر علماء سے کہدیا تہا کہ اس نے توبہ کر لی مگر یہہ مجھے بدنام کرکے رہے گی -
سلیمہ! مولوی صاحب! بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ مولوی کہلا کر جہوٹ بولتے ہین مینے کونسا توبہ نامہ آپ کے پاس بہیجا تہا - علماء کے فتوی کفر پر جائین تو آج ایک بہی مسلمان ہندوستان مین نظر نہ آئے اور ہمین ہی یہ علماء بہی آجاوین -
مولوی سلیم اللہ! توبہ کرو! توبہ! علماء کی شان مین ایسے لفظ نہین بولنے چاہئین وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گدی پر بیٹھنے والے ہین -

سلیمہ ! پھر آپ ہی خفا ہو جائینگے اگر مینے سچ سچ کہدیا خدا سے ڈر کر بتاؤ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گدی پر بیٹھنے والے ایسے ہی ہوتے ہین کہ جھوٹ موٹ ایک بات خود ہی بنا کر کہدیں حالانکہ اس کی کوئی بھی اصل نہ ہو؟ جیسا آپ نے کہدیا۔

مولوی سلیم اللہ۔ تو احمق عورت! کیا جانتی ہے سعدی نے کہا ہے۔

دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز

سلیمہ۔ سعدی کا قول کیا کوئی خدا تعالے کا کلام ہے یا اس سے افضل ہے مولویصاحب. توبہ کرو! خدا تعالے کے کلام کے سامنے اسکو پیش کرنا بڑی غلطی ہے۔

مولوی سلیم اللہ کی والدہ ! بیٹا! مین جو کہتی ہون کہ اسکو میرے سامنے سے لے جا اسکو میری بے عزتی کرکے صبر نہین آیا اب یہ تیری بھی بے عزتی کریگی اس سے بڑھکر کیا ہوگا کہ تجھے جھوٹا تو کہہ دیا۔

سلیمہ ! اماں جان ! مینے تو نہ آپ کی بے ادبی کی اور نہ مولویصاحب کی شان مین کوئی لفظ کہا البتہ جو امر خدا اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوا سے تو خلاف ہی کہا جائیگا۔

مولوی سلیم اللہ۔ اچھا اسوقت اس بحث کو تو ختم کرو۔ بات بڑھتی ہے۔ کوئی ذکر اور کرو۔ اسوقت محلہ کی بعض اور عورتین بھی سلیمہ کو ملنے کے لئے آگئی تہین اسلئے مصلحتاً مولوی سلیم اللہ صاحب تو اٹھکر باہر مردانے مکان مین آگئے۔ اور سلیمہ آنے والی نئی مہمانون سے ملتی رہی اور مزاج پرسی کے بعد ادہر اودہر کے حالات پوچھتی پچھاتی رہین۔ سلیمہ نے بہی مناسب سمجھا کہ اب مین اپنے کمرہ مین چل بیٹھون۔ چنانچہ وہ وہان سے اوٹھکر اپنے کمرہ مین چلی آئی۔ اسکی سہیلیان اور واقف کار عورتین بہی اسکے ساتھہ ہی اس مکان مین چلی گئین وہان جاکر سلیمہ اور انمین ذیل کی گفتگو ہوئی۔

ایک۔ کیون بہن سلیمہ! سنا ہے تم بہی مرزائی ہوگئی ہو۔

سلیمہ۔ مرزائی کیا ہوتا ہے؟ ہان مین مسلمان ہوگئی ہون اور اسپر خدا کا شکر کرتی ہون۔

دوسری۔ تو کیا تم پہلے مسلمان نہ تہی

سلیمہ۔ پہلے مسلمان ہونا نہ ہونے ہی کے برابر سمجھو جب اسلام کی حقیقت کی خبر ہی نہ ہو اسلامی

کہ خود مبایعین اپنے ہاتھ سے خوشخط قلم سے لکھ کر اپنا تمام پتہ ونشان بہ تفصیل مندرجہ بالا بھیجدین اسلئے ہر ایک صاحب کو جو صدق دل اور خلوص تام سے بیعت کرنے کے لئے مستعد ہین تکلیف دیجاتی ہے کہ وہ تحریر خاص اپنے پورے پورے نام و ولدیت و سکونت مستقل و عارضی وغیرہ سے اطلاع بخشین یا اپنے حاضر ہونیکے وقت یہ تمام امور درج کرادین اور ظاہر ہے کہ ایسی کتاب کا مرتب و شائع ہونا جس مین تمام بیعت کرنیوالونکے نام و دیگر پتہ ونشان درج ہو انشاء اللہ القدیر بہت سی خیر و برکت کا موجب ہوگا۔ از انجملہ ایک بڑی عظیم الشان بات یہ ہے کہ اس ذریعہ سے بیعت کرنیوالون کا بہت جلد باہم تعارف ہو جائیگا اور باہم خط وکتابت کرنے افادہ و استفادہ کے وسائل نکل آئینگے اور غائبانہ ایک دوسرے کو دعاء خیر سے یاد کرینگے اور نیز اس باہمی شناسائی کی رو سے ہر ایک موقعہ و محل پر ایک دوسرے کی ہمدردی کر سکین گے اور ایک دوسرے کی غمخواری مین یاران موافق و دوستان صادق کی طرح مشغول ہو جائینگے اور ہر ایک کو انمین سے اپنے ہم ارادت لوگون کے نامون پر اطلاع پانیسے معلوم ہو جائیگا کہ اوس کے روحانی بھائی دنیا مین کسقدر پھیلے ہوئے ہین اور کن کن خداداد فضائل سے متصف ہین سو یہ علم اُنپر ظاہر کریگا کہ خداتعالی نے کس خارق عادت طور پر اس جماعت کو تیار کیا ہے اور کس سرعت اور جلدی سے دنیا مین پھیلایا ہے اور اس جگہ اس وصیت کا لکھنا بھی موزون معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص اپنے بھائی سے بکمال ہمدردی و محبت پیش آوے اور حقیقی بھائیون سے بڑھ کر اُنکا قدر کرے اُنسے جلد صلح کر لیوے اور دلی غبار کو دور کر دیوے اور صاف باطن ہو جاوے اور ہرگز ایک ذرہ کینہ و بغض اون سے نہ رکھے لیکن اگر کوئی عمداً اُن شرائط کی خلاف ورزی کرے جو اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء مین مندرج ہین اور اپنی بیباکانہ حرکات سے باز نہ آوے تو وہ اس سلسلہ سے خارج شمار کیا جاویگا یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنے تقوے شعار لوگون کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیون کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے[1] اور انکا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر

---

[1] اس جماعت کے نیک اثر سے جیسے عام خلائق منتفع ہون گے ایسا ہی اس پاک باطن جماعت کے وجود مبارک کی سے گورنمنٹ برطانیہ کے لئے انواع اقسام کے فوائد متصور ہین جنسے اس گورنمنٹ کو خداوند عزوجل کا شکر گذار ہونا چاہیئے از انجملہ ایک یہ کہ یہ لوگ سچے جوش اور دلی خلوص سے اس گورنمنٹ کے خیرخواہ اور دعاگو

کا موجب ہو اور وہ ببرکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات مین جلد کام آسکین اور ایک کاہل اور بخیل و بیمصرف مسلمان نہ ہون اور نہ اون نالایق لوگون کی طرح جنہون نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہونچایا ہے اور اوس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتون سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشون اور گوشہ گزینون کی طرح جنکو اسلامی ضرورتون کی کچھہ بھی خبر نہین اور اپنے بھائیون کی ہمدردی سے کچھہ غرض نہین اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھہ جوش نہین بلکہ وہ ایسی قوم کے ہمدرد ہون کہ غریبون کی پناہ ہو جائین۔ یتیمون کے لئے بطور باپون کے بن جائین اور اسلامی کامون کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونیکو تیار ہون اور تمام تر کوشش اسبات کے لئے کرین کہ اونکی عام برکات دنیا مین پھیلین اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت مین بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا تعالےٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤن اور اس ناچیز کی توجہ کو انکی پاک استعدادون کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھیراوے اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا مین ان طالبون کی تربیت باطنی مین مصروف ہو جاؤن اور اون کی آلودگیون کے ازالہ کے لئے دن رات کوشش کرتا رہون اور اون کے لئے وہ نور مانگون جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالےٰ کی راہون سے محبت کرنے لگتا ہے اور اون کے لئے وہ روح قدس طلب کرون جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے کامل جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اوس روح خبیث کی تسخیر سے اونکی نجات چاہون کہ جو نفس امّارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے سو مین بتوفیقہ تعالےٰ

بقیہ حاشیہ۔ ہون گے کیونکہ بموجب تعلیم اسلام (جسکی پیروی اس گروہ کا عین مدعا ہے کہ حقوق عباد کے متعلق اس سے بڑھکر کوئی گناہ کی بات اور خبث اور ظلم اور پلید راہ نہین کہ انسان جس سلطنت کے زیر سایہ بامن و عافیت زندگی بسر کرے اور اسکی حمایت سے اپنے دینی و دنیوی مقاصد مین بآزادی کوشش کر سکے پھر اسیکا بدخواہ و بداندیش ہو بلکہ جبتک ایسی گورنمنٹ کا شکرگذار نہ ہو تب تک خدا تعالیٰ کا بھی شکرگذار نہین۔ پھر دوسرا فائدہ اس بابرکت گروہ کی ترقی سے گورنمنٹ کو یہ ہے کہ انکا عملی طریق موجب انسداد جرائم ہے۔ فتفکروا و تاملوا منہ

عقاید کی پابندی ہی نہ ہو تو پھر کیا اسلام اور کیسی مسلمانی۔ وہ تو رسم کے طور پر مسلمان ہوئے۔

پہلی۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہی نہیں ہیں اور تم کہتی ہو کہ میں مسلمان ہی اب ہوئی ہوں۔ بہن! یہہ کیا پہیلی ہے ہماری سمجھہ میں تو آتی نہیں۔

سلیمہ۔ بات تو بالکل آسان ہے جب تمہارے سامنے پیش کی جاویگی تو تم بھی آسانی سے سمجھہ لوگی۔

دوسری۔ اچھا تم صاف صاف بتاؤ کہ تم جو مرزا صاحب مشہور ہیں جو کہتے ہیں کہ میں مہدی ہوں اور مسیح ہوں اسکی مرید ہوئی ہو یا نہیں۔

سلیمہ۔ ہاں میں تو مرید ہو گئی ہوں۔

دوسری۔ وہ مرید کر کے کیا سکھاتے ہیں۔

سلیمہ۔ یہہ بات انکی بیعت کی شرائط سے پتہ لگ سکتی ہے اور میں زبانی بھی بتا سکتی ہوں۔ وہ بیعت کی شرائط یہہ ہیں تم خود پڑھ لو۔

یہہ کہکر سلیمہ نے جھٹ شرائط بیعت کا کاغذ نکال کر اسکے ہاتھہ میں دیا اور اسنے باواز بلند پڑہنا شروع کیا۔

{ شرائط بیعت }

اے اخوان مومنین (اَیَّدَکُمُ اللّٰہُ بِرُوْحٍ مِّنْہُ) آپ سب صاحبوں پر جو اس عاجز سے خالصاً بطلب اللہ بیعت کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں[1] واضح ہو کہ بالقاء رب کریم و جلیل۔ جس کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو انواع و اقسام کے اختلافات اور غل اور حقد اور نزاع اور فساد اور کینہ اور بغض سے جس نے انکو بے برکت و نکما و کمزور کر دیا ہے نجات دیکر فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖ اِخْوَانًا کا مصداق بنا وے) مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض فواید و منافع بیعت کہ جو

---

[1] جس عمل کے لئے بیعت ہے یعنی حقیقی تقویٰ اختیار کرنا اور سچا مسلمان بننے کے لئے کوشش کرنا اس مدعا کو خوب یاد رکھے اور اس وہم میں نہیں پڑنا چاہئے کہ اگر تقویٰ اور سچا مسلمان بننا پہلے ہی سے شرط ہو تو پھر بعد اس کے بیعت کی کیا حاجت ہے۔ بلکہ یاد رکھنا چاہئے کہ بیعت اس غرض سے ہے کہ تا وہ تقویٰ کہ جو اوّل حالت میں تکلف اور تصنع سے اختیار کی جاتی ہے دوسرا رنگ پکڑے اور بہ برکت توجہ صادقین و جذبہ کاملین طبیعت میں داخل ہو جائے اور اوسکا جز بن جائے اور وہ مشکواتی نور دلمیں پیدا ہو جائے کہ جو عبودیت اور

آپ لوگون کے لئے مقدر ہین اس انتظام پر موقوف ہین کہ آپ سب صاحبون کے اسماء مبارکہ ایک کتاب مین بقید ولدیت وسکونت مستقل وعارضی اور کسی قدر کیفیت کے (اگر ممکن ہو) اندراج پاوین اور پھر جب وہ اسماء مندرجہ کسی تعداد موزون تک پہونچ جائین تو ان سب نامون کی ایک فہرست تیار کرکے اور چھپوا کر ایک ایک کاپی انکی تمام بیعت کرنیوالون کی خدمت مین بھیجی جائے اور پھر جب دوسرے وقت مین نئی بیعت کرنیوالون کا ایک معتدبہ گروہ ہوجاوے تو ایسا ہی اون کے اسماء کی بہی فہرست تیار کرکے تمام مبایعین یعنی داخلین بیعت مین شایع کیجائے اور ایسا ہی ہوتا رہے جبتک ارادہ الٰہی اپنے اندازہ مقدرہ تک پہونچ جائے یہ انتظام جسکے ذریعہ سے راستبازون کا گروہ کثیر ایک ہی سلک مین منسلک ہوکر وحدت مجموعی کے پیرایہ مین خلق اللہ پر جلوہ نما ہوگا اور اپنی سچائی کے مختلف المخرج شعاعون کو ایک ہی خط ممتد مین ظاہر کریگا خداوند عزوجل کو نہایت پسند آیا ہے۔ مگر چونکہ یہ کارروائی بجز اسکے باسانی وصحت انجام پذیر نہین ہوسکتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰)

ربوبیت کے باہم تعلق شدید سے پیدا ہوتا ہے جسکو متصوفین دوسرے لفظون مین روح قدس بہی کہتے ہین جس کے پیدا ہونیکے بعد خداتعالےٰ کی نافرمانی ایسی بالطبع بُری معلوم ہوتی ہے جیسے وہ خود خداتعالیٰ کی نظر مین بُری ومکروہ ہے اور نہ صرف خلق اللہ سے انقطاع میسر آتا ہے بلکہ بجز خالق ومالک حقیقی ہریک موجود کو کالعدم سمجھکر فنا نظری کا درجہ حاصل ہوتا ہے سو اس نور کے پیدا ہونیکے لئے ابتدائی اتقا جس کو طالب صادق اپنے ساتھ لاتا ہے شرط ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کی علت غائی بیان کرنے مین فرمایا ہے ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یہہ نہین فرمایا کہ ھدی للفاسقین یا ھدی للکفرین ابتدائی تقویٰ جس کے حصول سے متقی کا لفظ انسان پر صادق آسکتا ہے وہ ایک فطرتی حصّہ ہے کہ جو سعیدون کی خلقت مین رکھا گیا ہے۔ اور ربوبیت اولے اُس کے مُربّی اور وجود بخش جس سے متقی کا پہلا تولد ہے مگر وہ اندرونی نور جو روح القدس سے تعبیر کیا گیا ہے وہ عبودیت خالصہ تامہ اور ربوبیت کاملہ مستجمعہ کے پورے جوڑ و اتصال سے بطرز ثم انشاناہ خلقاً اخر کے پیدا ہوتا ہے اور یہ ربوبیت ثانیہ ہے جس سے متقی تولد ثالث پاتا ہے اور ملکوتی مقام پر پہونچتا ہے اور اس کے بعد ربوبیت ثالثہ کا درجہ ہے جو خلق جدید سے موسوم ہے جس سے متقی لاہوتی مقام پر پہونچتا ہے اور تولد ثانی پاتا ہے۔ فتدبر۔ منہ

کاہل اور سست نہین رہون گا اور اپنے دوستون کی اصلاح طلبی سے جنہون نے اس سلسلہ مین داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہین ہونگا بلکہ اون کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہین کرونگا اور اون کے لئے خداتعالے سے وہ روحانی طاقت چاہون گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح اُن کے تمام وجود مین دوڑ جائے اور مین یقین رکھتا ہون کہ انکے لئے کہ جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہین گے ایسا ہی ہوگا کیونکہ خداتعالے نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکہانے کیلئے پیدا کرنا اور پہر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا مین محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلاوے سو یہ گروہ اُس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہین آپ اپنی روح سے قوت دیگا اور اُنہین گندی زیست سے صاف کریگا اور اون زندگی مین ایک پاک تبدیلی بخشے گا وہ جیسا کہ اُسنے اپنی پاک پیشگوئیون مین وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑہائیگا اور ہزارہا صادقین کو اسمین داخل کریگا وہ خود اُسکی آبپاشی کریگا اور اسکو نشوونما دیگا یہانتک کہ اون کی کثرت اور برکت نظرون مین عجیب ہو جائیگی اور وہ اوس چراغ کیطرح جو اونچی جگہ رکہا جاتا ہے دنیا کی چارونطرف اپنی روشنی کو پھیلائین گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہرین گے وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہریک قسم کی برکت مین دوسرے سلسلہ والون پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک اُنمین سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہین گے جنکو قبولیت اور نصرت دیجائیگی اُس رب جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ہریک طاقت اور قدرت اوسی کو ہے۔

فَالْحَمْدُ لَہٗ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاہِرًا وَّ بَاطِنًا اَسْلَمْنَا لَہٗ ھُوَ مَوْلٰینَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ

تکمیل تبلیغ

مضمون تبلیغ جو اس عاجز نے اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء مین شائع کیا ہے جس مین بیعت کے لئے حق کے طالبون کو بلایا ہے اُسکی مجمل شرائط کی تشریح یہ ہے۔

اوّل - بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اُس وقت تک کہ قبر مین داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم - یہہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقون سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشون کیوقت اسکا دل مغلوب نہین ہوگا۔ اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم - یہہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا و رسول کے ادا کرتا رہیگا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑہنے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہون کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے مین مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے خداتعالے کے احسانون کو یاد کرکے اُسکی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنالے گا۔

چہارم - یہہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانون کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشون سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہین دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم - یہہ کہ ہر حال رنج و راحت اور عسر و یسر اور نعمت اور بلا مین خداتعالے کے ساتھ وفاداری کریگا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنیکے لئے اس کی راہ مین طیار رہیگا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اُس سے مونہہ نہین پھیریگا بلکہ آگے قدم بڑہائیگا۔

ششم - یہہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائیگا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کریگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ مین دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم - یہہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم - یہہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم - یہہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی مین محض للہ مشغول رہیگا اور جہانتک بس چل سکتا ہے

اپنی خداداد طاقتون اور نعمتون سے بنی نوع کو فائدہ پہونچائیگا۔

دہم۔ یہہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھکر اسپر تا وقت مرگ قایم رہیگا اور اس عقد اخوت مین ایسا اعلےٰ درجہ کا ہوگا کہ اوسکی نظیر دنیوی رشتون اور تعلقون اور تمام خادمانہ حالتون مین پائی نہ جاتی ہو۔

یہ وہ شرائط ہین کہ جو بیعت کرنیوالون کے لئے ضروری ہین جنکی تفصیل یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے اشتہار مین نہین لکھی گئی۔ اور واضح رہے کہ اس دعوت بیعت کا حکم تخمیناً مدت دس ماہ سے خداتعالے کی طرف سے ہوچکا ہے لیکن اسکی تاخیر اشاعت کی یہ وجہ ہوئی ہے کہ اس عاجز کی طبیعت اس بات سے کراہت کرتی رہی کہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگ اس سلسلہ بیعت مین داخل ہوجائین اور دل یہہ چاہتا رہا کہ اس مبارک سلسلہ مین وہی مبارک لوگ داخل ہون جنکی فطرت مین وفاداری کا مادہ ہے اور جو کچے اور سریع التغیر اور مغلوب الشک نہین ہین اسی وجہ سے ایک ایسی تقریب کی انتظاری رہی کہ جو سچون اور کچون اور مخلصون اور منافقون مین فرق کرکے دکہلاوے سو اللہ جل شانہ نے اپنی کمال حکمت اور رحمت سے وہ تقریب بشیر احمد کی موت کو قرار دے دیا۔ اور خام خیالون اور کچون اور بدظنون کو الگ کرکے دکہلا دیا اور وہی ہمارے ساتھ رہ گئے جن کی فطرتین ہمارے ساتھ رہنے کے لایق تہین اور جو فطرةً قوی الایمان نہین تہے اور تہکے اور ماندے تہے وہ سب الگ ہوگئے اور شکوک و شبہات مین پڑ گئے پس اسی وجہ سے ایسے موقع پر دعوت بیعت کا مضمون شایع کرنا نہایت چسپان معلوم ہوا تا خسر لم جہان پاک کا فائدہ ہمکو حاصل ہو اور مغشوشین کے بد انجام کی تلخی اٹھانی نہ پڑے اور تا جو لوگ اس ابتلا کی حالت مین اس دعوت بیعت کو قبول کرکے اس سلسلہ مبارکہ مین داخل ہوجائین وہی ہماری جماعت سمجھے جائین اور وہی ہمارے خاص دوست متصور ہون اور وہی ہین جنکے حق مین خداتعالے نے مجہے مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ مین انہین اُن کے غیرون پر قیامت تک فوقیت دونگا اور برکت اور رحمت اُنکے شامل حال رہے گی اور مجہے فرمایا کہ تو میری اجازت سے اور میری آنکہون کے روبرو یہ کشتی طیار کر۔ جو لوگ تجہ سے بیعت کرینگے وہ خدا سے بیعت کرینگے خدا کا ہاتہہ اُن کے ہاتہون پر ہوگا اور فرمایا کہ خداتعالے کے حضور مین اپنی تمام طاقتون

کے ساتھ حاضر ہو جاؤ اور اپنے رب کریم کو اکیلا مت چھوڑو۔ جو شخص اُسے اکیلا چھوڑتا ہے وہ اکیلا چھوڑا جائیگا۔

سو حسب فرمودۂ ایزدی دعوت بیعت کا عام اشتہار دیا جاتا ہے اور تحفۂ شروط متذکرہ بالا کو عام اجازت ہے کہ بعد ادائے استخارہ مسنونہ اس عاجز کے پاس بیعت کرنیکے لئے آویں خدا تعالےٰ اُنکا مددگار ہو اور اونکی زندگی مین پاک تبدیلی کرے اور اون کو سچائی اور پاکیزگی اور محبت اور روشنضمیری کی روح بخشے۔ آمین ثم آمین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

المبلغ

خاکسار احقر عباد اللہ غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

۹ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ۔ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء

وقت بیعت حضرت اقدس ان الفاظ مین وعدہ لیتے ہین

اور بعد مین حضرت اقدس اور سب بھائی حاضرین دعا کرتے ہین

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ (تین بار) آج مین احمد کے ہاتھ پر اُن تمام گناہون سے توبہ کرتا ہون جنمین مین گرفتار تھا۔ اور مین سچے دل کا اقرار کرتا ہون کہ جہانتک میری طاقت اور سمجھ ہے تمام گناہون سے بچتا رہونگا اور دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔

استغفر اللہ ربی من کل ذنبٍ واتوب الیہ (تین بار) رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت۔ اے رب مینے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہون کا اقرار کرتا ہون میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہین۔ آمین

پہلی۔ اپنا! یہہ تو پکے مسلمان کی باتین ہین جو شخص ان باتون پر عمل کرے وہ تو فرشتہ بنجاوے خدا کا ولی ہو جاوے جو کہو سو سچ ہے

سلیمہ۔ بس یہی کچھ وہ سکھاتا ہے اور اسی پر عمل کرانا چاہتا ہے اب بتاؤ اسمین کونسی بری

دوسری - نہیں! خدا کو جان دینی ہے - ایسی پاک تعلیم دینے والے شخص کو برا کہنا تو بڑی غلطی اور گناہ ہے - مگر یہہ مولوی جو مخالفت کرتے ہیں آخر کوئی بات تو ہوگی ہی -

سلیمہ - مولویوں کی مخالفت کی کیا پوچھتی ہو انہوں نے کس کی مخالفت نہیں کی جب کبھی کوئی خدا کا بندہ دنیا کی اصلاح کے واسطے آیا تو اس قوم کے مولویوں نے شور مچایا اور اسکی مخالفت کی ہے کسی ایک نبی کا نام لو جسکی مخالفت نہوئی ہو - تم تہوڑے دنوں میں ان ساری باتوں کو سمجھہ لوگی انشاء اللہ تعالے - اور سلیمہ نے کہا کہ تم اس کاغذ کو لے جاؤ اپنے گھر میں جاکر الگ پڑہنا اور پھر سوچنا کہ کیا یہ شخص اسلام سے خارج ہے یا اسلام کی جان ہی اسکے پاس ہے بہن میں تو خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ جب سے میں نے اس شخص کے ہاتہہ پر توبہ کی ہے میری تو کایا پلٹ گئی ہے میں تو اب سمجھی ہوں کہ اسلام بھی کوئی مذہب ہے اور وہی سچا مذہب ہے مجھے تو افسوس آتا ہے کہ اسقدر عمر یونہی ضایع ہوگئی - اللہ رحم کرے -

یہہ کہکر سلیمہ کی زبان سے بے اختیار جاری ہوگیا -

رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت

یہہ دعا اسکے دلی جوش کا نتیجہ تھی اسکے ساتہہ کچہہ ایسی رقت اور گدازش قلب ملی ہوئی تھی کہ سلیمہ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے - پھر سلیمہ انہیں کچہہ اسی قسم کی پیاری پیاری باتیں سناتی رہی تہوڑی دیر کے بعد وہ سب بی بیاں رخصت ہوئیں -

رات کو جب ضروریات سے سب فارغ ہوکر عشاء کی نماز بھی ادا کر چکے تو سب کے سب اپنے سونے کے کمروں میں چلے گئے مولوی سلیم اللہ صاحب کو ایک مجلس نکاح میں شریک ہونے کے لئے دعوت آئی ہوئی تھی وہ وہاں چلے گئے تھے سلیمہ اپنے کمرہ میں تنہا پڑ کر سو رہی اور سونے سے پیشتر اس نے یہ دعا پڑھی

بِسْمِ اللّٰہِ وَضَعْتُ جَنْبِیْ لِلّٰہِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَاخْسَأْ شَیْطَانِیْ وَفُکَّ رِھَانِیْ وَاجْعَلْنِیْ فِی النَّدِیِّ الْاَعْلٰی
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَفَانِیْ وَاٰوَانِیْ وَاَطْعَمَنِیْ وَسَقَانِیْ وَالَّذِیْ مَنَّ عَلَیَّ فَاَفْضَلَ وَالَّذِیْ اَعْطَانِیْ فَاَجْزَلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

ترجمہ - اللہ کے نام سے اللہ کیلئے اپنا پہلو بستر پہ رکہتی ہوں اے اللہ میرے گناہوں سے میری حفاظت فرما اور میرے شیطان کو ذلیل کردے اور مجھے اعلے مقام پر رکہہ -

سب تعریف اللہ کو ہے جو مجھے کافی ہوا اور اسنے مجھے جگہہ دی اور کہانا دیا اور پلایا وہ اللہ جسنے مجھپر احسان فرمایا اور بڑہ چڑہ کر کیا وہ اللہ جسنے مجھے دیا اور دیا بہت سو ہر طرح کی تعریف ہر حال میں ہے -

پانچوان باب

خونِ ناحق

اے شمع تیری عمر طبعی ہے ایک رات
ہنس کر گذار یا اسے رو کر گذار دے

مولوی سلیم اللہ صاحب جس نکاح میں شریک ہونے کو سرِ شام سے ہی چلے گئے تھے وہ کچھہ عجیب و غریب حالات کا مجموعہ ہے اور اس زمانہ میں ہمارے لئے بہت کچھہ عبرت اور سبق آموز مجلس ہے۔ آؤ ذرا اسکا نظارہ ہم بھی کریں۔

ناظرین یہ مرزا ناصر علی خانصاحب کی صاحبزادی رقیہ بیگم کے نکاح کی مجلس ہے رقیہ اپنے ماں باپ کے گھر اکلوتی لڑکی ہے۔ مرزا ناصر علیخانصاحب ایک اچھے رئیس اور روشن خیال آدمی ہیں۔ لیکن پُرانے مذاق اور وضعداری کے بہت بڑے دلدادہ ہیں۔ ان کی بیوی قرآن شریف تو پڑھی ہوئی ہے اور کچھہ پڑھنا اسکے والدین کے ہان معیوب سمجھا جاتا تھا اسلئے وہ اپنی تعلیم میں کچھہ بھی ترقی نہیں کر سکی۔ ہان سلیقہ شعاری اور صاحب ہنر ہونے میں وہ اپنی نظیر آپ ہی تھی۔ مرزا ناصر علیخانصاحب کی صاحبزادی نے ماں کا ہنر اور باپ کا علم دو نو سیکھہ لئے تھے۔ اسے کچھہ ایسے اسباب میسر آگئے کہ وہ چھوٹی سی عمر میں ایک لیقہ لڑکی سمجھی جانے لگی حسن خداداد کے ساتھہ حسن سیرت اور لیاقت و فضیلت نے اسکے شہرہ کو چار چاند لگا دئے تھے۔ رقیہ بیگم کچھہ ایسی ذہین اور طباع لڑکی تھی کہ اسنے اندر ہی اندر بچون اور عورتون کے معالجات میں بھی دسترس حاصل کر لی۔ اور ایک مس صاحبہ کی معرفت آجکل کی تحقیقات کے موافق ڈاکٹری اور دایہ گری میں کمال پیدا کیا۔ رقیہ بیگم کی ماں جب ان باتون کو سنتی تو اسے سخت ناگوار گذرتا اور بعض اوقات تو وہ سخت کلمات بھی رقیہ بیگم کو کہہ اُٹھتی۔ غرض رقیہ بیگم بہت ہی لایق اور قابل قدر لڑکی تھی جسکے باپ ہونے کا مرزا

ناصر علیخانصاحب کو فخر تہا اور وہ شخص بہی بڑا ہی خوش قسمت تہا جو اسکا شوہر ہونے والا تہا مگر افسوس یہ سعادت اور فخر کسی کو ملنے والا نہ تہا۔

مرزا ناصر علیخانصاحب کے ایک بہائی مرزا فرزند علیخانصاحب ریاست جوناگڑہ مین میر منشی تھے انکے ہان ایک ہی لڑکا مرزا محسن علیخان تھا+ یہہ لڑکا سخت جاہل۔ کندہ ناتراش۔ بے ادب خودغرض اور بد وضع تہا با این بعض جان ستان امراض مین آئے دن مبتلا رہتا تہا+ ہندوستان کی بدقسمتی سے ملک مین یہ رواج ہوگیا ہے کہ جاہل عورتین ابہی بچہ پیدا ہی نہین ہوتا کہ سگائی بدہائی کی ٹہیرالیتی ہین یہی جانستان رسم اس گھر مین بہی جلوہ گر ہوچکی تہی۔ رقیہ بیگم کے پیدا ہوتے ہی محسن کی ماں نے ٹہیکرے مین روپیہ ڈالدیا تہا اور رقیہ کی ماں اپنی لڑکی محسن سے منسوب کرچکی تھی۔ اب جبکہ رقیہ بیگم جوان ہوگئی۔ تو ماں باپ کو اسکی شادی کا خیال آیا۔ ہرچند مرزا ناصر علیخان محسن کے حالات اور بداطواریوں کی وجہ سے پسند نکرتے تہے کہ رقیہ محسن سے بیاہی جاوے مگر بیوی کی وجہہ سے اور بہائی کے تعلقات کے باعث مجبور تھے+ آخر بھائی کو خط لکھا کہ شادی کی کوئی تاریخ مقرر ہوجاوے تو اچہا ہے۔ مرزا فرزند علیخانصاحب کے پاس جب یہ پیغام فرحت انجام پہونچا تو وہ بہت ہی خوش ہوئے+ انہون نے گھر مین مشورہ کیا۔ محسن چونکہ بہت بے ادب اور شوخ ہوگیا تہا اسنے بہی اطلاع پاتے ہی باپ کو بڑی جرأت سے کہدیا کہ کچہہ ہو مین رقیہ کے ساتہہ نکاح نہین کرون گا باپ بیٹے مین اسبات پر بڑی بحث ہوئی۔ لیکن محسن نے ایک نہین ہی رکہی۔ تنگ آکر فرزند علیخانصاحب نے افسوس کے ساتہہ بہائی کو جواب دیا کہ محسن نے جواب دیدیا ہے وہ نکاح پر راضی نہین ہوتا۔ اسلئے مین مجبور ہون کوئی اور انتظام کرلینا چاہئے۔ ناصر علیخان تو پہلے ہی سے یہ چاہتے تہے مگر انکی بیوی سخت مخالف تہی اسنے کہا کہ کچہہ ہو میری رقیہ بیٹہی بیٹہی رہے لیکن جب دون گی محسن ہی کو دونگی لوگ کیا کہین گے جسطرح ہوسکے محسن کو راضی کرنا چاہئے۔ ناصر علیخان نے بیوی کو سمجہایا کہ وہ لڑکا آوارہ مزاج ہے اسکا چال چلن اچہا نہین اور علاوہ برین اسکی صحت مخدوش حالت مین ہے مین تو پہلے ہی سے یہ تعلق پسند نہین کرتا تہا لیکن اب جبکہ خود اس نے انکار کردیا ہے اور بہائی صاحب نے جواب دیدیا ہے تو ہمکو تو خوشی ہونا چاہئے۔ بڑی لمبی بحث کے بعد آخر رقیہ بیگم کی والدہ نے اقرار کرلیا کہ اچہا کوئی اور دوسری جگہ تجویز کرو۔ مگر ٹہیک پسلی دیکھہ لینا اور لڑکا ہر طرح سے میری رقیہ کی لائق ہو

ناصر علیخان نے کہا کہ بڑے بڑے گھروں سے رقیہ کے لئے پیغام آئے تھے مگر اس نالایق کی خاطر مینے سب کو جواب دیا - خیر مین ابھی دیوان خانہ مین جاتا ہون اور میر منور علی صاحب کو بلا کر مشورہ کرتا ہون یہہ کہکر ناصر علیخانصاحب باہر آئے اور آدمی بہیجکر میر منور علیصاحب کو بلایا - اور اس امر کے متعلق ان سے مشورہ کیا -

میر صاحب! خانصاحب مین تو پہلے ہی سے چاہتا تہا کہ اس معاملہ کے متعلق آپ سے ذکر کرون لیکن مجھے یہ معلوم ہو گیا تہا کہ آپ محسن کے ساتھہ نسبت کر چکے ہین اسوجہ سے خاموش تہا لیکن اب جبکہ خدا تعالےٰ نے خود ہی یہ راہ کہولدی ہے تو اب بہت عمدہ موقع میرے پیش نظر ہے امید ہے کہ آپ بہی پسند فرمائینگے -

ناصر علیخان - فرمائیے تو سہی -

میر صاحب! - آپ کو معلوم ہوگا مرزا ذوالفقار علیخانصاحب الہ آباد ہائی کورٹ مین وکیل ہین انکے صاحبزادہ صاحب مسٹر صفدر علیخان ولایت سے بیرسٹری کا امتحان پاس کر آئے ہین انہون نے لکہنؤ مین کام شروع کیا ہے اور خوب چل نکلا ہے یون تو کئی جگہ سے انکو پیغام آئے ہین لیکن وہ آپ کے ہان تعلقات ہو جانے کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہین - ہر طرح سے قابل آدمی ہین اور کچھہ تہوڑی دور کے فاصلہ سے آپ کے عزیزون مین بہی ہین -

ناصر علیخان - مین خوب جانتا ہون لیکن کیا آپ سمجھتے ہین کہ صفدر علیخان کی ابھی شادی نہین ہوئی؟

میر صاحب! ہان مجھے یقین ہے ابھی چند ہی روز تو ہوئے انکا خط آیا تہا ذوالفقار علیخانصاحب نے خود مجھے لکھا تہا کہ ہر چند صفدر کے لئے کئی پیغام آئے ہین مگر مین پسند کرتا ہون اگر بہائی ناصر علیخان کے ہان تعلقات بڑہ جاوین - جناب آپ کیا کہتے ہین رقیہ بیگم کی سی بہو تو انہین ہرگز نہین ملسکتی اگر وہ چراغ لیکر بہی ڈہونڈہین -

ناصر علیخان - اچھا اگر آپ پسند کرتے ہین تو مین ہر طرح راضی ہون آپ انکو خط لکھدین + . . .

. . . . - اس مشورہ کے بعد میر صاحب بڑی خوشی کے ساتھہ گہر واپس آئے اور انہون نے فوراً مندرجہ ذیل خط منشی ذوالفقار علی خانصاحب کو لکہا -

مکرمی مرزا ذوالفقار علیخان صاحب - السلام علیکم - آپکا والانامہ

چند روز ہوئے میرے پاس آیا تھا مگر مین حیران تھا کہ اسکا کیا جواب دون کیونکہ مخدومی مرزا ناصر علیخان صاحب ذوالفقار علیخان کی لڑکی کا رشتہ پیدائش ہی کے دن سے انکے بھتیجے محسن کو ہو چکا تھا + اور جب دونون بچے پروان چڑھے تو ناصر علیخانصاحب مشکلات مین پڑ گئے - رقیہ بیگم حسن صورت وسیرت کے ساتھہ اعلےٰ درجہ کی ذہین - تعلیم یافتہ اور فہمیدہ لڑکی ہے اور بالمقابل میاں محسن محض جاہل - بدوضع اور بے باک لڑکا ہے + صرف اس بیہودہ رسم کی نذر یہ شریف لڑکی ہونے کو تھی - لیکن خدا نے اپنا فضل کیا کہ بدبخت محسن نے انکار کردیا + مرزا ناصر علیخانصاحب اس قطع تعلق سے بہت خوش ہوئے - مین تو سمجھتا ہون کہ یہہ قطع تعلق خدا تعالےٰ نے آپ ہی کے لئے کیا ہے ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ تعلق قطع ہوتا - غرض منشی ناصر علیخانصاحب سے مینے آپکا پیغام دیا اور انہون نے بڑی خوشی کے ساتھہ منظور کر لیا ہے مین اسپر آپکو مبارکباد دیتا ہون اب آپ براہ راست مرزا ناصر علیخان صاحب کو پیغام دین - تاکہ انکی طرف سے براہ راست منظوری کا خط وہ آپ کو بھیجدین - اس معاملہ مین جسقدر جلدی ممکن ہو کرین - بہت سے پیغام آرہے ہین - والسلام -

آپکا خادم خاکسار منور علی عفی اللہ عنہ

اس خط کے پہنچتے ہی منشی ذوالفقار علیخان صاحب کی باچھین کہل گئین وہ فرط خوشی سے پہولا نہ سماتا تہا اسنے فی الفور ایک رجسٹری شدہ خط کے ذریعہ مرزا ناصر علیخان صاحب کو پیغام دیا جو انہون نے بڑی خوشی سے منظور کر کے انکو جواب دیا اور لکھا کہ آپ چڑہے چاند کی ۲۰ - تاریخ کو تشریف لے آئین - اور ساعت سعید مین نکاح ہوجائیگا + آج ۱۹ - تاریخ تہی اور کل ۲۰ - تاریخ مقررہ آنے والی تھی مرزا فرزند علیخان بہی محسن - اور اس کی والدہ سمیت اس تقریب پر آئے ہوئے تہے - پہلے تو انہین یا انکی بیوی کو اس امر کا معمولی سا بہی خیال نہ تہا کہ رقیہ دوسری جگہ بیاہی جاتی ہے لیکن جب انہون نے شادی کا وہ ٹھاٹھ دیکھا جو مرزا ناصر علیخانصاحب نے کیا تہا اور جہیز کی تیاریان ملاحظہ کین اور ادہر رقیہ بیگم کی قابلیتون کے ذکر سنے اور شہر بہر کے اونچے اونچے گھرون سے اس تقریب پر رقیہ کے لئے تحفے تحائف آئے - کیونکہ وہ ان گھرون کی معالج تہی - تو میان بیوی دونون کے منہ مین پانی بہر آیا اور انہون نے کوشش شروع کی کہ جسطرح ممکن ہو محسن ہی سے نکاح ہو ادہر ان کو یہ بہی خیال تہا کہ محسن ماننے والا نہین اسلئے یہ تجویز کی گئی کہ محسن کے احباب کے ذریعہ اسے غیرت دلائین

کہ تیری منگیتر ایک دوسرا آدمی لیئے جاتا ہے تم عجب باغیرت انسان ہو محسن ایسی باتون پر بھی انکار ہی کرتا رہا۔ لیکن جب ہر طرف سے یہی آوازین اس کے کان مین پہنچنے لگین۔ اور باہر والد اور اندر والدہ کی طرف سے بیحد اصرار پایا تو اُس نے محض یہ سمجھکر کہ اگر اب مین نکاح کیلیے اپنی رضامندی کا بھی اظہار کرون تو ناممکن ہے کہ نکاح ہو کیونکہ دوسری جگہ تاریخ مقرر ہو چکی ہے اور تاریخ نکاح آ پہونچی ہے۔ اسلیے مرزا ناصر علیخان صاحب اِدھر کی دُنیا اُدھر بھی ہو جاوے تو رضامند نہ ہونگے۔ ان سب امور کو مدِنظر رکھ کر اُسنے حامی بھر لی۔ بس پھر کیا تھا ماں باپ تو خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے مرزا فرزند علیخان فوراً ناصر علیخان کے پاس گئے وہ اُسوقت چند ضروری امور کے سرانجام دینے مین مصروف تھے اُنہین وہم وگمان تک نہ تھا کہ کیا ہونیوالا ہے۔ فرزند علیخان نے جاکر کہا۔ ناصر! ذرا میری بات الگ ہوکر سُن لو۔

ناصر علیخان۔ مین تھوڑی دیر مین حاضر ہوتا ہون۔

فرزند علیخان۔ نہین بہت ہی ضروری کام ہے ابھی سُن لو۔

ناصر علیخان بھائی کے ساتھ دوسرے کمرہ مین چلا گیا۔ بیٹھتے ہی فرزند علیخان نے کہا۔ دیکھو! تم جانتے ہو کہ مجھے تم سے کس قدر محبت ہے اور رقیہ بیگم کو مین کسقدر عزیز سمجھتا رہا ہون مین پسند نہین کرتا کہ رقیہ بیگم محسن کی بیوی ہو کر اب کسی دوسری جگہ جائے اس مین میری ناک کٹتی ہے۔

ناصر علی خان۔ آپ سچ فرماتے ہین آپکو بہت محبت ہے لیکن کیا آپکو اسوقت اپنی ناک کا خیال نہ تھا جب آپنے انکار کیا تھا۔ باوصفیکہ محسن کسی طرح بھی اس قابل نہ تھا کہ مین عزیزہ رقیہ بیگم کے ساتھ اسکا نکاح کر دینے پر رضامند ہوتا مگر محض آپ کی پاسخاطر سے مین آمادہ رہا۔ اب جبکہ آپ بھی اور محسن بھی کھلم کھلا انکار کر چکے اور دوسری جگہ معاملہ ٹھیر چکا اور برات کل آنیوالی ہے تو آج آپکو اپنی ناک کی فکر ہوئی۔ لیکن بھائیصاحب! افسوس ہے آپکو میرے اور رقیہ کے ساتھ اچھی محبت ہے کہ اپنی ناک کی پروا کرتے ہو اور میری ناک کاٹتے ہو۔

ذوالفقار علیخان کیا کوئی معمولی آدمی ہے میر منوّر علی کوئی معمولی آدمی ہے پھر اس معاملہ مین تو ایک کی

نہیں بہنون کی ناک کٹے گی اور پھر آپکی بھی سلامت نہ رہے گی۔ یہ آپکو سوجھی کیا؟ بھائی ناراض رہو یا خوش مین اب تو یہ ہرگز نہین کر سکتا!

فرزند علیخان کو ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ ناصر علیخان اسے ایسا روکھا جواب دیگا۔ اسنے ہرچند ناصر علیخان کو سمجھایا اور مناسب خوشامد کی مگر وہ ماننے مین نہ آئے۔ ادھر زنانخانہ مین محسن کی والدہ نے رقیہ کی امان کو تنگ کر رکھا تھا کہ جس طرح ہو میری بہو مجھکو دو۔

رقیہ کے کان مین جب یہ بھنک پڑی تو اسکی حالت نہ پوچھو وہ تو سُن ہوگئی کاٹو تو بدن مین لہو نہین غش کھاکر گر پڑی وہ جانتی تھی کہ محسن کے اطوار کیسے ہین وہ کبھی ایک دم بھر کیلئے بھی اس امر پر رضامند نہ ہوئی تھی۔ گھر بھر مین اندر ہی اندر عجب کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ مرزا فرزند علیخان نے جب ہر طرح سے مایوسی دیکھی تو نہایت غضبناک آواز مین کہا کہ اچھا مین دیکھونگا کوئی کس طرح رقیہ کو لیجاتا ہے۔ مین جاتا ہون اور عدالت کے ذریعہ اسکا فیصلہ کرتا ہون۔ یہ کہکر وہ اندر آئے اور بیوی کو کہا کہ بس اٹھو اب ہمارا یہان کوئی کام نہیں ناصر مانتا نہین اب عدالت ہوگی اور مین اور ناصر۔

تھوڑی ہی دیر مین یہ لوگ ناراض ہوکر ریلوے سٹیشن کو چلدیئے۔ ناصر علیخان نے ہرچند منتین کین کہ آپ ٹھیرین مگر وہ ماننے والی آسامیان تھی ہی نہین۔

اس حالت کو دیکھکر ناصر علیخان کو سخت رنج اور صدمہ ہوا۔ بیوی سے مشورہ کیا انہون نے آخر یہ تجویز کی کہ اچھا جس طرح بھائی راضی ہون یہ کیا کیا جاوے۔

بھاگے ہوئے سٹیشن پر پہنچے اور انکا اسباب نکلوایا اور کہا کہ مین اسی طرح راضی ہون جس طرح آپ خوش ہون۔ پھر سب واپس آئے تو فرزند علی نے کہا کہ ذوالفقار علیخان کو تار دیدو۔ کہ مت آؤ نکاح ہوچکا۔ اور محسن سے نکاح کردو۔

ناصر علیخان نے قہر درویش بر جان درویش ذوالفقار علیخان کو تار دیا اس تجویز نے میر منور علیصاحب کے بھی ہوش گم کردیئے۔ فیصلہ ہوا کہ آج ۱۹ کو نکاح ہو جاوے۔ اسی نکاح پر مولوی سلیم اللہ صاحب تشریف لے گئے تھے۔

ادھر یہ ساری تجویزین ہو چکی ہین اب آؤ ذرا رقیہ بیگم کیحالت دیکھین وہ کس حال میں ہے۔ رقیہ بیگم نے جب سے یہ خبر سنی تھی وہ سخت گھبرا رہی تھی کئی دفعہ اسے غش بھی آیا وہ حیران تھی کہ کرے تو کیا کرے+ ایک مرتبہ جرأت کر کے والد کے نام خط لکھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر کچھ سوچکر اس خیال سے باز رہی اسکی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو رہی تھی اسے سمجھ نہین آتا تھا کہ اس بلا سے کیونکر نجات حاصل کرون کبھی یہ خیال آتا کہ اچھا جب نکاح ہونے لگے گا تو آخر مجھ سے بھی تو پوچھین ہی گے مین انکار کر دونگی اسی ادھیڑ بُن میں وہ پڑی ہوئی تھی اور بے اختیار اسکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، خدا کی قدرت محسن نے جب یہ سنا کہ اب نکاح کی پھر بخت و پز ہو چکی ہے تو اسنے پھر ارادہ کیا کہ جس طرح ہو اس جنجال سے بچ جاؤن اس نے بھاگنے کا ارادہ کیا مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

دوسری طرف ذوالفقار علیخان صاحب کو جب مشورہ کے بعد تار دیا گیا کہ آپ آنیکی تکلیف گوارا نہ کریں نکاح ہو چکا ہے تو وہ اسوقت وہاں سے روانہ ہو چکے تھے اور وہ تار انہین نہین ملا+ آخر بڑی رد و کد کے بعد رقیہ کا نکاح محسن سے ہو گیا۔ رقیہ اس انتظار میں تھی کہ جب اس سے پوچھنے آئینگے تو وہ انکار کر دیگی لیکن اسکو اسوقت خبر ہوئی جب باہر سے آکر لڑکیون نے شور مچایا کہ لو بوا محسن کے ساتھ نکاح ہو گیا۔ اس فقرہ کو سننے کے ساتھ رقیہ پر جو اثر ہوا اسکے بیان سے ہمارا قلم قاصر ہے اور زبان مین اسکے بیان کی طاقت نہین ہے اور کان اسکو سُن نہین سکتے آنکھین اسکی حالت کو دیکھ نہین سکتی ہیں وہ بت بنی ہوئی تھی۔ آنکھین کھلی تھین مگر وہ کچھ بھی دیکھتی نہ تھین۔ رقیہ بیگم کو اس حالت مین بھی جب ذرا تخلیہ ملا تو اسنے جھٹ اپنا دروازہ بند کر لیا۔ اور دوات لیکر کچھ لکھنا شروع کیا۔ کچھ عرصہ تک لکھتی رہی پھر اسکو ایک لفافہ مین بند کر کے اپنے سرہانے رکھدیا۔ اور آپ وضو کر کے نماز مین مصروف ہوئی۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر اپنی دوائیون کی الماری کیطرف بڑھی اور ایک شیشی مین سے کوئی عرق سا نکالکر گلاس مین ڈالا۔ اور پی کر پلنگ پر لیٹ گئی۔

صبح کے قریب روانگی کا وقت عمادالدین نے محض اس خیال سے کہ رقیہ ذرا آرام کرے اُسکو

تخلیہ کا موقع دیدیا تھا۔ لیکن یہ ایسا تخلیہ تھا کہ محشر ہی کو دور ہونیوالا تھا۔ اب جبکہ روانگی کا وقت قریب پہونچا تو رقیہ کی والدہ نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا تو کوئی آواز نہ آئی۔ اونچی آواز سے پکارا گیا جب کوئی آواز نہ آئی تو بدنصیب ماں چلا اٹھی الوگو! میں لٹ گئی۔ دوڑیو! دیکھیو! میری رقیہ کو کیا ہو گیا آخر دروازہ توڑا گیا اور توڑ کر دیکھا تو رقیہ پلنگ پر لیٹی ہوئی ہے مگر روح قفس عنصری سے پرواز کر چکا ہے۔ اور صبح ہونیسے پہلے ہی رقیہ رخصت ہو چکی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وہ گھر جہاں شادی کی خوشی میں ہر طرف سے مسرت کی آوازیں آتی تھیں اور ایک دھوم دھام ہو رہی تھی دم بھر میں ماتم کدہ بن گیا۔ اپنا بیگانہ اس نیکبخت رقیہ کے غم میں رو رہا تھا۔ دروازے پر جہاں ابھی چند منٹ پیشتر ہر قسم کے باجے بج رہے تھے اور شادی کے ترانے گائے جاتے تھے وہاں اب شور و پکار اور آہ و بکا کی آوازیں دل کو بٹھائے دیتی تھیں۔ ماں باپ کا تو جو حال اس غم میں تھا تھا چونکہ رقیہ کی نیک بختی۔ شرافت۔ اور خوش اخلاقی اور خدا ترسی نے سب کو گرویدہ کر رکھا تھا اسلیے جو سنتا تھا روتا تھا اور سر دھنتا تھا۔ کوئی کچھ کہتا تھا کوئی کچھ۔ کوئی غم سے دل پھٹ جانے کو باعث موت قرار دیتی تھی تو کوئی کہتی کہ ادویات کی الماری پاس رکھی ہے کوئی زہر کھالی اور ہمیشہ کی نیند سو گئی۔ غرض گھر بھر میں کہرام مچا ہوا تھا۔

یہ آفت اور مصیبت تو تھی ہی اسپر طرہ یہ ہوا کہ منشی ذوالفقار علیخانصاحب کو ہرچند تار دیا گیا تھا کہ آپ نہ آئیں مگر وہ تار بعد از وقت پہنچا وہ وہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔ اور انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کیا ہونیوالا ہے وہ بڑی خوشی اور ترنگ میں ریلوے سٹیشن پر آپہونچے۔

سٹیشن پر برات کا جلوس آراستہ ہو کر شہر کو آرہا تھا اور انگریزی باجے کی مست کرنیوالی صداؤں سے شہر گونج اٹھا تھا کہ کسی نے آکر خبر دی کہ لو! ذوالفقار علیخانصاحب کی برات آپہونچی۔ یہ سنتے ہی رقیہ کے والد کیحالت دگرگون ہو گئی۔ وہ غش کھا کر گرا۔ اور پھر جب! سے ہوش میں لایا گیا تو دھاڑیں مارتا ہوا گھر سے باہر نکل آیا۔ ذوالفقار علیخان حیران تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ آخر انہیں معلوم ہوا کہ رقیہ کا تو خاتمہ ہو گیا۔ اور وہ بیچاری آج اس جہان سے رخصت ہو چکی ہے

یہ سنتے ہی ذو الفقار کیحالت نازک ہوگئی وہ گھوڑے سے اتر کھڑا ہوا - اور رقیہ کا والد اس سے لپٹ گیا زار زار روتا تھا اور کہتا تھا کہ

آہ! تم آج رقیہ کا ڈولا لینے آئے اور اسکا تابوت تیار ہو رہا ہے - اس بات نے ذو الفقار اور سامعین پر بہت دردناک اثر پیدا کیا اور ہمارے قلم مین طاقت نہین کہ اس نقشہ کو ظاہر کر سکین تمام محلے کی مخلوق جمع ہو رہی تھی - دیوان خانے مین تل دھرنے کی جگہ باقی نہ رہی اندر باہر جس طرف نظر اٹھاؤ شور و پکار اور آہ و بکا کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا - اسی حالت مین بعض خوش فکرے ایسے بھی تھے جو کہتے تھے کہ میان یہ نتیجہ ہے لڑکیون کی تعلیم کا - مگر بعض سمجھدار اور دانشمند کہتے کہ حضرت! یہ تعلیم کا نتیجہ نہین بلکہ یہ نتیجہ ہے

ان جوڑ شادی کا

جو خانہ بربادی کا باعث ہوئی - قصہ کوتاہ صف ماتم بچھی اور رقیہ کے غسل کی تیاری ہونے لگی جب اسکو اسکے بستر پر سے اٹھایا اور سرہانے کے نیچے سے ایک لفافہ ملا - یہ وہ لفافہ تھا جس مین اس ناگہانی موت کا راز مرقوم تھا اسے کھولا گیا تو اس میں سے مندرجہ ذیل تحریر ملی جسکو ہم بجنسہ یہان درج کر دیتے ہین -

رقیہ کی آخری تحریر

جہاز عمر روان پر سوار بیٹھے ہین
سوار خاک ہین بے اختیار بیٹھے ہین

میرے بزرگو! میرا یہ عریضہ اسوقت آپکی نظر سے گذرے گا جب مین اس دنیا سے گذر چکی ہونگی اور میرے سرہانے آہ و بکا کا ایک طوفان محشر بپا ہوگا +

آپ جانتے ہین کہ اس تحریر سے مین اب کوئی فایدہ نہین اٹھا سکتی اسلیئے کہ مین تو اس عالم

سے گذرتی ہوں اور اب مجھے کوئی موقع حاصل نہیں جو اس سے فایدہ اٹھاؤں ہاں اگر یہ تحریر کچھ بھی موثر ثابت ہوئی اور میرا خیال ہے کہ ہونی چاہیے کیونکہ میری نعش اسکے اثر کو بڑھادیگی تو میں یقیناً سمجھتی ہوں کہ محض اسوجہ سے کہ وہ ایک نیکی کا باعث ہوگی اور آیندہ جسقدر جانیں اس مصیبت اور بلا سے بچیں گی وہ میرے لیے صدقہ جاریہ کا کام دینگی۔

مجھے سخت افسوس اور رنج ہے کہ میں نے اس مصیبت اور تکلیف کا جو مجھے اپنے بزرگوں کی معمولی کوتاہ اندیشی سے اٹھانی پڑی ایسے طور پر خاتمہ کیا جو کسی طرح پر اللہ تعالے کے حضور پسند نہیں ہو سکتا اسلام ایسا پاک مذہب کبھی ایسی خودکشی کو روا نہیں رکھتا اسنے تو صاف ارشاد کیا تھا۔

لَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ

یعنے اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ مگر میں کیا کروں میری مصیبت اور ابتلا کا اندازہ میری طاقت فکر و برداشت سے ایسا بڑھا کہ میں یہ امر سوچ نہیں سکی۔ اور مجھے یہ سخت رنج کا باعث ہے خدا کرے کہ وہ میرے اس اضطرار پر نظر رحم کرے۔ (آمین)

میرے بزرگو میں اپنی اس خودکشی کو بھی مفید سمجھونگی اور ایک قربانی قرار دونگی اگر میری بہنوں کو اس سے فایدہ پہنچا۔ اس صورت میں کیا عجب کہ رحیم کریم مولےٰ میری اس خطا کو معاف کردے اے اللہ تو ایسا ہی کریو۔ (آمین)

میرے بزرگو میرے حالات زندگی کو آپ بیاض میں پائیں گے جو میری الماری میں سب سے پہلے خانہ میں رکھی ہوئی ہے اور جسپر آپ بیتی موٹی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ اگر آپ لوگ مجھ سے کچھ بھی محبت رکھتے ہیں تو آپکو اس محبت کا واسطہ دیکر عرض کرتی ہوں کہ اس آپ بیتی کو چھپا کر شایع کردیں تاکہ اس عبرتناک واقعہ سے دوسروں کو سبق حاصل ہو اور میری اصل غرض پوری ہوجاوے جو یہ ہے کہ ہر شخص کو معلوم ہوجاوے کہ صغیر سنی کی منگنی اور زبردستی کی شادی کا انجام یہ خانہ بربادی ہوتی ہے۔ میں یہ عرض کرتی ہوں کہ میرے عزیزوں اور بزرگوں نے جو تجویز میرے لیے کی ہے باوصفیکہ انہیں علم ہوگیا تھا کہ میں اُسے پسند نہیں کرتی۔ باوجودیکہ وہ خود بھی اُسے

نامناسب اور مضر یقین کرتے تھے مگر اسپر بھی اصرار نے مجھے اس حالت تک پہنچا دیا ہے کہ اب میں کوئی دم کی مہمان ہوں۔ اسے خواہ تعلیم کی خرابی کہہ لو۔ خواہ اس کی خوبی کہ میں نے ان ساری آنیوالی مصیبتوں اور تکلیفوں کا پورا اندازہ کر لیا۔ جو اس تعلق سے آنیوالی تھیں اور میں اپنی جان کی آپ دشمن ہو گئی۔ اس سے بہتر تھا کہ محض اجڈ ان پڑھ ہوتی اور اللہ اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام سے بے خبر اور نابلد رہتی تاکہ میں گناہ اور اسکی حقیقت سے ناواقف رہ کر جیا ہتی کرتی۔ مگر نہیں نہیں میں اس موت کو اس قسم کی ہزار زندگی پر ترجیح دیتی ہوں جو اللہ اور اسکے رسولؐ کی ناراضی کا اس سے زیادہ باعث بنتی۔ میرے سامنے دو مصیبتیں تھیں میں نے آسان کو اختیار کر لیا۔

میرے بزرگو! خوب یاد رکھو کہ تمہارے جگر گوشوں کی قسمتیں تمہارے ہاتھ میں ہیں تم انپر رحم کرو۔ اگر تمہاری دانشمندی یہی تجویز کرتی ہے کہ ماؤں کو جاہل رکھا جاوے تو تم آپ ہی عقلمند بنو اور اپنی اولاد کے ایسے ضروری معاملہ کو جاہل اور ناواقف عورتوں کے ہاتھ میں دیکر اپنی اولاد پر تو ظلم نہ کرو + جب تم اپنی اولاد کے اس فرض عظیم سے سبکدوش ہونا چاہو تو اچھی طرح دیکھ لو کہ کیا وہ گاڑی اس قابل بھی ہے جس میں اسکو جوتتے ہو بیاہ شادی کوئی منہ کا نوالہ نہیں کہ ڈالا اور نگل لیا۔ یا پاؤں کی جوتی نہیں کہ چھ ماہ بعد بدل لی۔ یہ ساری عمر کا نباہ ہے۔ پس اس میں پورے فکر اور غور سے کام لو۔

میرے بزرگو! میری آخری وصیت خوب یاد رکھو کہ اپنی لڑکیوں کو ہرگز ہرگز نہ بیاہو بدچلن لڑکوں سے اور نہ لکھی پڑھی لڑکیونکو بیاہو جاہل لڑکوں سے اور حتی الوسع کوشش کرو لڑکی کی رضامندی یا ناراضی کا تمہیں علم ہو جاوے۔ اور اگر ان باتوں کا تم لحاظ نہ کرو گے تو اسکا انجام بہت ہی برا ہے اور میری لاش تمہیں عملی طور پر دکھا رہی ہے۔

اسوقت میری طبیعت برقرار نہیں دل گھٹتا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ پوری صفائی سے میں اپنا مطلب ادا نہیں کر سکی مگر اتنا اور کہتی ہوں کہ جسقدر تحقیقات گوشت پوست ذات اور نسب کی

کرتے ہو اس سے زیادہ اسکے علم۔ صحت جسمانی۔ اخلاقی حالت۔ عادات۔ چال چلن۔ اور کیفیت مزاج کی کرو۔ اگر اس پر عملدر آمد ہو تو امید ہے بہتر اور مفید نتیجے پیدا ہونگے۔

میں دیکھتی ہوں کہ میرا دل دھڑکنے لگا ہے اور سانس تیز ہو رہا ہے شاید چند ہی منٹ اور میری زندگی کے باقی ہیں پس میں آپ سب سے رخصت ہوتی ہوں۔ میرا قصور معاف کرنا اور میری اس جرأت اور دلیری پر نفرین کرنے کی بجائے غور کرنا +

آہ! اب قلم نہیں چل سکتا۔ اے ملک الموت آ۔ اور اپنا کام کر۔ لاالہ الاالله محمد رسول الله +

چھٹا باب

میاں بیوی سے مناظرہ

ابن مریم مرگیا حق کی قسم ÷ داخل جنت ہوا وہ محترم

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ÷ اس سے بہتر غلام احمد ہے

رقیہ بیگم کی شادی اور اس کی موت کا شہر بھر میں دردانگیز تذکرہ ہو رہا تھا اور کوئی گھر اور آنکھ ایسی نہ تھی جو اس واقعہ کو سنکر نہ روئی ہو۔ مولوی سلیم اللہ صاحب تو خود اس مجلس نکاح میں موجود تھے۔ اور تعلقات دیرینہ کی وجہ سے وہ شام ہی سے گئے ہوئے دوسرے دن شام کو واپس آئے + اس تازہ واقعہ نے کچھ ایسا اثر کیا تھا کہ کئی دن تک گھر میں سلیمہ کے احمدی ہو جانے پر کوئی تذکرہ نہیں ہوا۔ مگر اس اثنا میں سلیمہ کی اپنی حالت نے گھر والوں پر اپنا اثر کم از کم ڈالنا شروع کر دیا تھا +

سلیمہ کی نازک مزاجی کہو یا بدمزاجی گھر بھر میں مشہور تھی مگر اب اس میں اس بدمزاجی کا پتہ بھی نہیں ملتا تھا گھر والوں کو حیرت اور تعجب ہوتا تھا کہ یہ تبدیلی اس میں کیونکر ہوگئی اور اسکی وہ عادات جو طبیعت اور فطرت کا رنگ اختیار کر چکی تھیں کس طرح یکدفعہ ہی بدل گئیں۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ اس نمایاں تبدیلی پر حیران تھا بعض جلدباز اور شتاب کار اسکو نمایشی اخلاق اور بناوٹی تبدیلی کہدیتے مگر سلیمہ اپنی ان حمیدہ صفات میں روز بروز ترقی کر رہی تھی۔ اس کی دینداری اور توجہ الی اللہ پر ایک اور ہی رنگ چڑھا ہوا تھا۔ وہ سلیمہ جو پہلے رسمی طور پر نماز پڑھا کرتی تھی اور ایسی جلدی جلدی جیسے کوئی گھاس کاٹ رہا ہے مگر اب وہ اپنی نمازوں میں تعدیل ارکان کا پورا لحاظ رکھتی اور اکثر اوقات وہ اپنے سجدوں کو لمبا کرتی اور اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے۔ قرآن شریف کی بلاناغہ تلاوت کرتی اور گھنٹوں اس پر غور کرتی رہتی کم گوئی اسکا معمولی شعار ہو گیا۔ غرض اسکی حالت بالکل تبدیل ہو چکی تھی اور یہ حالت سعید الفطرت عورتوں پر بہت اچھا اثر ڈال رہی تھی۔

مولوی سلیم اللہ صاحب بھی اس کی اس تبدیلی پر حیران تھے اسلیے کہ وہ دیکھتے تھے کہ سلیمہ اسکی اطاعت وفرمانبرداری اور خدمتگذاری میں بہت سرگرم اور مستعد پائی جاتی تھی۔ باوجود ان خوبیوں اور نیک خصلتوں کے سلیمہ کا احمدی ہو جانا شہر بھر کے اچھے مسلمان گھروں تک مشہور ہو گیا تھا اور طبقہ علماء میں تو خاص نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اگرچہ مولوی سلیم اللہ صاحب کو ابھی تک کسی نے خاص طور پر کہا نہ تھا مگر وہ بجائے خود حیران تھے کہ جس دن یہ سوال اٹھا خطرناک صورت میں اٹھے گا آخر کئی دن گذر جانیکے بعد ایک روز مولوی سلیم اللہ صاحب نے سلیمہ سے تخلیہ میں احمدیت کا سوال چھیڑا ہی چھیڑا۔

سلیمہ خود بھی اسی امر کی منتظر تھی کہ وہ خود ہی اس سوال کو چھیڑیں تو مجھے تبلیغ کا موقع ملجاوے۔ اور اب جبکہ یہ بحث میاں بیوی میں شروع ہوئی اور شروع بھی گھر میں اور گھر میں بھی تنہائی میں تو سلیمہ نے دل ہی دل میں خدا تعالیٰ کا شکر کیا اور دعا مانگی کہ اے اللہ تو اس شخص کو ہدایت کر اور حق اسپر کھولدے (آمین)

سلسلہ کلام مولوی سلیم اللہ صاحب نے چھیڑا +

مولوی صاحب! مجھے تم سے یہ امید نہ تھی کہ تم یوں میری اور میرے خاندان کی ناک کٹوادوگی۔

سلیمہ! مولوی صاحب! آپ کیا فرماتے ہیں؟ اعوذ باللہ ان اکون من الجاہلین میں تو اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتی ہوں اس امر سے کہ جاہل ہوجاؤں۔ میں نے کیا بدی اور برائی کی کہ آپکی اور آپ کے خاندان کی ناک کٹی ہوگی۔ یا اللہ تو مجھ عاجزہ پر رحم کر میں تیری ایک گنہ گار بندی ہوں۔ میرے باعث کسی کو ابتلا میں نہ ڈال۔ مولوی صاحب! ذرا کھولکر کہئیے آپکی اس بات سے تو میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہیں اور میرا دل بیٹھا جاتا ہے۔ میرا قصور ظاہر کرو۔

مولوی صاحب۔ مجھ سے قصور پوچھتی ہو کیا خود تمہیں معلوم نہیں ہے۔

سلیمہ۔ بخدا اگر میں اپنے قصور پر خود مطلع ہوتی تو کبھی آپ سے نہ پوچھتی۔ اور جب سے آپنے ایسا فرمایا ہے میں اپنے اندر مطالعہ کر رہی ہوں کہ وہ کونسا ایسا قصور ہے جو ایسا شرمناک اور رنجدہ ہے۔

مولوی صاحب۔ اس سے بڑھکر اور کیا قصور ہوسکتا ہے کہ تم نے اپنے سارے خاندان کے دستور و آئین کے خلاف مرزا صاحب کو قبول کرلیا ہے اور سارے خاندان کو بدنام کیا۔ عزت خاتون کی بدنامی ہی کچھ نہ تھی کہ اسپر یہ گل تم نے کھلایا۔

سلیمہ۔ الحمدللہ الحمدللہ۔ میرا قصور ظاہر ہوگیا۔ بس اگر یہی قصور ہے تو مولوی صاحب میں اللہ تعالےٰ کی قسم کھاکر عرض کرتی ہوں کہ یہ وہ قصور ہے کہ اسپر لاانتہا نیکیوں کو میں قربان کرتی ہوں۔ رہی خاندان کی بدنامی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں بدنامی کی بات کیا ہے ہاں اگر مرزا صاحب کو قبول کرکے میں نے اللہ اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے امر کے خلاف کوئی امر کیا ہے یا کوئی ایسی بات مجھ سے سرزد ہوئی جو اخلاقی اور مجلسی طور پر بدنما اور بدنام کن ہے تو بیشک میں خاندان کو بدنام کرنیوالی نااہل ہوں لیکن اگر ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تو اگر ساری دنیا بھی مجھے برا کہے تو میں اس بدگوئی کی مولوی صاحب انشاء اللہ پرواہ نہیں کروں گی۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ خاندان کے آئین و دستور کے خلاف کیا یہ عجیب بات ہے خاندان کا آئین و دستور اگر اسلام کے خلاف ہو تو کیا ایک مومن کیلیے ضروری ہے کہ وہ اسی کو اختیار کیے رہے پھر جو ہندو یا عیسائی یا اور مذہب والے مسلمان ہوتے ہیں

وہ بھی آپکے نزدیک برا کرتے ہیں قرآن شریف تو ایسی باتوں سے بھرا پڑا ہے۔ کہ جب کوئی نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کیطرف سے آیا اور اس نے لوگونکو اللہ تعالےٰ کی طرف دعوت کی لوگوں نے اسکی باتوں کو سنکر یہی کہا

مَا وَجَدْنَا فِیْٓ اٰبَآءِنَا الْاَوَّلِیْنَ

یہ باتیں ہمارے باپ دادوں میں اور پہلے بزرگوں میں تو پائی نہیں جاتی ہیں۔ یہ حجت اور سوال تو نیا نہیں قدیم سے چلا آیا ہے۔ آپ تو ماشاءاللہ مولوی ہیں اور قرآن شریف سے خوب واقف ہیں میں آپکو اسی اللہ کی قسم دیتی ہوں جس نے قرآن شریف نازل فرمایا کیا پہلے نبیوں اور رسولوں پر ان کی قوم نے یہی اعتراض نہیں کیا؟ اور آپ ہی بتائیں کہ کیا یہ اعتراض کوئی حقیقت رکھتا ہے آپ جیسے عالم کے منہ سے ایسا اعتراض سنکر مجھے تو سخت افسوس ہوا۔

مولویصاحب۔ یہ ایک الگ امر ہے نبیوں اور رسولوں کی شان جدا ہے اسکا یہاں ذکر ہی کیا؟

سلیمہ۔ یہ تو عجیب بات ہے جب اور نبیوں پر بھی یہی اعتراض ہوا اور آپنے مجھ پر امام الوقت کے مان لینے پر وہی اعتراض کیا تو آپ انصاف کریں کہ ان معترضین اور آپکے اعتراض میں کونسا نمایاں فرق ہے؟ میں تو وہ فرق سننا چاہتی ہوں اور اگر اسوقت بھی یہ اعتراض بودا اور کمزور تھا اور اس کی کوئی حقیقت نہ تھی تو آپ اسکی کوئی وقعت کیونکر ہو سکتی ہے؟

مولویصاحب نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح پر اس اعتراض کی معقولیت بیان کریں مگر نامعقول اعتراض تھا اس میں کوئی بات پیدا کیونکر ہو سکتی تھی اور علاوہ بریں تنہائی کی گفتگو تھی آخر انکو خاموشی کے ساتھ کہنا پڑا کہ یہ سچ ہے کہ یہ اعتراض کچھ وزنی تو نہیں لیکن آخر ہمارے سلف نے آجتک کوئی بات ایسی نہیں کہی۔

سلیمہ۔ جب اعتراض وزنی نہیں تو پھر اسپر زیادہ ہٹ اور زور کیوں۔ اصل اصول تو یہ ہونا چاہیئے کہ جس بات کو ہم قبول کرتے ہیں آیا وہ اللہ اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے تو خلاف نہیں + آپ کوئی خاص بات پیش کریں جو آپ مجھ میں زیادہ پاتے ہیں یا قرآن شریف اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے ارشادات اور آپکی سنت صحیحہ کے خلاف پاتے ہیں اسکے لیے آپ کا حق ہے کہ مجھے سمجھائیں اور میں ہٹ کردوں تو پھر تنبیہ کریں۔

اور اگر کوئی امر میری عملی حالت میں آپ اسکے خلاف نہیں پاتے اور شریعت پر کوئی اضافہ یا کمی نہیں دیکھتے تو مولویصاحب ۔ میں آپکو اللہ کا واسطہ دیتی ہوں کہ آپ اس معاملہ پر غور کریں آخر ہم نے مرنا ہے اور مرکر خدا تعالے کے حضور جانا ہے ۔ اگر اللہ تعلے نہیں ہے اور وہ ضرور ہے اگر مرنا نہیں اور ضرور مرنا ہے ۔ اگر دوسرا عالم نہیں ہے اور آپ یقین کرتے ہیں کہ ہے تو پھر سرسری نظر سے ان باتوں کو چھوڑ دینا بہت ہی نامناسب اور اپنی جان پر ظلم ہے اور اگر ان باتوں میں سے کچھ بھی نہیں تو پھر کوئی اعتراض اور جھگڑا ہی فضول ہوگا مذہب محض ایک خیالی چیز ہوگی +

مولویصاحب ۔ میں یہ تو ہرگز نہیں مان سکتا کہ مذہب محض خیالی چیز ہے ۔ بیشک خدا تعالے ہے اور جو کچھ اس نے اپنے صادق رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت فرمایا وہ حق ہے ہم ہر بات پر ایمان لاتے ہیں ۔ اور میں تمہاری اس بات سے بھی متفق ہوں کہ بیشک غور کرنی چاہیئے میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ تم نے کوئی امر اسوقت تک شریعت پر زیادہ یا کم نہیں کیا بلکہ میں خوش ہوں کہ تمہاری عملی حالت پہلے کی نسبت زیادہ اطمینان بخش ہے مگر اختلافی مسایل کچھ ایسے اگر واقع ہوئے ہیں۔ کہ سب علماء انکے خلاف ہیں اسکو کیا کیا جاوے +

سلیمہ ۔ میں تو پھر وہی بات کہونگی کہ خدا نے آپکو علم دیا ہے سمجھ دی ہے آپ خود غور کرلیں ۔ اور اگر دل میں نری ضد اور تعصب نہ ہو اور مرنیکا خوف ہو تو انسان حق کے قبول کرنے میں کسی کی پرواہ نہیں کرسکتا ۔

میں آپکو کیا وعظ کروں انبیاء علیہم السلام جب جب آئے ہیں اور جو لوگ انکے ساتھ ہوئے ہیں کیا اسوقت وہ جماعت ایک قلیل اور کمزور نہ تھی ؟ مگر ہاں انکی ایمانی طاقت بہت زبردست تھی اور وہ کسی کے مقابلہ میں شکست کھانیوالے نہ تھے ۔ اسی لیے وہ اپنے اباؤ اجداد کے سارے رسم و رواج اور قوم اور برادری کی بندشوں اور پابندیوں کو چھوڑکر محض حق کی خاطر انکے ساتھ

ہوئے تھے۔ پس اگر اس شخص کی سچائی ہم پر کھلجاوے تو پھر ایک خدا ترس مومن کا کام تو یہ ہے کہ اسکو قبول کیا جاوے اور اس قبول حق میں خواہ جان بھی دینی پڑے تو دریغ نہ کرے۔ یہ چند روزہ تکلیف اور بدگوئی جو برادری اور دوسرے لوگوں کی طرف سے ہوتی ہے اسکو اللہ تعالے کے حضور شرمندہ ہونے پر کسی صورت میں ترجیح نہیں دیسکتے۔

مولوی صاحب۔ یہ سب کچھ ہے لیکن جمہور علماء کو کیا کیا جاوے۔ مباحثوں سے فیصلہ نہیں ہوتا۔ دونوں طرف کے دلایل موجود ہیں۔

سلیمہ۔ آپ وہی مرغ کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہیں۔ علماء سے ہمیں کیا کام۔ اپنی عقل اور علم خداداد سے بھی تو کام لو۔ اور اگر مباحثات کیطرف ہی توجہ ہے تو کیا دلایل کی کمزوری اور قوت کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ حق تو ایسی چیز ہے کہ وہ دل کو خود بخود گرفت کرتا ہے یوں قبول نہ کرنا یہ امر دیگر ہے۔

اور علاوہ بریں مرزا صاحب نے تو ایک عجیب فیصلہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میرے معاملہ میں تم خود اللہ تعالے ہی سے فیصلہ چاہو۔ اور اسی سے پوچھو کہ کیا میں اس کی طرف سے ہوں یا مفتری ہوں۔ اب یہ کیسی آسان راہ ہے کیا خدا اپنی مخلوق کو تباہ اور ہلاک کرنا چاہتا ہے اور خدا تعالے کے ساتھ اسنے کوئی منصوبہ کیا ہوا ہے کہ جب اس سے پوچھا جاوے تو وہ اسکی ہی تائید اور شہادت دے اگر ایسا ہی ہے تو پھر اسکے منجانب اللہ ہونے میں تو کوئی شک ہو سکتا ہی نہیں اور یا پھر وہی بات ہوگی کو خدا کو بھی چھوڑنا پڑے گا۔ (معاذ اللہ)

مولویصاحب۔ خدا سے پوچھنا اور جواب پانا یہ کونسا سہل امر ہے۔

سلیمہ۔ مولویصاحب! آپ کیا کہتے ہیں اللہ تعالے تو قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ

یعنے اے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) جب تجھ سے میرے بندے میری نسبت سوال کریں پس بیشک میں قریب ہوں (اور اسکا ثبوت یہ ہے) میں پکارنے والے کی پکار کا جواب

دیتا ہوں جبکہ وہ مجھے پکارتا ہے اور پھر دوسری جگہ اس نے فرمایا ہے ادعونی استجب لکم اور اور وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنے مجھے پکارو میں جواب دونگا اور جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ کرتے ہیں ہم انکو اپنے راستوں کی ہدایت کر دیتے ہیں۔

ایسی صورت میں آپ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالے سے پوچھنا اور جواب پانا سہل امر نہیں اللہ تعالے تو جواب دینے کو تیار ہے مگر کوئی پوچھنے والا بھی ہو۔

مولویصاحب۔ پنجاب کے اس سفر میں تو تم اچھی خاصی مناظرہ بن آئی ہو اور ہر بات پر قرآن شریف ہی سے دلیل لاتی ہو۔

سلیمہ۔ یہ تو کوئی بری بات نہیں کہ میں قرآن شریف سے دلیل لاتی ہوں تو کیا آپ قرآن شریف کو نہیں مانتے؟

مولویصاحب۔ یہ مینے کب کہا ہے قرآن شریف تو ہمارا ایمان اور روحانی رہنما ہے اس سے منہ پھیر کر تو انسان کافر اور بیدین ہو جاتا ہے۔

سلیمہ۔ مولویصاحب! یہ کہنے کی باتیں ہیں۔ آپ کی نسبت تو مجھے انشاء اللہ یہی امید اور یقین ہے کہ قرآن شریف کے سامنے آپ اپنے ہتیار پھینکدینگے مگر میں عام طور پر کہہ سکتی ہوں کہ مسلمانوں نے قرآن شریف کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور اسپر اپنی رائے اور ہوا کو قاضی بنا لیا ہے ورنہ حضرت اقدس (حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ السلام سے مراد ہے) کے متعلق یہ شور و شر اور مخالفت کا طوفان بلند نہ کیا جاتا۔ علماء خدا ترسی سے پہلے اپنے گھر میں بیٹھ کر انکی کتابوں کو پڑھتے اور غور کرتے مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ ایک نے مخالفت کی سب نے اس کی ہاں میں ہاں ملادی۔ افسوس

اے اللہ تو امت محمدیہ پر رحم فرما۔ آمین۔

مولویصاحب۔ یہ معاملہ نازک ہو گیا ہے علماء پر بدظنی نہیں کرنی چاہیئے انہوں نے انکی کتابوں کو پڑھ کر فتوے کفر دیا ہے اور فتوے کفر میں ان کتابوں کی عبارتیں درج کی ہیں +

سلیمہ۔ علماء پر بدظنی کے کیا معنے انہوں نے فی الحقیقت دیانت اور تقوٰے سے کام نہیں لیا، انہوں نے فتوے کفر مرتب کرنیوالے پر تو اعتبار کر لیا کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے صحیح لکھا ہے مگر خود تکلیف اٹھاکر حضرت اقدس کی کتابوں کو نہ پڑھا ورنہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ عبارتوں کے نقل کرنے میں کہاں تک دیانت داری سے کام لیا گیا ہے اور پھر کیا علما کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ خود مصنف سے بھی پوچھ لیتے کہ ان الزامات کا (جو آپکے ذمہ لگائے جاتے ہیں) آپکے پاس کیا جواب ہے۔ مگر آپ ہی بتائیں کہ انہوں نے ایسا کیا؟

مولویصاحب۔ شاید مرزا صاحب کو موقع دیا گیا۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہوا تو بیشک جلدی کی گئی۔

سلیمہ۔ ہرگز نہیں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ میں آپکے سامنے مرزا صاحب کے مذہب کے متعلق انکی تصنیفات میں سے چند حصے پڑھتی ہوں آپ سن لینے کے بعد جواب دیں کہ کیا آپکے نزدیک ایسا شخص کافر ہو سکتا ہے؟

> اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا تعالےٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے۔ غیظ اور غضب میں آکر حد سے مت بڑھو۔ ...... خدا تعالےٰ سے ڈرو۔ اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو۔ خدا تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔ آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والبعث بعد الموت واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ فاتقوا اللہ ولا تقولوا لست مسلماً واتقوا الملک الذی الیہ ترجعون۔ (ازالہ اوہام کے سرورق پر پڑھو)

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۷۶۶ پر فرماتے ہیں۔

مومنوں پر کفر کا کرنا گماں ۔۔۔ ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشاں
ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین ۔۔۔ دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں ۔۔۔ خاکِ راہِ احمدؐ مختار ہیں

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے　　جان و دل اس راہ پر قربان ہے
دیچکے دل اب تن خاکی رہا -　　ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب　　کیوں نہیں ؟ لوگو تمہیں خوف عقاب

پھر اسی کتاب ازالہ اوہام میں ہمارا مذہب کے عنوان سے آپنے ایک مضمون لکھا ہے جسکا تھوڑا سا حصہ یہ ہے -

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جسکے ساتھ ہم بہ فضل وتوفیق باریتعالے اس عالم گذران سے کوچ کرینگے یہ ہے کہ حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین وخیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے کمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہونچ چکی جسکے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کرکے خدا یتعالے تک پہنچ سکتا ہے اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے - اور ایک شعشہ یا نقطہ اسکی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغییر کر سکتا ہو - اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنے درجہ صراط المستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہ راست کے اعلے مدارج بجز اقتدا اس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں کوئی مرتبہ شرف وکمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے - ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو راستباز اور کامل لوگ

شرف صحبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں انکے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل کے واقع ہیں اور ان میں بعض ایسے جزئی فضائل ہیں جو اب ہمیں کسی طرح سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ غرض ہمارا ان تمام باتوں پر ایمان ہے جو قرآن شریف میں درج ہیں اور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے لائے اور تمام محدثات اور بدعات کو ہم ایک فاش ضلالت اور جہنم تک پہونچانیوالی راہ یقین رکھتے ہیں مگر افسوس کہ ہماری قوم میں ایسے لوگ بہت ہیں جو بعض حقایق اور معارف قرآنیہ اور دقایق آثار نبویہ کو جو اپنے وقت پر بذریعہ کشف والہام زیادہ تر صفائی سے کھلتے ہیں محدثات اور بدعات میں ہی داخل کر لیتے ہیں۔ حالانکہ معارف مخفیہ قرآن وحدیث ہمیشہ اہل کشف پر کھلتے رہے ہیں اور علماء وقت انکو قبول کرتے رہے ہیں لیکن اس زمانہ کے اکثر علماء کی یہ عجیب عادت ہے کہ اگر خدا تعالےٰ کا الہام ولایت جسکا کبھی سلسلہ منقطع نہیں اپنے وقت پر بعض مجمل مکاشفات نبویہ اور استعارات سربستہ قرآنیہ کی کوئی تفسیر کرے تو بنظر انکار و استہزا اسکو دیکھتے ہیں حالانکہ صحاح میں ہمیشہ یہ حدیث پڑھتے ہیں کہ قرآن شریف کے لیے ظہر و بطن دونوں ہیں اور اسکے عجائبات قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے اور ہمیشہ اپنے منہ سے اقرار کرتے ہیں کہ اکثر اکابر محدثین کشوف والہامات اولیاء کو حدیث صحیح کے قایم مقام سمجھتے رہے ہیں۔

اسی طرح پر آپ کی جس کتاب یا رسالہ کو پڑھو اس میں آپ وہ نور اور ہدایت پائینگے جو دوسری کتاب میں کم ملے گی۔ تائید اسلام اور نصرت دین میں آپنے وہ کام کیا ہے کہ خود وہ مخالف جس نے سب سے اول فتوے کفر تیار کیا یعنے مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی براہین احمدیہ کے ریویو میں لکھتا ہے۔

اب ہم اس پر اپنی رائے نہایت مختصر اور بے مبالغہ الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے **ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف**

نہیں ہوئی اور آیندہ کی خبر نہیں لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً
اور اسکا مولف بھی اسلام کی مالی جانی قلمی لسانی وحالی
نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر پہلے مسلمانوں
میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی
مبالغہ سمجھے تو ہمکو کم سے کم ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے
مخالفین اسلام خصوصًا فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے
مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی
کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت میں مالی وجانی وقلمی ولسانی کے
علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑہ اٹھایا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین
الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوے کیا ہو کہ جسکو وجود
الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر تجربہ و مشاہدہ کرے اور اس
تجربہ اور مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزا بھی چکھا دیا ہے"۔

اب یہ رائے خود اس شخص کی ہے جس نے سب سے اول فتوے کفر تیار کرنے میں بڑی محنت اور تکلیف اٹھائی۔
اب ان ساری باتوں کو یکجائی نظر سے دیکھ کر بتائیں کہ کیا ایسا شخص کافر ہو سکتا ہے؟
میں یہ انصاف آپ ہی پر چھوڑتی ہوں۔ ہمکو مرزا صاحب سے کوئی ذاتی عداوت اور بغض تو نہیں
ہو سکتا۔ اور نہیں ہونا چاہیئے کہ اندھا دھند جو کچھ ایک شخص کہے اسے مان لیا جاوے۔
خداداد قوتوں سے کام لینا چاہیئے اور بڑے غور و فکر اور دعاؤں سے اصل مقصد کو سمجھنے کی
کوشش کرنی ضروری ہے۔

مولویصاحب۔ جو کچھ تمنے کہا ہے میں اسکو مانتا ہوں کہ ان باتوں کو مدنظر رکھ کر مرزا صاحب کو
کافر کہنے میں جرأت کرنا عقلمندی نہیں ہے۔ مگر جو مسایل انہوں نے پیش کیے ہیں اس میں بالکل
سلف سے تخالف کیا ہے۔

سلیمہ - مولویصاحب - آپ ایک ایک مسئلہ پیش کرتے جاویں میں تو کچھ بہت لکھی پڑھی نہیں ہوں ایک عورت ذات ہوں - نہ میرا علم وسیع اور نہ تجربہ عام - تاہم میں نے حضرت اقدس کی تصنیفات کو جہانتک مجھ سے ہو سکا پڑھنے کی کوشش کی ہے اور میں شرح صدر سے کہتی ہوں کہ وہ حق پر ہیں - اگر آپنے خواہ نخواہ ضد کر کے ماننا ہی نہیں تو یہ تو اور بات ہے لیکن اگر حق کو قبول کر لینا ضروری ہے تو جن امور میں آپ اختلاف کرتے ہیں انہیں پیش کریں میں اپنی سمجھ کے موافق آپ کو جواب دونگی - پھر جو حق ہو اسے مان لیا جاوے -

اور یہ کہنا کہ سلف کا خلاف کیا ہے وہ اسیطرح مانتے تھے جس طرح ہم مانتے چلے آئے ہیں یہ ایک لغو اور بلا دلیل ہے - فرد فرد کی رائے کا خدا ہی کو علم ہوگا - کس نے ان سب کے اظہارات لکھ کر کب قلم بند کیے ہیں یا کب کسی نے اپنے منہ سے انکے بیانات سنکر شایع کیے - یہ ایک ایسا دعوے ہے جس کی دلیل انشاء اللہ کوئی پیش نہ کرے گا - جیسا کہ آپ دیکھ لینگے +

مولویصاحب - اچھا تو یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک ایک امر پر سلسلہ وار غور کریں مگر یہ تو بتاؤ کہ اب باہر جو طبقہ علماء میں تمہارا چرچا اور ذکر ہوگا - اور وہ مجھے بھی نادم کرینگے اور ان فتاوے کے رو سے کہیں گے کہ نکاح قایم نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ تو میں اسکا جواب کیا دوں؟ کیوں امن قایم رکھنے کے واسطے تم یہ نہ کہدو کہ ہمنے رجوع کر لیا ہے - اور دل میں بیشک اقرار کرو - اور میں غور کرونگا -

سلیمہ - افسوس ہے میں آپ کی اس رائے کو مان نہیں سکتی جس امر کو میں نے حق سمجھا ہے اسکے اظہار سے میں کیوں رکوں - اور کیا جھوٹ بولنے کے واسطے مینے اس سلسلہ کو قبول کیا ہے؟ آپکو ایسا ہی ڈر ہے تو آپ جو چاہیں کریں مگر مجھ سے تو بفضلہ تعالے یہ نہ ہو سکے گا کہ میں ایسی کمزوری ظاہر کروں - کیا آپ جھوٹ کو جائز سمجھتے ہیں؟

مولویصاحب - نہیں یہ تو فتنہ کو فرو کرنے کی خاطر ایک تدبیر ہے - اس میں کیا حرج ہے

سلیمہ - عجیب تدبیر ہے کہ جسمیں خدا کی نافرمانی کرنے پڑے ایسی تدبیر کے اختیار کرنیکی ضرورت کیا ہے؟

مولوی صاحب۔ تم اس میں ضد نہ کرو۔ اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

سلیمہ۔ میں تو اس امر کے ماننے کو کبھی تیار نہیں ہوں۔ یہ بات نہ اب چھپ سکتی ہے نہ اسکا چھپانا جایز۔ اگر آپ ایسے ہی کمزور دل ہیں تو پھر مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں آپ کا خاتمہ نفاق پر نہ ہو۔ اہل حق خاموش نہیں ہو سکتے اور نہ وہ اسے چھپا سکتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کیا کیا تکلیفیں پیش آئیں مگر انہوں نے ایک لحظہ کے لیے بھی گوارا نہ کیا کہ اپنے اعتقاد و مذہب کو چھپائیں۔ خود اس سلسلہ میں بھی ایسے مشکلات پیش آئے ہیں۔ ابھی صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب رحمہ اللہ تعالے عنہ جو دربار کابل میں بڑے معزز سمجھے جاتے تھے اور افسر العلماء کا خطاب رکھتے تھے وہ احمدی ہونے کی وجہ سے شہید ہو گئے مگر انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے ایمان اور اس حق کو جو انہوں نے پایا تھا چھپائیں۔ یہ ایسا دردناک واقعہ ہے کہ انسان پورے طور پر اسکو سن نہیں سکتا۔ اور پنجاب کے شہر وزیر آباد میں ایک مشہور عالم مولوی حافظ غلام رسول کو کیا کیا دکھ اٹھانے پڑے حالانکہ سارا شہر انکی عزت کرتا اور انکو خاندان کا اور انکا قریباً قریباً شاگرد تھا انہوں نے حق کو چھپانا پسند نہ کیا

مولوی صاحب۔ پھر تو بڑی مشکلات کا سامنا ہوگا علما میری فضیحت کرینگے اور مجھے بھی مرزائی مشہور کرینگے۔

سلیمہ۔ تو کیا یہ علماء آپکے خدا ہیں۔ تم ان سے ڈرتے ہی کیوں ہو۔ اللہ رکھے تم انکے دست نگر نہیں جس سرکار میں تم ملازم ہو وہاں مذہب کا سوال کوئی نہیں۔ ان ملانوں کے کفر سے کون بچا ہے اور کسی کا انہوں نے کیا بگاڑ لیا ہے۔

مولویصاحب۔ فتنہ پیدا کرنا تو نامناسب ہے۔

سلیمہ۔ اچھا تو بات سہل ہے اگر تمہیں یہ لوگ زیادہ تنگ کریں اور مجبور کریں تو انسے کہدو کہ تم میں سے جو سب سے زیادہ عالم اور فاضل ہو سلیمہ کو مسایل متنازعہ میں تبلیغ کرے اور اسکی تسلی کر دے ؛

مولویصاحب۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔

اس قسم کی باتوں میں رات کا بہت بڑا حصہ گذر گیا مولوی سلیم اللہ صاحب اسی ادھیڑ بن میں سو گئے ؛

[illegible]

ساتواں باب

مولوی مقہورالدین کا مباحثہ

ابن مریم مرگیا حق کی قسم

داخلِ جنت ہوا وہ محترم

سلیمہ کو سہارنپور گئے ہوئے دو ہفتہ کے قریب گذرنے کو آئے اور اندر ہی اندر اس کی تبلیغ کا دائرہ بہت وسیع ہوتا گیا۔ جو عورتیں اس سے ملنے آتیں وہ سلیمہ کیحالت میں ایک غیر معمولی تبدیلی ملاحظہ کرتیں! ور سلیمہ نے اپنے اوقات کو خدمتِ دین کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

گھر بھر میں سلیمہ جو اس سے پہلے ایک محبوب دُلہن تھی! ب ایک معاذ اللہ ناپاک عورت سمجھی جاتی تھی۔ اسکے ساتھ کلام کرنا بھی گناہ سمجھا گیا تھا مولوی سلیم اللہ صاحب تو مجبور تھے۔ مگر گھر کی عورتیں اور دوسرے متعلقین نہ سلیمہ کے کمرے میں آتے نہ اسکو اپنے کمرے میں آنے کی اجازت دیتے! ور ہر قسم کی تکلیفیں جو وہ دے سکتے تھے سلیمہ کو پہونچاتے مگر وہ ایسی ثابت قدم اور مستقل مزاج عورت تھی کہ ان تکالیف کو وہ راحت سمجھتی۔ یہانتک انتظام کیا گیا کہ بھنگن کو بھی منع کر دیا گیا کہ وہ اسکا پاخانہ نہ اٹھائے۔ مولوی سلیم اللہ کو روکا گیا کہ اسکے ہاں سے کھانا نہ کھائے۔ سقہ پانی نہ دے وغیرہ وغیرہ مگر سلیمہ نے ان باتوں کی کچھ پروا نکی۔

اس سختی کی خبریں بھی شہر بھر میں مشہور ہوگئیں۔ مگر سلیمہ کے اخلاق اور اس کی طرز زندگی میں کچھ ایسی تبدیلی ہوگئی تھی کہ بعض اچھے اچھے گھروں کی بہو بیٹیاں اسکے پاس آتیں اور وہ اپنی معرفت اسکے سب کام کروا دیتیں۔

مولوی سلیم اللہ صاحب کو یہ فتوے بھی سنا دیا گیا کہ اب نکاح باقی نہیں رہ سکتا۔ علماء کے زیر اثر ہوکر بہت کچھ ستے پٹائے اور انکو یہ تدبیریں بتائی گئیں کہ اسکو اور دکھ دیا جاوے اور اس سے توبہ کرائی جاوے۔ مگر کوئی تجویز جب کارگر نہ ہوئی تو آخر یہ تجویز قرار پائی کہ مولوی مقہور الدین سے سلیمہ کا مباحثہ کرا دیا جاوے۔ مولوی مقہور الدین ابھی تازہ تحصیل کر کے آئے تھے۔ انکو اپنے علم پر بڑا گھمنڈ اور ناز تھا۔ انہوں نے دعوے کیا کہ دس منٹ میں سلیمہ کو خاموش کرا دونگا۔ دوسرے علماء اس تجویز سے متفق نہ تھے وہ کہتے تھے کہ اسکا علاج نری تکلیف ہے۔ اگر مباحثہ کیا تو جیسے پہلے ایک مرزائی عورت کا اثر پڑ گیا تھا اسکا بھی اثر پڑیگا۔ مگر مقہور الدین صاحب کب ماننے والے تھے انہوں نے سوچا ہوا تھا کہ دو ہی قدم پر سلیمہ کو خاموش کرا دیا جاویگا۔ اور اس سے میری شہرت کو چار چاند لگ جائینگے۔

مولوی سلیم اللہ صاحب نے گھر میں آکر اس تجویز سے سلیمہ کو آگاہ کیا اسنے بخوشی خاطر منظور کر لیا۔ کہ میں پردہ کے پیچھے بیٹھ کر انسے گفتگو کرونگی۔ اس گفتگو کے لیے جمعہ کا دن مقرر ہوا۔ اور بعد نماز جمعہ اکثر مرد و عورتیں سلیمہ کے مکان پر جمع ہوگئے۔ اندر زنانخانہ میں عورتوں سے کمرہ بھرا پڑا تھا۔ اور باہر مردانے میں شہر کے اچھے اچھے سمجھدار آدمی اور علماء موجود تھے۔

سلیمہ پردہ کے پیچھے بیٹھی دعا کر رہی تھی اور استغفار۔ لاحول اور سورہ فاتحہ اور درود شریف بار بار پڑھتی تھی۔ اتنے میں مولوی مقہور الدین بآواز بلند بولے۔

حاضرین مجلس! میں نہایت افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ قادیانی فتنہ نے ہمارے شہر کے ایک معزز خاندان کے گھر میں آگ لگا دی ہے یہ وہی گھر ہے جہاں ہم بیٹھے ہیں اس فتنہ کا فرو کرنا ہم سب کا فرض ہے ورنہ یہ

گھر ایسا ہے کہ اس کا اثر دور دور پہونچیگا! اور شہر کے تمام معزز گھرانوں میں یہ آگ لگے گی اسوقت اسکا بجھانا مشکل ہوگا۔ سب احباب نے خاکسار ذرہ بیمقدار کو مقرر کیا ہے کہ میں مسایل متنازعہ میں اس دیوانی عورت کو تنبیہ کروں اور آپ لوگ دیکھ لینگے کہ وہ کیسے لاجواب ہوتی ہے اِسلیے میں اس لڑکی سے (جسکی سب عزت کرتے تھے مگر اب وہ اپنے اس دیوانہ پن کے باعث تنبیہ کے قابل ہی) پوچھتا ہوں کہ اسنے اس جدید مذہب کو کن دلایل کی بنا پر قبول کیا ہے۔

مولوی مقصور الدین صاحب کی اس تقریر کو سنکر بعض سمجھدار اور شریف لوگ کچھ خوش نہوے خصوصًا ان سخت الفاظ کیوجہ سے جو انہوں نے جلی کر دیئے ہیں سلیمہ حیران تھی کہ کیا جواب دوں اور کس طرز پر کلام سرزد ہوں۔ مگر اسکی دعاؤں نے اثر دکھایا اور وہ بڑی جرأت اور دلیری سے یوں بولی۔

سلیمہ۔ میرے معزز بزرگو! میرے عزیز بھائیو! اگرچہ مجھے اس امر کی تو شرم آتی ہو کہ میں جو کبھی آپکے سامنے بولنے کی جرأت نہ کرتی تھی آج سب کے سامنے گفتگو کرنے پر آمادہ ہوئی ہوں مگر خدا تعالے کا شکر کرتی ہوں کہ اسی کے فضل سے یہ ایسا موقعہ اور مجمع مجھے کلام کرنے کا ملا ہے جس میں ہم سب ملکر ایک امر حق کی تحقیق کرینگے اسوجہ سے میں اس موقعہ کو بہت مبارک اور بہت سے عمدہ نتایج کا پیدا کرنے والا سمجھتی ہوں۔

میں ایک کمزور کم علم عورت ہوں مولویصاحب اور دوسرے علماء کے لیے یہ زیبا نہ تھا کہ وہ مجھ پر اس طرح یورش کر کے آتے انکا فرض تو یہ تھا کہ بڑے اخلاق۔ نرمی اور ملاطفت سے مجھے سمجھاتے۔ اور میرے لیے دعائیں کرتے۔ مگر جن الفاظ کے ساتھ مولویصاحب نے (جو اپنے علم و فضل کے سبب آپ لوگوں میں مشہور ہیں) مجھے مخاطب کیا ہے وہ آپ نے سن لیئے ہیں۔ میں تو اپنی کم لیاقتی اور نادانی کا سب سے پہلے اقرار کرتی ہوں اور جب ملایکہ اللہ تعالے کے حضور

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

پڑھتے ہیں تو میں بیچاری کون۔ خیر مولوی صاحب کو اللہ تعالے نیک جزا دے۔ وہ مجھے دیوانہ کہیں یا سڑی سمجھیں لیکن میں سچے دل سے چاہتی ہوں کہ یہ جنون سب کو ہو (آمین)

میرے بزرگو! مولوی صاحب نے مجھ سے پوچھا ہے کہ اس جدید مذہب کو مینے کن دلایل سے قبول کیا ہے یہ سوال میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اسلئے کہ مینے تو کسی نئے مذہب کو نہیں مانا۔ میں تو اسی رب کریم کو مانتی ہوں جسکو قرآن شریف پیش کرتا ہے۔ قرآن شریف کو خدا کا کلام مانتی ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا اور برحق نبی اور خاتم النبیین یقین کرتی ہوں وہی نمازیں وہی روزے وہی احکام تسلیم کرتی ہوں وہی قبلہ ہے۔ پھر مینے کوئی نیا مذہب مانا ہو تو اسکے دلایل پیش کروں۔ معزز بزرگو!

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفٰے ما را امام و پیشوا

سلیمہ کی اس تقریر نے مولوی مقہور الدین کو تو بہت شرمندہ کیا۔ مگر حاضرین جلسہ میں جو لوگ سمجھدار اور فہیم تھے۔ اُنپر بہت بڑا اثر ہوا۔ انہوں نے مولوی مقہور الدین کو کہا کہ آپ بہت نرم پیرایہ اختیار کریں۔ آپ سمجھانے آئے ہیں نہ کہ مباحثہ کرنے اور اس جلسہ کی اصل غرض یہی ہے آخر وہ ہماری اور اپکی بیٹی ہی ہے ایسی سختی نامناسب ہے۔ اور جو کچھ اسنے بیان کیا ہے معقول طور پر نہایت ادب کے ساتھ بیان کیا ہے اور عورت ذات ہو کر ایسی شستہ تقریر تو ہم نے علماء میں بھی نہیں سنی۔ بس آپ بھی بحثوں کو چھوڑ کر مطلب کی بات بیان کریں اس نے اپنا عقیدہ اور مذہب بتا دیا ہے اسپر آپ فرمائیں کیا کہتے ہیں؟

مولوی مقہور الدین۔ جدید مذہب سے میری مراد قادیانی مذہب ہے۔ میں اسکے دلایل پوچھتا ہوں۔

سلیمہ۔ حضرت مولوصاحب میں تو اپنا مذہب عرض کر چکی قادیانی مذہب کوئی غیر از اسلام مذہب مینے نہ سنا نہ دیکھا پھر میں کیا کہوں۔

مولوی مقہور الدین اور بھی حیران ہوئے اصل بات یہ تھی کہ مولوی صاحب نے کبھی کوئی کتاب تو حضرت اقدس کی پڑھی نہ تھی سنی سنائی باتیں تھیں جنہوں نے انکو سخت نادم کرایا جیسا کہ آگے آئیگا۔

مولوی مقہور الدین - اچھا تم مرزا قادیانی کو کیا سمجھتی ہو؟

سلیمہ - میں خدا کے فضل اور تائید سے یقین کرتی ہوں اور آپ سب کو گواہ کرتی ہوں کہ حضرت اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے خادم اور غلام ہیں اور آپ کی تعلیم اور سنت کے عملی نمونہ ہیں اسلام اور قرآن کریم کی سچائی کا زندہ ثبوت ہیں اللہ تعالے نے اس زمانہ میں ان کو امت مرحومہ کی اصلاح اور اسلام کو کل ادیان پر غالب کرنیکے لیے بھیجا ہے وہ اس صدی کے مجدد ہیں اور مسیح موعود اور مہدی ہیں۔

سلیمہ کی تقریر کا رنگ ایسا پیدا ہو گیا تھا کہ حاضرین مجلس خصوصاً عورتیں تو قربان ہو ہو جاتی تھیں اور مردانے میں بھی سمجھدار اور بے لوث آدمی عش عش کرتے تھے اور باہم سرگوشیاں ہو رہی تھیں کہ جو کچھ یہ لڑکی پیش کرتی ہے یہ تو عین اسلام کی باتیں اور ایسی کہ ان مولویوں میں تو پائی نہیں جاتیں۔ غرض مجلس پر سلیمہ کا اندر ہی اندر اثر پڑ رہا تھا۔ دوسرے علماء نے جب یہ حالت دیکھی تو وہ باہم ایک دوسرے سے آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے کہ ہم اسی لیے منع کرتے تھے کہ یہ طریق ٹھیک نہیں اب سکا نتیجہ خراب ہوگا۔

مولوی مقہور الدین - امت کی اصلاح کے لیے کیا یہی رہ گئے تھے؟ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا؟

سلیمہ - مولویصاحب میں یا آپ یا کوئی اور اللہ تعالے کے فضل کے کیا ٹھیکہ دار ہیں اصلاحکار وہ جسکو چاہے اپنے فضل سے چن لے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اگر کوئی اور ہوتا تو خدا تعالے اسے چن لیتا۔ آپ کو یاد نہیں قرآن شریف میں مکہ والوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کیا اعتراض کیا تھا؟ اگر آپ کو نہیں معلوم تو میں عرض کر دیتی ہوں۔

وقالوا لولا نزل ھذا القراٰن علے رجل من القریتین عظیمٌ

یعنے ان منکرین مشرکین نے کہا کیوں نہ نازل کیا یہ قرآن مکہ اور طایف کے کسی بڑے آدمی پر۔ میری سمجھ میں آپکا یہ سوال اسی قسم کا ہے۔ اگر کسی اور کو مقرر اور مامور کرنا ہوتا تو اسے کر دیتا جبکہ ایک

شخص مامور ہو کر آگیا۔ اور اسنے دعوے کیا کہ میں مامور کیا گیا ہوں اور وہ اپنی تائید میں آسمانی شہادتیں پیش کرتا ہے اور انہی دلایل اور آثار سے اپنا ثبوت دیتا ہے جو خدا تعالے کے ماموروں کی سچائی کیلیے ہوتے ہیں پھر اس قسم کا اعتراض میں نہیں سمجھتی کیا وقعت رکھ سکتا ہے۔ مولویصاحب کوئی کام کی بات آپ پیش کریں ایسی کچی باتیں آپکے منہ سے سن کر تو مجھے شرم آجاتی ہے۔

حاضرین مجلس میں سے ایک۔ مولویصاحب! واقعی یہ آپ کچی باتیں کر رہے ہیں آپکو واجب ہے کہ کوئی معقول بات پیش کریں اور ان امور پر کلام کریں جو کفر سمجھی گئی ہیں اور مرزائی مذہب جس وجہ سے قابل نفرت آپ لوگوں نے قرار دیا ہے ان باتوں سے تو کچھ حاصل نہیں اور ابتک جو کچھ بھی آپنے گفتگو کی ہے اس سے آپکی کمزوری ثابت ہوتی ہے کوئی امر ہم خلاف اسلام نہیں پاتے بلکہ ہمکو تو شبہ ہوتا ہے کہ اصل اسلام وہی ہے جو یہ لڑکی پیش کرتی ہے۔

مولوی مقہور الدین۔ اجی حضرت آپ سنتے جائیے میں تو ابھی اسکو خاموش کرا دونگا اور اسکی زبان بند ہو جائیگی

وہی صاحب۔ زبان بندی الگ امر ہے یہ تو ہم ابھی اسکو ڈانٹ کر بھی کرا سکتے ہیں ہماری تو غرض نہیں بلکہ اصل مقصد تو یہ ہے کہ حق الامر کھل جاوے اور اپنی اعتقادی کمزوری اسکو معلوم ہو جاوے۔

مولوی مقہور الدین۔ بہت اچھا آپ سنتے جائیے۔

ایک اور مولویصاحب۔ (مقہور الدین کے کان میں) اجی آپ کیوں نہیں وفات مسیح کا مسئلہ پوچھتے۔

مولوی مقہور الدین۔ آپ ہی میری جگہ آجائیے۔ میں آپ سے سیکھنے کیلیے یہاں نہیں آیا

دوسرا مولوی۔ آپ خواہ نخواہ تیز ہوتے ہیں اگر مینے آپکو نیک مشورہ دیدیا تو کیا برا کیا۔

تیسرا۔ (دوسرے سے) اجی مولویصاحب آپ مولوی مقہور الدین کو کلام کرنے دیجئے وہ خوب سمجھتے ہیں۔

دوسرا۔ مینے انکو روکا تو نہیں بلکہ یہ مشورہ دیا ہے کہ آپ وفات مسیح جو بڑا مسئلہ ہے اسکو شروع کیجئے۔

سلیمہ! حضرات علماء کرام آپ آپس میں جنگ کریں میری طرف سے آپ سب کو آزادی ہے جو چاہے یکے بعد دیگرے سوال کرے میں اپنی سمجھ کے موافق جواب عرض کر دونگی ہاں آپ لوگونکی باہمی جنگ بھی مسیح موعود کی ضرورت کا ثبوت ہے۔

حاضرین - خوب! خوب!! جزاک اللہ! مولویصاحبان آپ لوگ ذرا توجہ کریں اچھے سمجھانے آئے ہو خود ہی نشانہ ہونے لگے۔

مولوی مقہورالدین - صاحبان سنیئے میں اب اصل معاملہ پر بحث کرتا ہوں۔

حاضرین (یک زبان ہوکر) تو گیا ابتک آپ یونہی وقت ضایع کرتے رہے۔

مولوی مقہورالدین - نہیں صاحب وہ تمہیدی امور تھے۔

حاضرین - بہت اچھا فرمایئے۔

مولوی مقہورالدین - اچھا بیگم صاحب یہ تو فرمایئے حضرت مسیح ابن مریم کی حیات کی بابت تمہارا کیا عقیدہ ہے وہ مرگئے یا زندہ ہیں ؟

سلیمہ - مولویصاحب! مسیح ابن مریم علیہ السلام جس طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام مرگئے ہیں اسی طرح مرگئے ہیں اور جس طرح وہ سب نبی زندہ ہیں اسی طرح وہ بھی زندہ ہیں۔

مولوی مقہورالدین - نہیں صاحب یہ تو کچھ جواب نہیں اجتماع ضدین محال ہے - ایک شخص مردہ اور زندہ دونوں نہیں ہوسکتا یا زندہ ہوگا یا مردہ - کیوں حضرات میں سچ کہتا ہوں یا نہیں ؟

حاضرین میں سے ایک - آپ ہم سے داد کیوں چاہتے ہیں ؟ وہ خود جواب دینگی۔

سلیمہ - مولویصاحب! اجتماع ضدین تو میں جانتی نہیں اور نہ منطقی قضیئوں میں الجھنے کی حاجت ہے میں نے جو کچھ کہا ہے وہ بڑا صاف امر ہے آپ میرا جواب سمجھ گئے ہیں مہربانی کرکے کٹ حجتی نہ فرمایئے۔ یہ امر آپ کی شان کے مناسب نہیں۔

مولوی مقہورالدین - تم بڑی دیدہ دلیر ہوگئی ہوئی ہو - علماء کی شان میں یہ گستاخی اچھی نہیں کرانیو کی طرح سے تم باتیں کرتی ہو ایک شریف زادی کیلیے ایسی بے باکانہ گفتگو کیا معنی رکھتی ہے۔

سلیمہ - مولویصاحب! آپ لوگ میرے بزرگ ہیں میں نے تو جناب کی شان میں کوئی لفظ گستاخی کا نہیں بولا اگر آپکو یونہی رنج ہے تو معاف فرمایئے! اسلام اور کفر کا معاملہ ہے اگر اس میں آزادی سے کلام نہ کروں تو کیا میں اقرار کرلوں کہ ہاں میں ضرور کافر ہوں ہاں اگر آپ بیجا سختی سے کام لینا چاہتے ہیں تو آپ کا

اختیار ہے۔ میں تو پہلے سے ہی بہت سی سختیاں اٹھا رہی ہوں یہ بھی سہی۔

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں

نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہمنے

سلیمہ کی یہ تقریر بھی کارگر ہوئی۔ حاضرین مجلس نے پھر مولوی مقہور الدین کو کہا کہ اگر آپ کوئی معقول اور کام کی بات پیش کریں تو ہم لوگ ٹھہر سکتے ہیں ورنہ پھر آپ لوگونکی باتیں ہمیں خود شبہ میں ڈالتی ہیں آپ کو بہت نرمی سے کام لینا چاہئے۔ آپکے نزدیک وہ غلطی پر ہے اسکو سمجھانا علماء کا کام ہے نہ یہ کہ علماء تیز ہو کر نیلی پیلی آنکھیں نکالیں علماء ربانی کی یہ شان نہیں ہوا کرتی۔

یہ سن کر مولوی مقہور الدین اور دوسرے علماء کی آنکھیں کھلیں۔ مولوی مقہور الدین نادم ہوئے اور پھر بولے۔ اچھا سلیمہ خاتون مجھے معاف کرو۔ صاف صاف بتاؤ کہ وہ مردہ ہیں یا زندہ۔

سلیمہ۔ مولویصاحب میں تو عرض کر چکی ہوں کہ جو کچھ آپ دوسرے نبیونکی نسبت یقین کرتے ہیں وہی میں حضرت عیسے علیہ السلام کے متعلق مانتی ہوں آپ تصریح کردیں کہ آپ ان دوسرے نبیونکی بابت کیا مانتے ہیں۔ وہ مردہ ہیں یا زندہ؟

مولوی مقہور الدین۔ دوسرے نبیوں کا تو کوئی ذکر یہاں نہیں بحث تو حضرت مسیح کے متعلق ہے۔

سلیمہ۔ اچھا تو آپکا کیا حرج ہے آپ بتادیں کہ آپ دوسرے نبیونکے لیے کیا تجویز کرتے ہیں کیا وہ مر گئے یا زندہ ہیں اگر سب کا نہیں تو ان سب کی سرکار حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بابت ہی بتادو۔

مولوی مقہور الدین۔ یہ مسلم مسئلہ ہے کہ سب انبیا علیہم السلام فوت ہو گئے ہیں بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔

سلیمہ۔ تو پھر میں مانتی ہوں کہ حضرت عیسے علیہ السلام بھی فوت ہو گئے انمیں کوئی خصوصیت نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جیسے افضل الرسل اور خاتم الانبیاء فوت ہو جائیں تو عیسے علیہ السلام کی کیا ہستی ہے کہ وہ زندہ رہیں کیا وہ ہماری سرکار سے افضل ہیں؟

مولوی مقہور الدین۔ حیات یا وفات میں افضلیت کا کیا سوال؟

سلیمہ۔ واہ! میرے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ سنکر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ

مردہ کہا جاوے اور ایسے اوہ بنی کو جو آپکی شان اور کمالات کو نہیں پہونچتا اور ہرگز نہیں پہونچتا اسکو انکے مقابل زندہ کہا جاوے۔ مولویصاحب! ایک سچے مسلمان کا تو اگر آپ قیمہ قیمہ بھی کر دیں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مردہ نہ کہے گا۔ آپ ہزار نہیں لاکھ مرتبہ مجھے کافر قرار دیں۔ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مسیح کو فضیلت نہیں دیتی یہ تو نابکار عیسائیوں کا عقیدہ ہے جو وہ پیش کرتے ہیں۔ ہم مسلمانوں کو اس سے کیا کام؟ آپ وہ خصوصیت پیش کریں جس نے حضرت مسیح کو سب نبیوں سے باہر رکھا ہے؟

حاضرین تو ان چند جملوں کو سن کر باہم سرگوشیاں کرنے لگے اور مولوی مقہورالدین حیران ہو کر مولویصاحبان سے کانا پھوسی کرنے لگے کہ اب کیا راہ اختیار کیجاوے یہ تو نتیجہ خراب معلوم ہوتا ہے۔ آہ

آخر حاضرین میں سے ایک جو سب سے زیادہ وقعت اور اثر رکھتے تھے بولے

مولویصاحبان! یہ سوال ایسا آکر پیدا ہوا ہے کہ اس نے ہمارے دل خود ہلا دیئے ہیں۔ ہٹ دھرمی اور چیز ہے۔ انصاف پسندی امر دیگر ہے واقعی مسلمان کہلا کر ہمارا زہرہ (پتا) تو ہے نہیں کہ ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مردہ کہیں اور مسیح کو زندہ۔ مگر ہاں اگر آپ لوگ دلایل قویہ سے اس سوال کو حل کردیں تو ہم بڑی خوشی سے اسکو ماننے کو تیار ہونگے اسوقت تک جو کچھ بھی گفتگو ہوئی ہے وہ آپکے حق میں فیصلہ نہیں کرتی۔ اسکا نتیجہ یہی ہوگا کہ ہم اس امر کو تمہارے خلاف فیصلہ کرینگے۔

یہ سن کر مولویصاحبان کو ذرا ہوش آیا اور آنکھیں کھلیں۔ آخر ایک ان میں سے بولا۔

آپ خواہ کچھ کہیں آپکا اختیار ہے مگر امور شرعی میں ہم طرفداری نہیں کر سکتے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے آپکے رعب میں اگر تو ہم کوئی بات مان نہیں سکتے ہاں دلایل شرعیہ اگر منوائیں تو ہم حاضر ہیں۔

وہی صاحب۔ آپنے سچ فرمایا ہم رعب سے نہ منوانا چاہتے ہیں نہ حاجت بلکہ اس معاملہ میں تو ہم آپکی مدد کے بغیر آگے قدم نہیں اٹھا سکتے یہ آپ لوگونکا فرض ہے کہ ہمیں رہنمائی کریں۔ ہمنے تو بحالت موجودہ

ایک امر واقعی کا اظہار کیا ہے۔ آپ اس عقدہ کو حل کیجئے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم تو پہلے سے آپ ہی کے ساتھ تھے۔ اور ہیں البتہ یہ امر جواب پیدا ہوا ہے اسنے ہمارے دل ہلا دیئے ہیں دل مانتے نہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مردہ کہیں اور آپکے سوا کسی اور کو زندہ

سلیمہ نے دیکھا کہ اسکی اس بات کا بہت عمدہ اثر پڑا ہے اسنے موقع کو غنیمت سمجھا اور اسنے علم مجلس کو مخاطب کر کے فرمایا۔

میرے معزز بزرگو! میں صرف ایک چھوٹی سی بات عرض کرتی ہوں وہ آپ سن لیں پھر آپ جو چاہیں کہیں یہ زندگی اور موت کا سوال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بھی پیدا ہوا تھا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہم کیا ہمارے ایمان اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کیا؟ ایمان تھا صحابہ کا محبت تھی صحابہ کی جنہوں نے اس عالی صفات ذات کو دیکھا اور اس پاک منہ سے یہ خدا کا کلام سنا انکی محبت میں وہ ایسے فنا ہوئے تھے کہ سر کٹوا دیئے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اُف نہ کی بلکہ خوشی خوشی جاتے اور شہادت میں دیر ہوتی تو گھبراتے۔ مرد تو پھر مرد تھے۔ قربان جاؤں عورتوں نے اس منہ کیخاطر وہ مردانگیاں دکھائیں کہ آج شاید کسی مرد سے نہ ہو سکیں۔

خیر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ اگر کوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مردہ کہے گا تو اسکا سر اُڑا دونگا۔

دیکھئے یہ تھی غیرت۔ یہ تھی محبت۔ اور یہ تھا سچا اخلاص۔ انکی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مردہ کہا جاوے۔ آخر خدا تعالے نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ کے سینہ کو کھولا اور وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے خطبہ پڑھا۔ **ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل** یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالے کے ایک رسول ہیں اور جسقدر رسول آپ سے پہلے آئے ہیں۔ سب وفات پا چکے ہیں۔ اللہ! اللہ! کیسی توحید غالب تھی یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور تلوار میان میں کر لی صحابہ مدینہ کے بازاروں اور گلیوں میں یہ آیت پڑھتے پھرتے تھے۔ حسّان بن ثابت نے ایک مرثیہ لکھا جسکے دو شعر یہ ہیں۔

کنت السواد لناظری فعمی علیک الناظر
من کان بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذر

یعنے اے رسول تو تو میری آنکھ کی پتلی تھی۔ تیرے مرنے سے میں اندھا ہوگیا۔ اب تیرے بعد کوئی مرے عیسے ہو یا موسے مجھے تو تیری ہی موت کا ڈر تھا۔

اب ہر ایک غور کرنے والا دل جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو سوچ لے کہ صحابہ کی حالت کہاں تک پہونچی تھی۔ ایک ہم ہیں کہ سید الاولین والآخرین کی موت کا اقرار کرنے میں جھجکتے نہیں اور حضرت مسیح کی موت کا اقرار کرنے میں کفر سمجھتے ہیں! انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ہے ہمارا ایمان اور یہ ہے حب رسول۔ میں اب اور کچھ نہیں کہتی آپکے دل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذرا بھی محبت ہے تو اس محبت کو مدنظر رکھکر اس اعتقاد کو سامنے رکھو۔

سلیمہ کی اس تقریر کا بہت ہی عمدہ اثر پڑا۔ مولویصاحبان نے سمجھا کہ ہم تو ایک کو سمجھانے آئے تھے یہاں بہت سارے اسی مشرب کے بنا چلیں گے اسکا تدارک کرنا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے باہم مشورہ کرکے یہ تجویز کی کہ اگلے جمعہ پر پھر اس گفتگو کو رکھا جاوے اور اسوقت مولوی عبد الجبار صاحب جو سلیمہ کے والد ہیں انکو بھی بلا لیا جاوے وہ گفتگو کرینگے اور تمام مسایل متنازعہ فیہ پیش کیے جاویں۔ سلیمہ اگر خود گفتگو نہ کرنا چاہے تو کسی عالم کو بلا لیا جاوے بہتر طریق یہی ہوگا۔

سلیمہ نے سوچا کہ یہ ایک حیلہ ہے جو محض حق کو چھپانے کے لیے تراشا جاتا ہے۔ والد صاحب تیز مزاج ہیں انکا رعب اور اثر مجھ پر ڈالنا چاہتے ہیں اور مناظرہ کا ڈھنگ ڈالکر بات کو لمبا کرنے کی غرض ہے اسنے یہ سوچکر کہا۔

مولویصاحبان اور بزرگان! زندگی کا کوئی اعتبار نہیں کیا معلوم اگلے جمعہ تک کون رہے کون مرے یہ ایک عمدہ موقعہ ہے والد صاحب کا مجھے سمجھانا وہ تو بطور خود بھی ہوسکتا ہے اور ہو رہا ہے لیکن آپسے فایدہ اٹھانیکا یہ بہترین موقعہ ہے مباحثہ تو غرض نہیں جو کوئی احمدی عالم

بلایا جاوے یہ تو فقط میرا سمجھانا آپ لوگونکو مقصود خاطر ہے پھر اسکے لیے مباحثہ کیطرح ڈالنا کیا ضروری ہے آپ موٹے موٹے مسایل پیش کریں جو میری سمجھ میں آئیگا عرض کردونگی۔ سننے والے نتیجہ نکال لینگے۔ یہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ بات ادھوری رہ جاوے اور نہیں تو یہ حیات وفات کا جھگڑا تو طے ہو جاوے۔

حاضرین میں سے ایک۔ بات بہت معقول ہے۔ مولوی عبدالجبار صاحب تنہائی میں بھی انکو سمجھا سکتے ہیں اور ایسا ہی مولوی سلیم اللہ صاحب بھی۔ آپ لوگ کیوں فیصلہ نہیں کر لیتے اگر آج نہیں توکل پر رکھ لو۔ کل پھر سہی۔ کوئی جھگڑا نہیں مباحثہ نہیں ایک امر حق کا معلوم کرنا ہے۔

اسپر مولویصاحبان کو بھی مجبوراً ماننا پڑا کہ سیدانی سے پھر گفتگو کریں۔ تاہم انہوں نے غنیمت سمجھا کہ سستے چھوٹے زیادہ رسوائی نہ ہوئی۔ آخر دعا کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

اس جلسہ کی خبریں شہر بھر میں فوراً اڑ گئیں اور سلیمہ کی قابلیت اور غلبہ کی دھاک بندھ گئی۔ عمائد جو جلسہ میں موجود تھے انہوں نے گھروں میں جاکر اس مناظرہ کا خلاصہ بیان کیا تو مستورات پر اور بھی عمدہ اثر پڑا۔ جو خود موجود تھیں وہ تو آدھی احمدی ہو کر اٹھیں۔ علماء کو یہ فکر پڑی کہ اس آگ کو تو ہم نے خود ہی سلگایا۔ اب اسکا فرو کرنا مشکل ہوگا۔ خاص کمیٹیاں کی گئیں اور آنیوالے دن کے لیے گولہ بارود تیار کرنے لگے۔

سلیمہ نے اٹھ کر شکریہ کے نفل پڑھے کہ اللہ تعالے نے اپنے فضل سے طاقتِ گویائی دی اور حق کو ظاہر کیا۔ مولوی سلیم اللہ پر خاص اثر ہوا وہ سلیمہ ایسی بیوی پر فخر کرنے لگا۔ لیکن تھا تو مولوی اور مولویوں کے زیر اثر۔ ابھی بہت سی باتیں اسے کھٹکتی تھیں۔

گھر والی عورتیں بھی حیران سی ہو گئیں لیکن ابھی مخالفت بدستور تھی۔ کوئی کہتی تھی کہ جیسی دوسری بہن دلیر ہے یہ بھی اسکے پاس رہ کر بے باک ہو آئی ہے۔ کوئی کہتی مردوں کے ساتھ ایسی باتیں یہ ہم سے تو ہو نہیں سکتا۔ دوسری کہتی اسمیں عیب کیا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بڑے بڑے مسایل بتایا کرتیں اور صحابہ انسے پوچھتے تھے یہ کوئی گناہ نہیں۔ تیسری کہتی فاسئلوہن من ورا حجاب تو قرآن میں

غرض گھر گھر اور شہر بھر میں ایک عام چرچا اور شور مچ گیا اور دوسرے جمعہ کے لیے بہت لوگوں اور عورتوں نے اس جلسہ میں جانے کا ارادہ کیا۔ آخر بعض عمائد کی تحریک اور تجویز سے یہ قرار پایا کہ کسی بڑے مکان میں جہاں پردہ کا کافی انتظام ہو وہاں یہ مجمع ہو۔ اور ایسا ہی کیا گیا۔ سلیمہ دوسرے جمعہ کے لیے تیار ہونے لگی خدا سے دعائیں کرتی اور کتابیں دیکھ رہی ہے اسے ذرا مطالعہ کرنے دو اور آرام لینے دو۔

آٹھواں باب

سکینہ سے ملاقات

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمدؐ ہے

سلیمہ کی قابلیت کا شہر بھر میں شہرہ ہو گیا اور اندر ہی اندر سمجھدار اور شریف گھرانوں میں اس بات کا تذکرہ ہونے لگا کہ مولوی مقہور الدین سے بات تو کچھ بن نہیں آئی دوسرے مولوی (جو مولوی مقہور الدین سے کدر رکھتے تھے) وہ بھی انکی اس کمزوری پر خوش تھے اور گو بظاہر یہ بھی کہتے تھے کہ اس مباحثہ کا اثر شہر پہ بُرا پڑا لگا۔ مگر اندر ہی اندر اس کہنے میں یہ مطلب رکھتے تھے کہ اس سے مولوی مقہور الدین عام لوگوں کی نظروں سے گر جائیگا۔ ادھر مولوی مقہور الدین اپنی جگہ اس فکر میں تھا کہ اس ندامت کی تلافی کیجاوے۔ غرض شہر بھر کی مسلمان آبادی میں ایک شور سا برپا ہو گیا تھا۔ سلیمہ کے پاس اکثر شریف زادیاں آتیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق حالات دریافت کرکے فائدہ اٹھاتیں +

سکینہ جب سے سہارنپور گئی تھی وہ اسی خیال پر رہی کہ موقع ملے تو سلیمہ سے ملاقات کروں۔ لیکن جب اس نے یہاں کی زنانہ مشنری سے اپنے اس ارادہ کا ذکر کیا تو انہوں نے سکینہ کو منع کیا اور کہا کہ ان لوگوں سے بہتری کی کوئی توقع نہیں ہے اس خاندان کی ایک لڑکی عیسائی ہو گئی تھی۔ عزت خاتون

اسکانام تھا اسی سلیمہ کی بہن فہمیدہ امرت سر سے آئی تھی اور اس نے ہمارے ساتھ مباحثہ کیا تھا آخر وہ عزت خاتون کو ہمارے ہاتھ سے نکال لے گئی۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ تمہیں ٹھوکر نہ لگے۔

سکینہ! مس صاحبہ یہ آپ کیا کمزوری کی بات کرتے ہیں مجھے اسکا مبلغ علم معلوم ہے۔ امرتسر سے وہ میرے ساتھ سوار ہوئی تھی مگر سارے راستہ میں ایک بھی مذہبی بات اسنے بحث کے رنگ میں نہیں کی میں جو جو کچھ کہتی رہی وہ سنتی رہی میرا تو خیال ہے کہ اگر اسے ہمارے اخلاق اور برتاؤ سے کچھ بھی واقفیت ہوئی تو وہ ہمارا شکار ہے۔

مس صاحبہ! نہیں میڈم (بیگم) تم غلطی کرتی ہو تم نے سنا نہیں ابھی چند روز ہوئے ہیں۔ اسنے تو سہارنپور کے مولویوں کا وہ ناک میں دم کیا کہ اپنا سامنہ لیکر واپس آگئے۔ وہ اسکو قادیانی عقیدے سے توبہ کرانے گئے تھے۔ الٹا کئی عورتوں و مردوں کو اسکا ہم عقیدہ بنا آئے۔ تم کو تو خبر نہیں معلوم نہیں ان لوگوں کو وہ قادیانی کیا پڑھا دیتا ہے۔ کہ ایسے ہوشیار ہو جاتے ہیں کہ بڑے بڑے بولنے والے انکے آگے خاموش ہو جاتے ہیں۔

سکینہ۔ سلیمہ قادیانی عقیدہ کی عورت ہے اور اس نے یہاں آکر علماء سے مباحثہ کیا؟ یہ تو میری سمجھ میں نہیں آتا وہ تو بڑی شرم حضور عورت ہے اسے کیونکر جرات ہوئی ہوگی کہ علماء سے گفتگو کرے۔

مس صاحبہ۔ گفتگو دلایل کی بناپر۔ علماء اس معاملہ میں کمزور عقیدہ پر ہیں۔

سکینہ۔ تو اس میں کیا ہرج کہ میں اسے مل آؤں میں نے وعدہ کیا تھا۔ آپ کی کوئی واقف کار واعظہ میرے ساتھ چلے اگر مذہبی گفتگو کا سلسلہ چل بھی پڑے تو ہم دیکھ لینگی۔ اور یہ کوئی جلسہ تھوڑا ہی ہے یہ پرائیوٹ ملاقات ہے۔

مس صاحبہ۔ میں تو مشورہ نہیں دیتی آیندہ تمہارا اختیار ہے۔ قادیانی کے ساتھ تو بڑے بڑے پادری گفتگو کرنے سے پرہیز کرتے ہیں تمہیں خبر نہیں کہ لاہور کے لارڈ بشپ نے بھی اسکے ساتھ مباحثہ سے انکار کر دیا تھا۔

سکینہ۔ میں مباحثہ کرنے تھوڑا ہی جاتی ہوں۔ میں تو اس سے ملنا چاہتی ہوں۔

مس صاحبہ نے اپنے خیال میں یہ سمجھا تھا کہ سکینہ پر ان باتوں کا اچھا اثر پڑیگا مگر سکینہ کے دل ہی دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

اگر عیسائی مذہب میں کوئی ذاتی کمزوریاں نہیں تو یہ مجھے سلیمہ سے ملنے سے کیوں روکتی ہیں اور جب اسنے یہ سنا کہ لاہور کے لارڈ بشپ نے مرزا صاحب کے ساتھ گفتگو کرنیسے انکار کردیا تو اور بھی اسکے دلمیں شبہ پیدا ہوا اور اب اس نے ضروری سمجھا کہ سلیمہ سے ملاقات کرے اور اصل حالات کو معلوم کرے اسنے مس صاحبہ سے کہا کہ میں اس سے ملاقات کیلیے جاؤنگی آپ مسز محبوب مسیح کو (جو مسلمانوں کے گھر سے خوب واقف ہیں) میرے ساتھ کردیں۔ آخر سکینہ اور مسز محبوب مسیح جسکا اصلی نام جولیا تھا۔ سلیمہ سے ملنے کیلیے روانہ ہوئیں

جب یہ دونوں عیسائی عورتیں مولوی سلیم اللہ صاحب کے مکان پر پہنچیں تو انہوں نے اندر کہلا بھیجا کہ سلیمہ سے کہدیا جاوے کہ سکینہ امرتسر والی انسے ملنے آئی ہے۔ محلہ میں شور مچ گیا کہ دو عیسائی عورتیں مولوی سلیم اللہ صاحب کے گھر میں آئی ہیں + اور ادھر ادھر کی عورتیں آنی شروع ہو گئیں سلیمہ نے انکو اندر بلا بھیجا اور اپنے کمرے میں انکو لیجا کر بٹھا دیا۔

سلیمہ۔ آپ تو بڑی دیر بعد ملیں یہاں آکر تو آپ نے پتہ ہی نہ دیا یہ مس صاحبہ آپکے ساتھ کون ہیں؟

سکینہ۔ ہاں کچھ ایسے ہی اسباب پیش آتے گئے کہ موقع نہ ملسکا۔ یہ پادری محبوب مسیح صاحب کی بیوی ہیں جو یہاں کی کلیسیا میں پاسبان ہیں یہ خود بھی واعظہ ہیں اور بڑی لائق اور ذی علم ہیں انہوں نے آپکا قرآن شریف بھی پڑھا ہوا ہے اور بڑے بڑے گھروں میں جایا کرتی ہیں۔

سلیمہ۔ اچھا یہ شاید تھوڑے ہی عرصہ سے یہاں آئی ہونگی۔ پہلے میں نے انکو نہیں دیکھا۔ کیا آپ بھی پہلے مسلمان تھیں۔

جولیا۔ ہاں میں مسلمان تھی۔ اور ایک لڑکیوں کے مدرسہ میں معلمہ تھی خداوند نے میرا ہاتھ پکڑا اور میری نجات ہو گئی۔

سلیمہ نے عمداً اسکی اس بات کی طرف توجہ نہ کی اور پھر سکینہ سے پوچھا کہ آپ کو یہاں کی آب و ہوا موافق آگئی ہے؟ آپکے میاں اچھے ہیں۔

سکینہ۔ ہاں خداوند کا فضل ہے اور آپکے خاندان کے سب لوگ تو اچھے ہیں۔

سلیمہ۔ الحمد للہ سب اچھے ہیں۔

سکینہ۔ یہاں جو ایک مسلمان لڑکی کی خودکشی کا واقعہ ہوا ہے آپ بھی اس سے واقف ہونگی؟

سلیمہ۔ ہاں مجھے بھی علم ہے۔ مجھے یہ سن کر بہت ہی افسوس ہوا ہے۔

جُولیا نے اس تقریب کو اپنے لیئے مفید سمجھا بہت سی نوجوان عورتیں بن بیاہی بیٹھی تھیں اس نے اسی مضمون کو اپنے مفید مطلب سمجھ کر سلسلہ کلام یوں شروع کر دیا۔

جُولیا۔ اصل میں یہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ بیچاری لڑکیوں کو خبر بھی نہ ہو کہ انکا نکاح کس سے ہونیوالا ہے اور ماں باپ جس سے چاہیں انکو باندھ دیں۔ بوا سلیمہ! اگر تم برا نہ مناؤ تو میں تو صاف طور پر یہی کہونگی کہ یہ مذہب کی کمزوری ہے۔

سلیمہ۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے بلا سوچے سمجھے کہدیا کہ مذہب کی کمزوری ہے اس میں مذہب کی کمزوری کی کیا بات ہے؟

جُولیا۔ نکاح کے معاملہ میں لڑکیوں کو بالکل آزادی ہونی چاہیئے وہ جس سے پسند کریں کرلیں جیسا کہ ہمارے مذہب میں کوئی روک نہیں ماں باپ کو اس معاملہ سے بالکل الگ رکھنا چاہیئے۔

سلیمہ۔ مذہبی دست اندازی کا تو میں بعد میں ذکر کرونگی مگر آپکی تجویز کو تو عقل سلیم بھی نہیں مان سکتی اگر کوئی مذہب ماں باپ کو معاملات نکاح میں دخل دینے سے بالکل روکتا ہے تو وہ بجائے خود کمزور ہے۔ غور تو کرو کہ ایک کنواری لڑکی جو فطرتاً شرم و حیا کا پتلا ہوتی ہے اور پھر دنیا کے نشیب و فراز سے محض ناواقف اسکا تجربہ محدود۔ وہ دنیاداری کے مشکلات سے جاہل وہ اگر اپنی تجویز پر ہی نکاح کرے تو کیا سمجھ سکتی ہے کہ میرا انتخاب کیسا ہے؟ آپکے ہاں لڑکیاں شوہر کا انتخاب کرتی ہیں آپ ایمان سے کہیں کہ خودکشیاں ہوتی ہیں یا نہیں اور پھر ان خودکشیوں کی تعداد کہانتک پہونچتی ہے اور اس عادت انتخاب کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ وہ شرمناک طریق جسکو تمہارے ہاں کورٹ شپ کہتے ہیں میں تو اسکے بیان کرنے سے بھی حیا کرتی ہوں۔ تم ہی بتاؤ کہ اسکا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ جسقدر بدکاری اور عصمت فروشی نے مشن کے احاطوں میں ترقی کی ہے وہ چھپی ہوئی تحریروں سے معلوم ہو سکتی ہے۔ آپ تو شوہر والی بیوی ہیں ایمان سے بتاؤ کہ اب جسقدر تجربہ آپکو میاں بیوی کے تعلقات کا ہے اس پہلے بھی تھا۔ اور اگر تھا تو پھر بیوی ہو کر ہی ہوگا؟

ماں باپ خود عملی زندگی کے نشیب و فراز سے واقف ہوتے ہیں وہ اپنے وسیع تجربہ کی بنا پر خوب علم رکھتے ہیں کہ فلاں لڑکے کا چال چلن کیسا ہے اسکے اخلاق کس قسم کے ہیں اسکی علمی قابلیت

اور مجلسی حالت کیسی ہے ؟ ایک چاردیواری کے اندر بیٹھنے والی لڑکی ان باتوں کو کیا سمجھ سکتی ہے ؟ وہ تو اپنے جذبات طبعی کے زیر اثر ہو کر بھلے برے کی تمیز ہی نہیں کر سکتی اسلئے اسلام ایک ایسا پاک مذہب ہے کہ اسنے نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

جولیا نے اپنے خیال میں سمجھا تھا کہ سلیمہ کوئی معمولی قابلیت کی لڑکی ہوگی اور اسنے یہ خیال کرکے کہ ایسی باتوں کا اثر ان لڑکیوں پر اچھا پڑے گا اور میں انہیں اسلام سے بدظن کر سکوں گی رقیہ بیگم کی خودکشی کے ذکر سے فایدہ اٹھانا چاہا مگر اب اسے ہوش آیا جب اسنے سلیمہ کی معقول اور پر زور جوابی تقریر سنی۔ اب حیران ہوئی کہ مینے اس ذکر کو کیوں چھیڑا۔ لیکن اگر تسلیم کرتی تھی تو اپنے مذہب کی کمزوری کا اعتراف کرنا پڑتا تھا۔ اور چپ رہتی تو بھی ٹھیک نہ تھا۔ اسلیے کھسیانی سی ہو کر بولی۔

جولیا۔ یہ تو کسی حال میں درست نہیں ہو سکتا کہ ماں باپ جو چاہیں کر گذریں اور لڑکی کو خبر تک بھی نہ ہو۔

سلیمہ۔ یہ کس نے کہا ہے کہ لڑکی کو خبر تک نہ ہو۔ لڑکی کو خبر ہوتی ہے اور اندر ہی اندر اس کی ہمجولیاں اور برابر کی بیاہی ہوئی عورتیں عموماً استصواب کر لیتی ہیں + اور عموماً مسلمانوں کے رشتہ ناطے اپنے ہی قریبی خاندانوں میں ہوتے ہیں جہاں لڑکی اور لڑکے کو ایکدوسرے کے دیکھنے اور حالات سے معلوم کرنے کا موقعہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ طریق جو آپکے ہاں ہے سخت شرمناک اور ناقابل ذکر ہے کہ غیر مردوں کے ساتھ بلا تکلف میل جول رکھا جاوے اور اس طرح پر شوہر کا انتخاب ہو میری رائے میں تو یہ سخت درجہ کی بدکاری اور بیہودگی ہے اور اسپر آپ ناز کرتی ہیں کہ عیسائی مذہب میں عورتوں اور مردوں کے برابر حقوق قایم کیے ہیں +

جولیا۔ بی بی آپ خواہ برا ہی منائیں اسلام میں عورتوں کے حقوق مردوں کے مساوی تو ہیں نہیں عیسائی مذہب ہی ہے جو دونوں کے حقوق برابر رکھتا ہے۔

سلیمہ۔ معلوم ہوتا ہے آپ عورت اور مرد کے حقوق یکساں ہونیکو بہت پسند کرتی ہیں۔ بھلا صاحب! مرد و عورت کے تمام حقوق یکساں ہو کیونکر سکتے ہیں آپ تو عجیب عجیب باتیں کرتی ہیں مرد آخر مرد اور عورت عورت ہے قدرت نے نام ہی میں ایک ایسا بڑا فرق رکھدیا ہے کہ ہر شخص صرف نام لینے سے ہی سمجھ سکتا ہے کہ جو کام مرد کر سکتا ہے عورت بالطبع ہر ایک وہ کام نہیں کر سکتی اسلیے مرد حاکم اور

عورت محکوم ہے اگر یکساں حقوق ہوتے تو عورت عورت نہ ہوتی مرد ہوتی۔ بھلا مہربانی کرکے بتاؤ تو سہی اگر دونوں کے حقوق یکساں تھے تو قدرت نے یہ کیا تماشا دکھایا کہ آپ تو دکھ اور درد کے ساتھ بچہ جنتی ہیں (شاید آپ کو دردِ زہ نہ ہوتا ہوگا کیونکہ بائیبل سے ثابت ہے کہ گناہ کی سزا ہے اور آپکے گناہ معاف ہو چکے ہیں) کبھی آپکے میاں نے بھی کوئی بچہ جنا ہے؟

(اس پر ایک عام قہقہہ لگا اور جولیا تو ایسی شرمندی ہوئی کہ منہ نیچے کر لیا)

جولیا - آپ تو ہنسی اڑاتی ہیں۔

سلیمہ - میں تو کسی کی ہنسی اڑانے کو گناہ سمجھتی ہوں۔ لیکن جب آپ اسلام کی پاک تعلیم پر نکتہ چینی کریں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ اسے سنتے رہیں ہم تو اسکا جواب دینگے۔ اور دروغ گو را تا بخانہ اش باید رسانید پر عمل کرینگے۔

سلیمہ - آپ تو بیگم صاحبہ آپ نے ہمکو دروغ گو بھی بنادیا +

سلیمہ - آپ خود ہی بنتی ہیں۔

سکینہ - سلیمہ میں تو آپ سے ملنے آئی تھی آپ مذہبی قصہ لے بیٹھیں۔

سلیمہ - یہ سچ ہے آپ میری مہمان ہیں۔ لیکن سکینہ! ملاقات کے لیے کوئی غرض بھی تو ہونی چاہیئے میرا آپ سے یا ان عیسائی عورتوں سے کیا واسطہ ہاں اگر کوئی ہمارے پاس پڑوسی قابلِ رحم ہو تو اسکی ہمدردی کرنا اور اس سے سلوک کرنا ہمارا فرض ہے اس میں مذہب کی قید لگا کر غیر مذہب والوں سے ہمدردی نہ کرنا یہ نامناسب امر ہے اسلام اسکو پسند نہیں کرتا اور سچی بات یہی ہے کہ تمہارا ہمارا بہنا پا یا سہیلیاں بننا تو نہیں ہو سکتا اسلیے کہ آپ لوگ اللہ تعالےٰ کی اسکے رسول کی سخت ہتک کرتے ہیں۔ پھر یہ تو بڑی بے غیرتی اور بے حیائی ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ کوئی دوستی ہو آپ آئی ہیں میری آنکھوں پر۔ آپ کی خاطرداری ہمارا فرض ہے۔ لیکن یہ امید مجھ سے تو رکھو نہیں کہ یا بھی گستاخی اسلام پر کرو اور میں یہ سمجھ کر کہ تم مہمان ہو خاموش رہوں۔

سکینہ - میں آپکی اس مذہبی غیرت کی تعریف کرتی ہوں فی الحقیقت انسان کو ہونا تو ایسا ہی چاہیئے۔ اچھا اگر آپ خفا نہ ہوں تو میں آپسے کچھ باتیں پوچھ سکتی ہوں۔

سلیمہ - کیوں نہیں بڑی خوشی کے ساتھ۔ اس ملاقات کا یہی تو فایدہ ہونا چاہیئے کہ ہم ایک دوسرے

سے فایدہ اٹھائیں ورنہ وقت جیسی نعمت کو ہم ضائع کرنے والی ٹھہرینگی +

جو نیا نے دیکھا کہ سکینہ اب سوال کرے گی تو سلسلہ لمبا ہو جائیگا۔ اور ایسا نہ ہو اسپر سلیمہ کا اثر پڑ جائے اسلئے اسنے اسکو یہ کہکر روکنا چاہا کہ اب بحث کا موقعہ نہیں مگر سکینہ نے اسے روکدیا کہ نہیں اسمیں بحث کی کیا بات ہے کچھ تو بات چیت آخر ہوگی نہ پھر کیوں مذہبی بات چیت ہی نہ ہو۔

اس عرصہ میں اور بھی بہت سی عورتیں پاس پڑوس کی جمع ہوگئیں اور کمرہ بھر گیا۔

سکینہ۔ کیوں صاحب! یہ عورتوں کو جو ایک پنجرہ میں بند کرکے قید کیا جاتا ہے یہ کسی مذہب کی خوبی ہو سکتی ہے؟

سلیمہ۔ قید کرکے رکھنا تو حقیقت میں سخت نامناسب اور ناجایز ہے اور حقیقی مذہب کبھی اسکو پسند نہیں کرتا۔

سکینہ۔ (یہ سمجھکر کہ اب سلیمہ شاید جلد لاجواب ہو جائیگی۔) تو پھر آپ ہی بتائیں کہ اسلام نے جو پردہ میں عورتوں کو بند کیا ہے یہ قید نہیں تو اور کیا ہے؟

سلیمہ۔ مجھے آپ کا یہ اعتراض سن کر بڑا ہی تعجب ہوا ہے۔ بھلا سکینہ! اتنی بات تو بتاؤ کہ آخر قانون قدرت میں پردہ کوئی چیز ہے یا نہیں؟

سکینہ۔ قدرت نے پردہ کہاں رکھا وہاں تو سب کچھ آشکارا اور نمودار ہے۔ اگر پردہ کوئی چیز ہوتا تو پھر مرد کیوں باہر پھرتے ہیں بیچاری عورتوں نے کیا گناہ کیا ہے کہ قدرت کے نظارے دیکھنے سے انہیں محروم کیا گیا ہے؟

سلیمہ۔ میں تو سمجھتی تھی کہ آپ بڑی دانا ہونگی مگر شاید میری ہی غلطی ہو کہ میں آپکے اس عقلمندی کے جواب کو نہ سمجھ سکی ہوں اگر پردہ قانون قدرت میں کوئی چیز نہیں تو پھر آپ میرے مکان تک بالکل مادر زاد ننگی کیوں نہ چلی آئیں۔ اور اگر اسوقت غلطی ہوئی تھی تو اب ننگی جانا اور اگر اتنی جرأت نہیں تو یہاں تو عورتیں ہی بیٹھی ہیں کپڑے اتار ڈالو (ایک عام قہقہ لگا اور سکینہ کے چہرہ پر پسینہ آگیا) میں یقیناً جانتی ہوں کہ تم ایسی حرکت کبھی نہیں کر سکوگی۔ کیوں اسلیے کہ تمہارا دل اندر ہی اندر پردہ کی ضرورت ضرور سمجھتا ہے اور برہنہ ہونا خلاف تہذیب اور خلاف اخلاق قرار دیتا ہے اگر کھلے بندوں بازاروں میں پھرنا تہذیب ہے تو پھر افریقہ کے وحشی تو بہت ہی مہذب ہونگے جو مادر زاد

ننگے پھرتے ہیں کیوں سکینہ سچ ہے نہ؟

سکینہ۔ یہ بات اور ہے بعض اعضاء کا ڈھانپنا ہی ضروری ہے اور ننگے پھرنا تو خلاف تہذیب عقل ہے۔

سلیمہ۔ پھر پردہ کی حقیقت تو سہل ہے جیسے حد درجہ کی بے تہذیبی ننگے پھرنا ہے اس کے بالمقابل اعلے درجہ کی تہذیب پردہ ہے۔ جیسے جسم کے بعض حصوں کا مخفی رکھنا انسانیت میں داخل ہے اسی طرح نوع انسان کے بعض ایک فرد عورت (جسکے معنے ہی پوشیدہ رہنے کے ہیں) کو پردہ میں رہنا ضروری ہے۔ یہ تو پردہ کی ضرورت پر قدرتی دلیل ہے۔

سکینہ۔ مگر پردہ کی حاجت کیا ہے؟

سلیمہ۔ حاجت ہے امن قایم رکھنا۔ میں جانتی ہوں آپ اس امر کو تو مانتی ہونگی کہ مذہب کی ضرورتوں میں سے ایک ضرورت یہ بھی ہے کہ وہ نوع انسان میں امن اور صلح قائم رکھتا ہے۔ امید ہے آپ بھی مانینگی۔ اگرچہ آپکے مذہب میں یہ بات نہ ہو اسلیئے کہ مسیح تو کہتا ہے کہ میں صلح کرنے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں (قہقہہ) ہاں تو مذہب نوع انسان میں صلح قایم رکھنی چاہتا ہے۔ یہ ضروری ہوگا کہ قیام امن کے لیے جسقدر اسباب ضروری ہوں حقیقی مذہب انپر کاربند ہونے کی ہدایت کرے یہی وجہ ہے جو چوروں۔ بدکاروں۔ خونی رہزنوں۔ اور دوسری بدمعاشی کرنے والوں کیلئے مذہب نے سزائیں مقرر کیں۔ اسلیئے کہ ان افعال سے صلح اور امن عامہ میں جو مذہب کی اصل غرض ہے فتور آتا ہے اب آپ یہ بھی سمجھ سکتی ہیں کہ جو جو امور ایسے افعال کے صدور یا ارتکاب کی تحریک کا موجب ہوں انکو بھی روکا جاوے چنانچہ ان اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب تک عورت مرد کو اور مرد عورت کو نہ دیکھے انکے دل میں کوئی خیال بد ایکدوسرے کے متعلق پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور عورت کی عزت و حرمت اسوقت تک ہے جبتک وہ صاحب عصمت و عفت ہے۔ اس صورت میں اگر ایک عورت کو معزز و مکرم بنانے کیلیئے پردہ میں رکھا جاوے تو یہ کمال نادانی ہوگی جو اسپر اعتراض کیا جاوے خصوصاً عورت کیطرف سے بھلا ایک مریض جسکے لیئے ہوا میں رہنا مضر ہے اور ایک بند مکان میں رکھنا اسکے لیئے مفید صحت ہو آپ یہ تجویز کرینگی کہ نہیں اسکو ضرور کھلی ہوا ہی میں رکھا جاوے؟ اس سے تو اسکا جلد خاتمہ ہوگا۔ اور آپ تو زیادہ تجربہ کار ہونگی آپ لوگوں کے ہاں پردہ نہیں یورپ کے حالات جو پڑھنے اور سننے میں

آتے ہیں ان کو بیان کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے آپکو تو زیادہ معلوم ہونگے پھر آپ ہی فرمائیں کہ ایسی صورت میں پردہ ضروری ہے یا نہیں۔

سلیمہ کی یہ تقریر ایسی جامع تقریر تھی کہ سکینہ تو اپنے اس اعتراض پر سخت نادم ہو رہی تھی اسنے منہ نیچے کر لیا۔ اور اسے گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں بالکل برہنہ ہوں۔ جولیا نے سکینہ کی یہ حالت دیکھ کر جانا کہ اب اجازت ہے۔ چنانچہ اس نے سلیمہ سے کہا کہ اچھا ہمیں رخصت دیجئے۔

سلیمہ۔ کچھ کہنے کو ہی تھی کہ سکینہ نے کہا نہیں ابھی اور کئی باتیں دریافت کرنیکو ہیں۔

جولیا۔ تو کیا آپ کو پھر وقت نہ ملے گا۔ میرا تو وقت ہو گیا ہے مجھے فلاں جگہ اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہونا ہے۔

سکینہ۔ بہن زندگی کا کیا اعتبار ہے آپ کا اگر وقت ہو گیا ہے تو آپ چلیں میں آجاؤنگی۔

جولیا نے یونہی یہ سنا تو وہ تو گھبرا گئی اسنے سمجھا کہ سکینہ تو ہاتھ سے جاتی ہے اسنے کہا نہیں مس صاحبہ نے مجھے یہی حکم دیا تھا کہ میں آپکو ساتھ لیکر آؤں اور اب چونکہ میرا وقت ہو گیا ہے چلنا چاہیئے۔

سکینہ۔ آپ مس صاحبہ کے حکم کی تعمیل کرنا چاہتی ہیں تو میرے ساتھ چلیں اور میں تو آپ جانتی ہیں انکی ماتحت یا ملازم نہیں جو مجھے آپکے ساتھ جانیکے لیے پابند ہونا پڑے۔

جولیا بہت حیران ہوئی نہ راہ رفتن نہ روے ماندن۔ وہ جانتی تھی کہ آیندہ سلسلۂ گفتگو عیسائی مذہب کے بخیے ادھیڑ دیگا۔ وہ سلیمہ کی قادر الکلامی اور مدلل گفتگو سن چکی تھی۔ ادھر سکینہ پر اسکا اثر دیکھتی تھی اسلیئے وہ یہی چاہتی تھی کہ اب گفتگو ختم ہو اور یہاں سے رخصت ہوں لیکن وہ اپنے اس مطلب میں کامیاب نہ ہو سکی + سکینہ نے اس کی بات کو سن کر کوئی جواب نہ دیا بلکہ سلیمہ کو مخاطب کر کے کہا میں پردہ کی حقیقت اور اسکی ضرورت کو تو خوب سمجھ گئی اور میں تو آیندہ جسقدر جلد ممکن ہوگا اسکا انتظام کرونگی مگر یہ تو بتاؤ کہ کیا یہ عیسائی مذہب کی خوبی نہیں اور عورتوں پر اسکا احسان نہیں کہ وہ ایک سے زیادہ بیوی کی اجازت نہیں دیتا۔ دیکھو سلیمہ ضد تو اور بات ہے تم انصاف سے کہو کہ سوتیا ڈاہ کے خطرناک نتائج پیدا نہیں ہوتے۔ اور اگر ایک مرد ایک سے زیادہ عورتیں کر سکتا ہے تو پھر کیوں یہ ضروری نہیں کہ ایک عورت ایک سے زیادہ خاوند کر لے؟ یہ کیسی بے انصافی ہے۔

سلیمہ۔ میں آپ کی حق پسند طبیعت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی ہوں۔ آپکی فطرت اگر صاف

نہ ہوتی تو آپ پردہ پر اعتراض کرتی چلی جاتیں مگر آپ نے صفائی سے اقرار کر لیا اور یہی ایک طالب حق کا فرض ہونا چاہیئے۔ ضد اور تعصب سے انسان کے اندر نور پیدا نہیں ہوتا۔ اب آپنے تعدد ازدواج پر اعتراض کیا ہے۔ میں جہانتک میری طاقت اور سمجھ ہے اسکا جواب دیتی ہوں۔ یہ اللہ تعالے کا کام ہے کہ وہ آپکو سمجھ دیدے۔

آپ غالباً اس امر کو تو خوب سمجھ سکتی ہیں کہ نکاح یا شادی کی ضرورت ہی کیوں ہے؟ پھر جس غرض کو پورا کرنیکے واسطے ایک بیوی کی ضرورت پڑی اور اس غرض کو جائز طریق پر پورا کرنیکے لیے ایک خاص طریق نکاح کا تجویز کیا گیا تو آپ ہی بتائیں کہ اگر ایک بیوی سے وہ غرض پوری نہ ہو تو پھر کیا اسی بدکاری کو جاری کیا جاوے جس سے روکنے کے لیے نکاح کا اصول قرار پایا تھا؟

میں سمجھتی ہوں کہ آپ کبھی اسکو پسند نہیں کرینگی۔ پھر عام طور پر تجربہ اور مشاہدہ آپکو کیا بتاتا ہے۔ کیا صرف ایک بیوی کا کرنا آپکے ہاں مردوں کو پورے طور پر بدکاری سے روک دیتا ہے؟ ضد اور بات ہے ورنہ انصاف آپکو مجبور کریگا یہ کہنے پر کہ نہیں اسی مجبوری نے دوسروں کو زناکاری کی تحریک پر آمادہ کیا ہے۔ اور اسکے برے نتایج آپ سے مخفی نہیں زناکاری ایسی خطرناک برائی ہے کہ وحشی سے وحشی قومیں بھی نکاح کی قید ضروری سمجھتی ہیں اچھا اب آپ ہی بتائیں کہ کیا یہ اس مذہب کی خوبی ہے جو ایک سے زیادہ بیوی مرد کے لیے گناہ ٹھہرائے اور اس طرح نکاح کی اصل غرض مفقود کر کے زناکاری پھیلائے یا اس مذہب کی خوبی ہے جو زناکاری انسداد کے لیے ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت دے ہے؟

سکینہ۔ آپ نے تو میرے خیال ہی کو بدل دیا۔ بے شک وہ مذہب ہی اچھا ہو سکتا ہے جو کلیۃً زناکاری کو روکتا ہے۔

سلیمہ۔ اچھا تو ایک سے زیادہ بیویاں کرنا کوئی گناہ کی بات تو نہیں رہی یہ بات کہ پھر عورت بھی ایک سے زیادہ خاوند کرے؟ بوا سکینہ! تمہارے منہ سے یہ اعتراض سنکر مجھے تو شرم آتی ہے۔ بھلا کوئی پاکیزہ فطرت عصمت اور عفت کی قدر کرنے والی عورت ایسا اعتراض کر سکتی ہے؟ اچھا ایک بات کہو۔

کیا عورت ایک وقت میں ایک سے زیادہ شوہروں کے لیے اولاد پیدا کر سکتی ہے؟ اور کیا مرد سے

ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ عورتیں اولاد حاصل کر سکتی ہیں؟ ان دونوں سوالوں کا جواب اس عقدہ کو حل کر دیتا ہے آپ یقیناً یہی کہیں گی کہ عورت تو قطعاً نہیں کر سکتی اور مرد یقیناً کر سکتا ہے۔ پھر اس سے کیا یہی ثابت نہ ہوا کہ ہاں مرد کے لیئے ایک سے زیادہ عورتیں کر لینے کی اجازت فطری قانون پر ہے اور عورت کیلئے ایک ہی شوہر قدرتی اصول پر ہے۔ اب غور کرو کہ اسکے بعد ایک سے زیادہ عورتیں کرنے پر اعتراض کیا رہ سکتا ہے۔ ہاں ضد اور ہٹ اور چیز ہے۔

سکینہ۔ میں آپکی بہت ہی شکر گذار ہوں مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ وقت آگیا کہ میری غلطی مجھ پر ظاہر ہو۔

سلیمہ۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

جولیا۔ اچھی ملنے آئی ہو۔ اگر تم ایک بات نہیں جانتی تو کیا یہ بھی ضرور ہے کہ وہ غلط ہی ہو۔

سکینہ۔ یہ بات آپکی صحیح نہیں ایک بات کا نہ جاننا اور ہے اور کسی بات کو جو غلط ہو صحیح یقین کر لینا اور ہے۔ دیکھو آخر ہمنے مرنا ہی ہے کوئی ضروری امر تو نہیں کہ ہم خواہ نخواہ ایک عقیدہ پر ہٹ کریں جو غلط ہے اگر یہی ضروری ہے تو پھر ہم ایک مسلمان کو کیوں کہیں کہ تو عیسائی ہو جا یا ایک ہندو کو کہیں تو مسیحی بن جا۔ آج ہی مشن کو سارا کام بند کرنا چاہیئے۔ لیکن جب حق ہی لینا ہے تو پھر جہاں سے ملے لیلو+

جولیا نے جونہی سکینہ کے منہ سے یہ فقرات سنے وہ گھبرا گئی اور اسنے سمجھ لیا کہ سکینہ کے مسلمان ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ یہ تو بہت متاثر ہو چکی ہے اور اگر دو چار باتیں اور ہوئیں تو بس یہاں ہی کی ہو چکی۔ مجھے بڑی ندامت اور سبکی ہو گی۔ بہتر ہے کہ اب کسی حیلے سے اسے لیچلوں تاکہ میرے سر سے بلا ٹلے۔ اِسلیئے اب وہ اور چال چلی۔

جولیا۔ آپ سچ کہتی ہیں میں اور آپ مکان پر چلکر تنہائی میں اس سوال پر غور کرینگی جو بات سمجھ میں نہ آئے گی پھر آکر یہاں پوچھ لیں گی۔ اس میں کیا حرج ہے۔

سکینہ۔ ہاں یہ تو اچھی بات ہو۔ مگر اب دو چار اور باتیں بھی پوچھ لیں۔ پھر خدا جانے موقع ملے یا نہ ملے۔ پھر چلیں گی۔

جولیا۔ تم تو ضد کرتی ہو۔ کل پھر آجائینگے! ایسی کونسی جلدی ہے۔

سلیمہ۔ اچھا اگر تمنے جانا ہی ہے تو میں بھی تمہارے آنے سے کچھ فائدہ اٹھاؤں۔ دو چار باتیں اب

مجھے بھی تو پوچھ لینے دو۔
جولیا نے سمجھا کہ اچھا ہوا رخ بدل گیا۔ اسنے بڑی خوشی سے کہا کہ ہاں ہاں آپ بھی پوچھ لیں۔
سلیمہ۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ایک شخص جو بالکل ہماری طرح ہو اور وہ تمام حوائج اور ضروریات اسکو لگی ہوئی ہوں جو ہمارے ساتھ بھی ہیں وہ کس طرح پر خدا ہو سکتا ہے؟ اگر مسیح خدا ہو سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ مقدس عورت جسکے پیٹ سے وہ پیدا ہوا خدا کی ماں کہلا کر بھی خدا نہ ہو (نعوذ باللہ)
جولیا۔ یہ تو بڑی ہی سہل بات ہے مسیح اسلیئے خدا ہے کہ وہ کنواری کے پیٹ سے پیدا ہوا۔؟
سلیمہ۔ خوب! پھر وہ کنواری کیوں خدا نہ ہوئی جبکہ معاذ اللہ اسکی اماں بنی۔ اور پھر آپ آدم کو کیا کہیں گی جسکا نہ ماں تھا نہ باپ۔
جولیا۔ آدم کو اس سے کیا تعلق! وہ تو ابتدائے عالم میں تھا۔ اور مسیح تو ایسے وقت پیدا ہوا جب لوگ اس طرح پیدا نہ ہوتے تھے۔
سلیمہ۔ پھر اس سے خدا ہونا کیونکر ثابت ہوا۔ عورت کے پیٹ میں جانے کی کیا ضرورت پڑی جب فطرت کے ایک سلسلہ کو چھوڑا تھا کہ اس سے خدا ہونے کا ثبوت ہو تو پھر اگر ماں کو بھی چھوڑ دیتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔ اسوقت تو شاید کوئی بات بن جاتی۔ مگر اب مجرد کنواری سے پیدا ہونا خدائی کی دلیل کیونکر ہو؟
جولیا۔ نہیں مسیح خدا تھا۔
سلیمہ۔ ایک ہندو کہتا ہے کہ رام خدا تھا۔ پھر آپ اسے کیوں نہیں مان لیتیں۔ اگر یونہی انسان ہی کو خدا ماننا ہے۔
جولیا۔ رام کیونکر خدا ہو سکتا ہے
سلیمہ۔ جس طرح مسیح ہو سکتا ہے؟
جولیا۔ مسیح نے اپنی رحم کی صفت کا کرشمہ دکھایا کہ اپنی جان گنہ گاروں کے بدلے دی۔ اور ہمکو شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔
سلیمہ۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ مسیح کی خدائی پر ایسی دلیل پیش کرتی ہیں جو خود ایک دعوے ہے اور ثبوت اور دلیل کا محتاج ہے۔ علاوہ بریں میرا تو اس بات کے سننے سے بھی دل کانپتا ہے۔

کہ خدا تعالےٰ کے ایک راستباز اور مقدس نبی کو معاذ اللہ منہا لعنتی کہا جاوے مگر آپ بڑی دلیری سے اپنی مسیح کے سر تھوپ دیتی ہیں۔ اور اگر شریعت نری لعنت ہی تھی تو پھر خدا نے اسکو نازل ہی کیوں کیا؟

جولیا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ یہی ایک مسئلہ ہے جو دوسرے تمام مذاہب کے مقابلہ میں عیسائی مذہب کی فضیلت کو ثابت کرتا ہے اور جس سے خداوند مسیح کی عظمت پائی جاتی ہے یعنے یہ کہ اس نے خدا تعالےٰ کے عدل کو پورا کرنیکے لیے گنہ گاروں کے بدلے اپنی جان دی اس طرح پر خدا تعالےٰ کا رحم بھی پورا ہو گیا اور عدل بھی۔

سلیمہ۔ واہ! یہ تو اچھا عدل ہے کہ گنہ گاروں کے بدلے ایک بے گناہ مارا جاوے اور بیگناہ بھی ایسا جو خود خدا یا خدا کا بیٹا ہو۔ کیوں صاحب اس میں عدل کیونکر ہوا۔ ذرا سمجھاؤ تو سہی؟ کیا تمہارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ یسوع مسیح باعتبار اپنی انسانیت کے بے گناہ تھا۔ مگر پھر بھی باپ نے اسپر ناحق تمام جہان کی لعنت ڈالکر اپنے عدل کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ عدل کی کچھ پرواہی نہیں۔ یہ اچھا انتظام ہے کہ جس بات سے آپ بچنا چاہتے تھے اسی کو اختیار کیا۔

جولیا۔ یہ مسئلہ نازک ہے تم اسکو سمجھ نہیں سکتی ہو۔ عدل اور رحم جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ سزا دیجاوے اور رحم کا تقاضا ہے کہ درگذر کیجاوے پھر اگر وہ گنہ گاروں کو سزا دے تو رحم کہاں رہا اور رحم کرے تو عدل کہاں جاوے؟

سلیمہ۔ تم سمجھ سکتی ہو تو اسکے کیا معنی کہ کوئی اور اسکو نہ سمجھ سکے؟ ہاں یہ اگر آپ کہیں کہ میں اس گورکھ دھندے کو مان نہیں سکتی کہ ایک بے گناہ کو دوسروں کے گناہوں کے بدلے پھانسی دینے سے عدل پورا ہو سکتا ہے۔ تو یہ سچ ہے۔ رہی یہ بات کہ عدل اور رحم جمع نہیں ہو سکتے۔ آپ رحم اور عدل کی حقیقت ہی سے ناواقف معلوم ہوتی ہیں۔ آپکو سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کا عدل بھی ایک رحم ہے۔ وجہ یہ کہ سراسر انسانی فایدہ کے لیے ہے۔ مثلاً اگر اللہ تعالےٰ ایک خونی کی باعتبار اپنے عدل کے حکم فرماتا ہے کہ وہ مارا جاوے تو اس سے اسکی الوہیت کو کچھ فایدہ نہیں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تا نوع انسان میں امن قایم رہے اور ایک دوسرے کو مار کر نابود نہ ہو جائیں پس یہ نوع انسانی کے حق میں رحم ہے اور یہ تمام حقوق عباد خدا تعالےٰ نے اسی لیے قائم کیے ہیں کہ تا امن قایم رہے اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر ظلم کر کے دنیا میں فساد نہ ڈالے۔ اس لحاظ سے وہ تمام حقوق اور سزائیں جو مال۔ جان اور آبرو کے متعلق ہیں درحقیقت

نوع انسان کے لیے رحم ہیں۔

جولیا۔ مسیح کے خون کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی۔

سلیمہ۔ میری بات کا تو آپ جواب نہیں دیتیں + وہ عدل اور رحم والی بات تو ایک ڈھکوسلا نکلا اب آپ فرماتی ہیں کہ مسیح کے خون کے بغیر نجات نہیں۔ مہربانی کر کے یہ تو بتاؤ کہ اس خون کو نجات سے تعلق کیا ہے؟

کیا اس کفارہ کو مان کر چوری کرنا۔ بیگانہ مال دبا لینا۔ ڈاکہ مارنا۔ خون کرنا۔ جھوٹی گواہی دینا وغیرہ وغیرہ سب جائز اور حلال ہو گیا۔ اور سزائیں معاف ہو جاتی ہیں۔

جولیا۔ نہیں ہرگز جائز نہیں اور نہ سزائیں معاف ہوتی ہیں اگر کوئی مسیحی چوری کریگا تو سزا پائیگا۔

سلیمہ۔ پھر کفارہ کیا ہوا؟ جب سزا باقی رہی تو پھر مسیح کے کفارہ نے کن سزاؤں سے نجات بخشی آپکی کتاب میں تو لکھا ہے کہ گناہ کی مزدوری موت ہے پھر انصاف کر کے بتاؤ کہ کیا کوئی مسیحی ایسا بھی ہے جو کبھی نہ مرے۔ اور جب سب مرتے ہیں تو معلوم ہوا اس مزدوری سے سب کو حصہ ملتا ہے + میم صاحبہ یہ اعتقاد بہت ردی ہے اور انسان کے روحانی قوے کو کمزور کر دینے والا ہے۔ بہتر ہے آپ اس سے توبہ کریں۔

سکینہ۔ بوا سلیمہ تم نے میرے دل کو تو گھبرا دیا مجھے تو عیسائی مذہب کے متعلق شکوک پیدا ہو گئے ہیں۔

جولیا۔ نہیں نہیں توی ایمان رکھنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ شیطان تم پر حملہ کرے۔

سکینہ۔ میں تو سچ کہتی ہوں کہ میرا دل شہادت دیتا ہے کہ میں اس وقت قبضۂ شیطان میں ہوں۔ اور مجھے اس سے نکلنا چاہیئے۔

سلیمہ۔ عیسائی مذہب تو ایسا بودا مذہب ہے اور مسیح کی تعلیم سے ایسا الگ کیا گیا ہے کہ کوئی اصل اس میں باقی نہیں۔

مذہب کی غرض ہے کہ انسان کے تعلقات اللہ تعالے سے قوی ہوں اور اس کی روحانی طاقتیں بڑھیں اخلاق فاضلہ حاصل ہوں اور بالآخر وہ نجات پائے۔ مگر یہاں ایسی حالت ہے کہ کچھ بھی نہیں۔ خدا ایک آدم زاد بنایا گیا جو ایسا کمزور اور لاچار ہے جسکی مدد نہیں کہ یہودیوں نے مار مار کر پھانسی چڑھا دیا اور پھر ایک نہیں بلکہ تین۔

روحانی اور اخلاقی طاقتوں کا یہ حال ہے کہ خدا کے برگزیدہ نبی کو ملعون ٹھیرا دیا۔ اور کفارہ کو مان کر پھر جو کچھ بھی بدی اور برائی ہو کر لو۔ اگر یہ لوگ اتنا ہی سمجھ لیتے کہ لعنت کا مفہوم کیا ہے تو کبھی گمراہ راست پر آجاتے پھر یہ بتاؤ کہ نجات کا اس سے تعلق ہی کیا؟ یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ ایک شخص کے سر میں درد ہو اور دوسرا اپنے سر میں پتھر مارے تو اسکا دردسر جاتا رہے اور ایک بھوکا ہے تو دوسرا سیر ہو جاوے یہ بالکل لغو اور طفلانہ خیالات ہیں۔ تم خود غور کرو کہ کفارہ کا یا تو یہ مقصود ہوگا کہ گناہ بالکل سرزد نہ ہوں اور یا ہر قسم کے گناہ معاف ہوتے رہیں۔ پہلی صورت صراحتاً باطل اور غلط ہے۔ یورپ کے مردوں اور عورتوں کو دیکھو انکی کیا حالت ہے کونسی بدی ہے جو نہیں ہوتی اور جب وہ لوگ جنہوں نے مسیح کو دیکھا اور اسپر ایمان لائے۔ وہ گناہ سے نہ بچ سکے۔ یعنے حواری تو اوروں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اور دوسری صورت خود جو لیا کہتی ہے غلط ہے اور فی الحقیقت غلط ہے۔ کبھی نہیں ہو سکتا کہ خطاکاروں کو سزائیں نہ ملیں۔ سکینہ! یاد رکھو۔ عیسائی مذہب کی بھول بھلیوں میں تمہیں اپنی جان پر ظلم کرنا ہے۔ سچی بات یہی ہے کہ کسی انسان کے نفسانی جذبات کا سیلاب بجز اس امر کے تھم ہی نہیں سکتا کہ ایک چمکتا ہوا یقین اسکو حاصل ہو کہ خدا ہے اور اسکی تلوار ہر ایک نافرمان پر بجلی کی طرح گرتی ہے۔ اور اسکی رحمت ان لوگوں کو ہر ایک بلا سے بچاتی ہے جو اسکی طرف جھکتے ہیں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ انجیل .... اس خدا کا ہمیں کیا پتہ بتلاتی ہیں اور اسکا چہرہ دکھانیکے لیے کونسا آئینہ انکے ہاتھ میں ہے جو ہمارے آگے رکھتے ہیں اگر وہ ہمیں صرف قصے اور کہانیاں سناتے ہیں تو صرف قصوں سے وہ کونسی تسلی ہمیں دے سکتے ہیں اور اگر وہ ہمیں صرف یہ صلاح دیتے ہیں کہ ہم زمین اور آسمان کے اجرام میں غور کریں اور نظام شمسی کو تدبّر سے سوچیں تو ہمیں ان سے اس مشورہ کے لینے کی کیا حاجت ہے؟ کیا ہمیں پہلے سے معلوم نہیں کہ یہ نظام جو ابلغ اور محکم ہے اور یہ ترتیب جو انسب اور انفع ہے ضرور ایک مدبر صانع حکیم علیم کی ضرورت ثابت کر رہی ہے مگر یہ بات کہ ایسے صانع کی ضرورت ہے اور یہ دوسری بات کہ ہم علم الیقین کی آنکھ سے دیکھ لیں کہ وہ صانع درحقیقت موجود بھی ہے ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ اسلئے ایک حکیم کو جو صرف قیاسی طور پر خدا کے وجود کا قایل ہے سچی پاکیزگی اور خداترسی کا کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صرف ضرورت کا علم الہی رعب اپنے اندر نہیں رکھتا اور تاریکی کو اٹھا نہیں سکتا۔ مگر جسپر بلاواسطہ راست آسمان سے خدا کا جلال کھلتا ہے

وہ نیک کاموں اور ثابت قدمی اور وفاداری کیلئے بڑی قوت پاتا ہے اور درحقیقت اسکا شیطان مرجاتا ہے اور جلال الٰہی کی شعاعیں جو زندہ الہامات کے رنگ میں اور ہیبت ناک مکاشفات کی صورت میں اسکے دل پر پڑتی رہتی ہیں وہ اسکو ہر ایک تاریکی سے دور کھینچکر لیجاتی ہیں کیا تم ایسی بجلی کے نیچے جو جلانے والی اور مہلک پروں کو پھیلا رہی ہے کوئی بدکاری کا کام کر سکتے ہو؟ پس اسی طرح جو شخص خدا کی جلالی تجلیات کے نیچے زندگی بسر کرتا ہے اسکی شیطنت مرجاتی ہے اور اسکے سانپ کا سر کچلا جاتا ہے یہی ایک حقیقی طریق ہے جسکی برکت سے انسان فی الواقع پاک زندگی حاصل کر سکتا ہے افسوس کہ عیسائیوں کو یہ دکھانا چاہیئے تھا کہ یہ یقین ہستی باری جو انسان کو خدا ترسی کی آنکھ بخشتا ہے اور گناہ کے خس و خاشاک کو جلاتا ہے اسکا سامان انجیل نے انکو کیا بخشا ہے؟ بیہودہ طریقوں سے گناہ کیونکر دور ہو سکتا ہے؟ افسوس کہ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ یہ کیسا ایک بے حقیقت امر اور ایک فرضی نقشہ کھینچا ہے کہ تمام دنیا کے گناہ ایک شخص پر ڈالے گئے اور گنہگاروں کی لعنت اُنسے لیگئی اور یسوع کے دل پر رکھی گئی اس سے تو لازم آتا ہے کہ اس کارروائی کے بعد بجز یسوع کے ہر ایک کو پاک زندگی اور خدا کی معرفت حاصل ہو گئی ہے۔ مگر نعوذ باللہ یسوع ایک ایسی لعنت کے نیچے دبایا گیا جو کروڑہا لعنتوں کا مجموعہ تھی۔ لیکن جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک انسان کے گناہ اسکے ساتھ ہیں اور فطرت نے جسقدر کسیکو کسی جذبہ نفسانی یا افراط اور تفریط کا حصہ دیا ہے وہ اسکے وجود میں محسوس ہو رہا ہے گو وہ یسوع کو مانتا ہے یا نہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ لعنتی زندگی والوں کی لعنتی زندگی اُنسے علیحدہ نہیں ہو سکی ایسا ہی وہ یسوع پر بھی پڑ نہیں سکی کیونکہ جبکہ لعنت اپنے محل پر خوب چسپاں ہے تو وہ یسوع کیطرف کیونکر منتقل ہو سکے گی اور یہ عجیب ظلم ہے کہ ہر ایک خبیث اور ملعون جو یسوع پر ایمان لاوے تو اسکی لعنت یسوع پر پڑے اور اس شخص کو بری اور پاکدامن سمجھا جائے پس ایسا غیر منقطع سلسلہ لعنتوں کا جو قیامت تک ممتد رہیگا اگر وہ ہمیشہ تازہ طور پر غریب یسوع پر ڈالا جائے تو کس زمانے میں اسکو لعنتوں سے سبکدوشی ہوگی کیونکہ جب وہ ایک گروہ کی لعنتوں سے اپنے تئیں سبکدوش کریگا تو پھر نیا آنیوالا گروہ جو اپنے خبیث وجود کیساتھ نئی لعنتیں رکھتا ہے وہ اپنی تمام لعنتیں اسپر ڈالدیگا۔ علیٰ ہذا القیاس اسکے بعد دوسرا گروہ دوسری لعنتوں کے ساتھ آئیگا تو پھر ان مسلسل لعنتوں سے فرصت کیونکر ہوگی؟ اس سے تو ماننا پڑتا ہے کہ یسوع کیلئے وہ دن پھر کبھی نہیں آئینگے جو اسکو خدا کی محبت اور معرفت کے نور کے سایہ میں رکھنے والی ہوں۔ پس ایسے عقیدہ سے اگر کچھ حاصل ہوا تو وہ یہی ہے کہ ان لوگوں نے

چھوڑ دیا ہے جس سے گناہ دور ہوتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ وہ آنکھ پیدا کرنا جو خدا کی عظمت کو دیکھے اور وہ یقین حاصل کرنا جو گناہ کی تاریکی سے چھڑاوے۔ زمین تاریکی پیدا کرتی ہے اور آسمان تاریکی کو اُٹھاتا ہے پس جب تک آسمانی نور جو نشانوں کے رنگ میں حاصل ہوتا ہے کسی دل کو نہ چھڑاوے حقیقی پاکیزگی حاصل ہو جانا بالکل جھوٹھ ہے اور سراسر باطل اور خیال محال ہے۔ پس گناہوں سے بچنے کے لیے اس نور کی تلاش میں لگنا چاہیے جو یقین کی کرار فوجوں کے ساتھ آسمان سے نازل ہوتا اور ہمت بخشتا اور قوت بخشتا اور تمام شبہات کی غلاظتوں کو دھو دیتا اور دل کو صاف کر دیتا اور خدا کی ہمسائیگی میں انسان کا گھر بنا دیتا ہے۔ پس افسوس ان لوگوں پر کہ بچوں کی طرح گرد و غبار میں کھیلتے اور کوٹلوں پر لیٹتے ہیں اور پھر آرزو کرتے ہیں کہ ہمارے کپڑے سفید رہیں۔ اور حقیقی نور کو تلاش نہیں کرتے اور پھر چاہتے ہیں کہ ظلمت سے نجات پاویں۔

حقیقی نور کیا ہے؟ وہ جو تسلی بخش نشانوں کے رنگ میں آسمان سے اُترتا ہے اور دل کو سکینت اور اطمینان بخشتا ہے۔ اس نور کی ہر ایک نجات کی خواہشمند کو ضرورت ہے کیونکہ جسکو شبہات سے نجات اُسکو عذاب سے بھی نجات نہیں۔ جو شخص اس دنیا میں خدا کے دیکھنے سے بے نصیب ہو وہ قیامت میں بھی تاریکی میں گرے گا۔ خدا کا قول ہے کہ مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی اور خدا نے اپنی کتاب میں بہت جگہ اشارہ فرمایا ہے کہ میں اپنے ڈھونڈنے والوں کے دل نشانوں سے منور کروں گا یہانتک کہ وہ خدا کو دیکھیں گے اور میں اپنی عظمت انھیں دکھلا دوں گا یہانتک کہ سب عظمتیں انکی نگاہ میں ہیچ ہو جائینگی یہی باتیں ہیں جو مینے براہ راست خدا کے مکالمات سے بھی سُنیں پس میری روح بول اُٹھی کہ خدا تک پہنچنے کی یہی راہ ہے اور گناہ پر غالب آنے کا یہی طریق ہے۔ حقیقت تک پہنچنے کے لیئے ضرور ہے کہ ہم حقیقت پر قدم ماریں۔ فرضی تجویزیں اور خیالی منصوبے ہمیں کام نہیں دے سکتے۔ ہم اسبات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے ہیں کہ ہمنے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے قرآن سے پایا ہمنے اس خدا کی آواز سُنی اور اُس کے پرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خدا اور تمام

جہانوں کا مالک ہی ۔ ہمارا دل اُس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے یہ وہم بصیرت کی راہ سے اُس دین اور اُس روشنی کی طرف ہر ایک کو بلاتے ہیں ہمنے اُس نور حقیقی کو پایا جس کے ساتھ سب ظلمانی پردے اُٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آجاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے +

پہلے ہی نہ تھا کہ اس واقعہ نے اور بھی اثر پیدا کیا ۔ اور شرفا اور سمجھدار خاندانوں میں اسکی عزت اور عظمت کا خیال ترقی کرنے لگا اور ہر طرح پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خوبیوں اور کمالات پر لوگوں کو فکر کرنے کی ضرورت پیش آئی +

سکینہ اور جولیا مشن کمپونڈ میں چلی گئیں وہاں جا کر کیا ہوا ۔ یہ ایک نیا داستان ہے جو ہم پھر سنائیں گے مگر نتیجہ بتائے دیتے ہیں کہ آخر سکینہ اور اس کا خاوند دونوں مسلمان ہو گئے اور عیسائی کمپونڈ میں ایک عجیب کھلبلی مچ گئی ۔ سلیمہ کی اس کامیابی میں اس واقعہ نے حیرت انگیز مدد کی ۔ اور اسلام کی حقانیت کے علمی اور عملی طور پر ظاہر کرنے کا جوش دن بدن اسمیں بڑھتا گیا +

نواں باب

دوسرا جلسہ ۔ مقصود الدین کی ذلّت +

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہی جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

دوسرے جمعہ کے لیئے جیسا کہ قرار پاچکا تھا مخالف الرائے علما نے مقابلہ کے لیے بڑی بڑی طیاریاں کی تھیں ۔ مولوی عبدالجبار صاحب کو دیوبند سے بلایا گیا کہ وہ سلیمہ کا باپ ہی اسلیے اس کا خاص رعب اور اثر پڑیگا مولوی صاحب جس دن سے آئے تھے وہ سلیمہ کے گھر میں نہیں آئے تھے کہ حد سے

زیادہ نا راضگی کا اظہار ہو۔ شہر بھر میں یہ اٹھواڑہ بڑے انتظار سے گذرا + اس عرصہ میں سلیمہ کو اپنا اثر شہر کے اچھے اچھے خاندانوں میں ڈالنے کا بہت عمدہ موقع ملا اکثر مستورات اس کے پاس آتی تھیں اور فائدہ اُٹھا کر جاتی تھیں۔ مولوی سلیم اللہ صاحب تو بالکل احمدی ہو چکے تھے مگر اظہار کی ابھی جرأت نہ تھی۔ وہ اسی آخری فیصلہ کے منتظر تھے۔ خیر خدا خدا کر کے وہ جمعہ کا مقرر دن آپہونچا مسجدوں میں اس روز اول ہی وقت جمعہ پڑھا گیا۔ اور ایک بڑے مکان میں جلسہ منعقد ہوا۔

پردہ کا اہتمام خاصہ تھا۔ اسوجہ سے بہت سی شریف عورتیں موجود تھیں + علماء سہارنپور و دیوبند کتابوں کی گٹھڑیاں لدوائے ہوئے چلے آرہے تھے۔ اور بہت بڑا ڈھیر کتابوں کا لگوایا گیا۔ غرض یہ تھی کہ سلیمہ ان کتابوں کے ڈھیر کو دیکھ کر شاید متاثر ہو جاوے مگر وہ اس نظارہ کو دیکھ کر اللہ تعالے کی حمد کرتی اور قرآن شریف کی سچائی کا اعتراف کرتی کہ

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

بالکل سچ ہے + غرض جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے۔ تو مولوی **مقصود الدین** صاحب کھڑے ہوئے اور بولے!

صاحبان! آج پھر یہ جلسہ اس غرض سے کیا گیا ہے کہ **قادیانی عقیدہ** کی مضرتوں سے لوگوں کو بچایا جاوے اور جو جو رخنہ اندازیاں پاک اسلام میں اس جدید فرقہ نے کی ہیں ان سے سب کو آگاہ کر دیا جاوے۔ علماء کا کام فقط سمجھا دینا ہے۔ اسواسطے آپ صاحبان نہایت غور اور توجہ سے سُننا کیونکہ یہ **ایمان** کا معاملہ ہے۔ علماء! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدی نشین ہیں جو شخص ان کی بات نہیں مانتا وہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتا ہے + پس اگر آپ اپنا ایمان بچانا چاہتے ہیں تو سب سے اول تو یاد رکھو کہ کوئی شخص ان مرزائیوں کی کسی کتاب کو نہ دیکھے نہ پڑھے نہ سُنے نہ کسی مرزائی سے ملے نہ اس کی باتیں سنے نہ اس سے کسی قسم کا کوئی تعلق رکھے وہ مر جاوے تو اسکو مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دے یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ علماء کا

یہی فتویٰ ہے کون علمائے کرام وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی پر بیٹھے ہوئے ہیں پس اگر آپ کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی وقعت اور عزت ہے تو ان باتوں کو خوب یاد رکھو اور ان پر عمل کرو۔ اور اس کے بعد میں ان عقائد کی تشریح کرتا ہوں جو قادیانی عقائد کہلاتے ہیں تم غور سے سنو +

مولوی مقہور الدین صاحب نے ابھی اسی قدر تقریر کی تھی کہ سلیمہ نے پردہ کے پیچھے سے عرض کیا کہ مجھے صرف دو تین باتیں عرض کر لینے دیں پھر آپ جس قدر چاہیں بیان کریں پھر میں جواب دوں گی۔ مولوی مقہور الدین اور دوسرے علماء نے ڈانٹ بتائی کہ چُپ رہو تمہیں بولنے کا حق نہیں ہے مگر جیسا کہ گذشتہ جلسہ میں بعض سمجھدار اور معزز اور با اثر لوگ بھی آ رہے تھے اُنھوں نے کہا نہیں اس کی بات سُن تو لو۔ اس پر مجبوراً مولوی صاحبان کو خاموش رہ کر سلیمہ کو بولنے کی اجازت دینی پڑی اور سلیمہ کھڑی ہو گئی +

سلیمہ ! میرے معزز بزرگو ! گذشتہ جلسہ میں جس طریق پر گفتگو ہوئی آپ سُن چکے ہیں آج چاہیے تو یہ تھا کہ مولوی صاحب اس سلسلہ میں کلام کرتے مگر اُنھوں نے اس سلسلہ کو چھوڑنا پسند فرمایا ان کی مرضی ! اُنھوں نے ابتدا فتوے کفر کے سنانے اور لوگوں کو بھڑکانے سے کی ہے یہ ابتدا اُنھیں مبارک ہو۔ مگر میں دیکھتی ہوں کہ ہمیں فیصلہ کی ایک آسان راہ نکل آئی ہے مولوی صاحب میری چند باتوں کا جواب اول دیدیں۔ پھر جو سوال یہ چاہیں کریں میں اُن کا جواب دوں گی +

(متفق آواز) ہاں ہاں تم سوال کرو !

سلیمہ۔ بہت بہتر ! مولوی صاحب آپ فرمائیے کہ جو شخص آپ کی ان ہدایتوں کے خلاف کرے یعنی مرزائیوں سے ملے۔ ان کی باتیں سنے۔ ان کی کتابیں پڑھے وغیرہ وغیرہ وہ آپ کے نزدیک کیا ہو گا ؟

مقہور الدین۔ میرے نزدیک وہ ملعون اور بے ایمان ہے

سلیمہ۔ استغفراللہ کیا یہ سب معزز اور شریف جو پچھلے جلسہ میں ایک احمدی عورت کی باتیں سنتے رہے ہیں اور یہ سب علماء جن میں مولوی مقہور الدین صاحب مولوی فاضل

بھی ہیں یہ سب آپ کے نزدیک ملعون ہیں تا +
یہ سوال کرنا تھا کہ مولوی مقصور الدین کے تو حواس باختہ ہو گئے اور یہانتک سٹ پٹائے کہ بول بند ہو گیا گویا مُنہ میں زبان ہی نہیں ۔ اگر یہ کہیں کہ سب ملعون ہیں تو انھیں اندیشہ ہوا کہ یہاں ابھی ان کی خدمت ہونے لگے ۔ اور جواب کچھ بن نہیں آتا ۔ سلیمہ نے انکی خاموشی سے فائدہ اُٹھایا ۔ اور بولی

بزرگان من ! مولوی مقصور الدین صاحب کی یہ جرأت دیکھ کر میرا تو دل کانپ اُٹھا ہے کہ انھوں نے بغیر سوچے سمجھے تمام مسلمانوں کو جو یہاں جمع ہیں اور جن میں اکثر اہل علم اور نیک آدمی ہیں ملعون بنا دیا اور خود بھی ملعون ٹھیرے میں یہ لفظ نہ ان کی شان میں اور نہ دوسرے علماء اور موجودہ شرفا کے حق میں بولتی ہوں مگر آپ انصاف سے کہیے کہ مولوی صاحب کے فتوے کے موافق کیا یہ فتویٰ آپ لوگوں پر صادق آتا ہے یا نہیں اس ہٹ دھرمی اور ضد کی بھی کوئی حد ہے جب وہ میری باتیں سننے سے لوگوں کو ملعون ٹھہراتے ہیں تو اس سے آپ کسی نیک نتیجہ کی اُمید کر سکتے ہیں ؟ کیا حق طلبی کا یہی طریق ہے ؟ اور پھر فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدی نشین ہیں ؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی فتوے دیا کرتے تھے قرآن شریف میں تو یہانتک لکھا ہے ۔

لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا

یعنی جو شخص تم کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے تو اسکو یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں اور آپکے گدی نشین مولوی مقصور الدین صاحب ایسے شخصکو جو قرآن شریف کو خدا تعالےٰ کی سچی اور خاتم الکتب کتاب یقین کرتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتا اور ارکان اسلام بجا لاتا ہے ملعون ٹھہراتے ہیں ۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ۔

ایسی صورت میں آپ ہی بتائیں کہ ان لوگوں کو کہانتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی نشینی کا فخر حاصل ہے ؟ میں نہایت افسوس اور درد دل کے ساتھ اس امر کا اظہار کرنے پر مجبور ہوئی ہوں یہ جلسہ تو اس غرض کے لیے کیا گیا تھا کہ حق کا اظہار ہو ۔ مگر مولوی صاحب نے کمال کر دیا اب آپ بتائیں کہ آئیندہ گفتگو ہو تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا ۔ وقت بڑی قدر کے قابل چیز ہے مگر اس صورت میں

اللہ تعالیٰ کے اس عطیہ کو ضائع کرنا ہوگا۔ جو شخص گھری سے غضب و غصہ میں بھر کر آتا ہے وہ اظہار حق کی توفیق نہیں پا سکتا پس اس صورت میں بھی اگر آپ اُمید کرتے ہیں کہ کوئی فائدہ کی بات نکل آئے گی تو میں حاضر ہی ہوں۔ اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں سچ کہہ رہی ہوں تو پھر آپ میرے نزدیک اس جلسہ کو ختم کر دیں +

سلیمہ کی یہ تقریر جادو کا سا اثر کر گئی۔ مجمع کے اکثر لوگ بھڑک اُٹھے اور بعض علماء بھی مولوی مقصود الدین مولوی فاضل کے سخت خلاف ہو گئے۔ انھوں نے انکو اس بھری مجلس میں ڈانٹا۔ اور بہت ہی شرمندہ اور ذلیل کیا۔

سلیمہ نے پھر موقع پایا اور کہا۔ میری ایک عرض اور سُن لو۔ حضرت مسیح موعودؑ کی ایک عام پیشگوئی ہے اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ میں تیری اہانت کرنے والے کی اہانت کرنیوالا ہوں یہ ہمیشہ پوری ہوئی ہے جہاں کسی نے ایسا ارادہ کیا وہیں اسکی جلوہ گری ہوئی۔ مولوی صاحب کی غرض اس تقریر سے جو تھی وہ آپ سمجھ سکتے ہیں اور اب اس کا جو نتیجہ ہوا وہ مولوی صاحب اور سب نے دیکھ لیا یہ ہے مرزا صاحب کی سچائی کا نشان جس کی آنکھیں دیکھنے کی ہوں دیکھے اور جسکے کان سُننے کے ہوں سُنے +

یہ بات کہنی تھی کہ عام شور برپا ہو گیا مگر بارسوخ اور معزز اصحاب کی بزرگی موجودگی نے شورش کو بڑھنے نہ دیا + اور اسوقت یہی مناسب سمجھا گیا کہ جلسہ برخاست کر دیا جاوے سلیمہ نے کہا کہ یہ جلسہ تو اب برخاست کیا جاتا ہے + لیکن میں اپنے بزرگوں کی خدمت میں اتنا التماس کرتی ہوں کہ وہ ہمارے سلسلہ کی کتابیں ضرور پڑھیں جبتک وہ کتابیں نہ پڑھیں گے انھیں معلوم نہیں ہوگا کہ حقیقت کیا ہے۔ میں اگلے جمعہ سے اپنے مکان پر جمعہ کی نماز کے بعد ایک تقریر کیا کروں گی یا حضرت صاحب کی کتابوں کا کچھ حصہ سنایا کروں گی + جو صاحب چاہیں اپنے ہاں کی مستورات کو سننے کے واسطے بھیجدیا کریں

اسوقت میں آپ کی کتاب ایام الصلح کا ایک تھوڑا سا مضمون آپ کو سنانا چاہتی ہوں آپ ضرور سُن لیں اور اسکے بعد جلسہ ختم کر دیں یا جیسا آپ کی مرضی ہو

(متفق آواز) ہاں ہاں ضرور سنا دو۔ سنو! سنو!!

حضرت اقدس فرماتے ہیں

بالآخر یاد رہے کہ جسقدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہمسے نفرت دلاکر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اسکی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے" یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افترا ہیں کہ جبتک کسی دلمیں ایک ذرہ بھی تقویٰ ہو ایسے افترا نہیں کرسکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اسکو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خداتعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بہ لحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جنکی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے اُن سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خداتعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھکر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جنپر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں اُن سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہمپر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہمپر افترا کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اُسپر یہ دعویٰ ہے کہ کب اُسنے ہمارا سینہ چاک

کر کے دیکھا ہے کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔

الا ان لعنۃ اللہ علے الکاذبین والمفترین ٭

یاد رہے کہ ہم میں اور ان لوگوں میں بجز اس ایک مسئلہ کے اور کوئی مخالفت نہیں یعنی یہ کہ یہ لوگ نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں.. اور ہم بموجب نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ متذکرہ بالا کے اور اجماع آئمہ اہل بصارت کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں اور نزول سے مراد وہی معنے لیتے ہیں جو اس سے پہلے حضرت ایلیا نبی کے دوبارہ آنے اور نازل ہونے کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معنے کیے تھے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور ہم بموجب نص صریح قرآن شریف کے جو آیۃ ویمسک التی قضی علیھا الموت سے ظاہر ہوتی ہے اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ جو لوگ اس دنیا سے گذر جاتے ہیں پھر دوبارہ دنیا میں آباد ہونے کے لیے نہیں بھیجے جاتے اسلیے خدا نے بھی اُن کیلیے قرآن شریف میں مسائل نہیں لکھے کہ دوبارہ آکر مال تقسیم شدہ اُن کا کیونکر اُنکو ملے۔ افسوس کہ ہمارے مخالف اب تک کہے جاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمانوں پر زندہ ہیں اور اُسوقت آئینگے کہ جب عیسائی مذہب تمام روئے زمین سے اسلام کو نابود کر دیگا اور یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ اب تک کروڑہا کتابیں اسلام کے رد میں لکھی گئیں اور کئی لاکھ آدمی مرتد ہو گئے اور کئی کروڑ انسان بےقید اور بدخیال اور ناپارسا طبع ہو گیا مگر ابھی تک اسلام بکلی نابود تو نہیں ہوا اسلیے حضرت عیسیٰ بھی اس صدی کے سر پر نہ آسکے کیونکہ وہ آسمان پر بیٹھے اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب پورے طور پر اسلام دنیا سے نابود ہوتا ہے" لیکن ان خیالات کے حامیونکو سب سے پہلے اس بات پر غور کرنی چاہیے کہ خدا نے صریح لفظوں میں حضرت عیسیٰ کی وفات کو قرآن کریم میں ظاہر فرما دیا ہے۔ دیکھو کیسی یہ آیۃ یعنی فلما توفیتنی حضرت عیسیٰ کی وفات پر نص صریح ہے اور اب اس آیت کے سننے کے بعد اگر کوئی حضرت عیسیٰ کی وفات سے انکار کرتا ہے تو اُسے ماننا پڑتا ہے کہ عیسائی اپنے عقائد میں حق پر ہیں کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد بگڑ گئے۔ پھر جبکہ اس آیت سے موت ثابت ہوئی تو آسمان سے کیونکر نازل ہوں گے۔ آسمان پر مُردے تو نہیں رہ سکتے ٭

ماسوا اس کے جبکہ مسیح کا کام کسر صلیب ہے تو ایسے وقت میں کہ بجائے کسر صلیب کے کسر اسلام ہی ہو جائے مسیح کا آنا کیا فائدہ دے گا۔ پس از انکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد + اب جبکہ صرف ساٹھ برس سے پنجاب پر عیسائی مذہب کا تسلط ہو کر یہ نوبت ارتداد پہونچگئی ہے اور چودہ برس چودھویں صدی میں سے گذر گئے اور مسیح موعود نہ آیا تو گویا کم سے کم سو برس کی اور پادریوں کو مہلت دی گئی کیونکہ بموجب آثار صحیحہ کے مسیح موعود کا صدی کے سر پر آنا ضروری ہے۔ پس اس صورت میں خیال کر لینا چاہیے کہ کیا اس مدت تک اسلام میں سے کچھ باقی رہے گا؟ اس سے تو نعوذ باللہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا خود ارادہ ہے کہ اسلام کو دنیا پر سے اُٹھا دے۔ کیونکہ رحم کرنے کا وقت تو یہی تھا جبکہ اسلام پر سخت حملے کیے گئے سخت بے ادبیاں کی گئیں۔ لاکھوں انسان مرتد ہو چکے جسمانی وباؤں میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ جب مثلاً کسی حصہ ملک میں طاعون پھیلتی ہے تو دانشمند لوگ خیال کرنے لگتے ہیں کہ اب عنقریب ہم اور ہماری اولاد اور ہمارے عزیز بھی نشانۂ طاعون بننے کو ہیں۔ تب اُسی وقت سے تدابیر مناسب عمل میں لائی جاتی ہیں۔ حکام بھی قلع قمع مرض کے لیے پوری توجہ کرتے ہیں۔ طبیب جاگ اُٹھتے ہیں۔ لہٰذا اب انصافاً بتلاؤ کہ کیا ملک میں یہ طاعون نہیں پھیلی؟ کیا اب تک اسلام کے ردّ میں دس کروڑ کے قریب کتاب نہیں لکھی گئی؟ کیا اس طاعون کی اب تک کئی لاکھ وارداتیں نہیں ہوئیں؟ کیا یہ سچ نہیں کہ کئی لاکھ بیمار نیچریت کے رنگ میں فلسفیت کے رنگ میں اباحت کے رنگ میں مخلوق پرستی کے رنگ میں وساوس اور شبہات کے رنگ میں غفلت اور لاپروائی کے رنگ میں بستر مرگ پر پڑے ہوئے ہیں؟ پھر کیا سبب کہ اسوقت بھی اللہ تعالیٰ اپنی اس وحی کو یاد نکرے کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔

اس مضمون کا اثر بہت عمدہ پڑا۔ جلسہ برخاست ہوا۔ لوگ منتشر ہو گئے۔ سلیمہ گھر کو آئی۔ شہر کی حالت اور مولوی حلیم اللہ صاحب کی حالت میں کیا تبدیلی ہوئی۔ اور احمدیت کا غلبہ کسطرح ظاہر ہوا۔ یہ باتیں ہم پھر سنائینگے۔ فی امان اللہ تب تک رخصت ہوتے ہیں۔ والسلام۔ فقط

ملک مر وا
۱/۱

No.—

اخبار الحکم قادیان

دنیامین صداقت اور حق پرستی کی تعلیم کی اشاعت کرنا اور گورنمنٹ کی سچی اطاعت اور بنی نوع مین باہمی ہمدردی کا پھیلانا اس اخبار کا خاص منشاء ہے چونکہ ان مقاصد کے پورا کرنے کے لئے دنیا مین اسوقت جناب **مرزا غلام احمد صاحب** قادیانی ادام اللہ فیوضہم کے مشن سے بڑھکر اور کوئی مشن نہین اسلئے علے الخصوص حضرت اقدس کے مشن کا خادم ہونے کا فخر الحکم کو حاصل ہے جس مین اسلام کے مقدس اصولون پر بحث کیجاتی ہے۔ دین اسلام کی خبرین اور اہل اسلام کے متعلق مضامین درج ہوتے ہیں۔ جناب مرزا صاحب کے مشن کے حالات اور آپکی تقریرین اور کلمات طیبات عموماً شایع ہوتے ہین۔

قیمت سالانہ بمد پیشگی:- (۱) عوام سے ۵ر (۲) خواص و معاونین سے عہ (۳) ہندوستان سے باہر سے ۶ (۴) غیر مذاہب والون سے ۱۲/۳ر (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگون سے ۱۲/۱ر

علے العموم ترتیب مضامین ان عنوانون مین رہے گی (۱) دنیائے اسلام کی خبرین (۲) مذہبی دنیا کے متعلق معلومات (۳) اپنے مطلب کی کوئی نظم (۴) حضرت سیدنا مرزا صاحب کی ڈائری۔ (۵) مخالفین اسلام کے حملون کا جواب (۶) معارف قرآن یعنی بعض آیات کی لطیف تفسیر (۷) مشاہیر اسلام کی سوانح عمری (۸) اسلام کی فلسفیانہ روح (۹) اسلام مین عورتون کی حالت (۱۰) حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب یا اون کے متبعین کے مکتوبات (۱۱) اپنے مشن پر پولیٹیکل نکتہ چینیون کا جواب (۱۲) باہمی اتحاد و ارتباط کی ترقی کے لئے باہمی تعارف (۱۳) بچون کا صفحہ (۱۴) قادیان

تمام خط و کتابت **شیخ یعقوب علی** تراب احمدی ایڈیٹر و پروپرائیٹر اخبار الحکم قادیان ضلع گورداسپور کے نام حسب قواعد ڈاکخانہ ہونی چاہئے۔ ✢ مینیجر ✢